تقابلی مطالعہ پروگرام

مسلم دنیا میں پائے جانے والے گروہوں کا تقابلی مطالعہ

ماڈیول CS03: انکار سنت، انکار ختم نبوت اور اسلام

محمد مبشر نذیر

www.islamic-studies.info

فہرست

اس پروگرام کا مقصد کیا ہے اور یہ کس کے لیے ہے؟.. 3
حصہ اول: انکار سنت اور انکار حدیث 4
باب 1: انکار حدیث کا تعارف.. 6
باب 2: حجیت حدیث اور انکار حدیث.. 12
باب 3: تدوین حدیث کی تاریخ اور اس پر منکرین حدیث کے اعتراضات.............................. 23
حصہ دوم : انکار ختم نبوت 37
باب 4: احمدی مذہب 39
باب 5: ختم نبوت پر احمدیوں اور مسلمانوں کے دلائل 48
باب 6: نزول عیسی علیہ الصلوۃ والسلام... 66
باب 7: احمدیوں کے ذیلی فرقے اور ان کی تکفیر... 85
باب 8: بہائی مذہب 94
باب 9: نیشن آف اسلام 100
باب 10: ماڈیول CS03 کا خلاصہ 107
اگلا ماڈیول.. 108
ببلیو گرافی 109

<u>**اگر آپ نے اس پروگرام کے تعارف کا مطالعہ نہیں کیا تو اس کتاب کے پڑھنے سے پہلے اس کا مطالعہ کر لیجیے۔ تعارف کو ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے وزٹ کیجیے۔**</u>

www.mubashirnazir.org/courses/comparative/CS001-01-Introduction.htm

اس پروگرام کا مقصد کیا ہے اور یہ کس کے لیے ہے؟

اس کتاب کا مقصد یہ ہے کہ امت مسلمہ کے مختلف گروہوں اور مکاتب فکر کے مابین جو اختلافات پائے جاتے ہیں، ان کا ایک غیر جانبدارانہ (Impartial) مطالعہ کیا جائے اور ان کے نقطہ نظر کے ساتھ ساتھ ان کے استدلال کا جائزہ بھی لیا جائے۔

اس پروگرام میں ہم نے یہ کوشش کی ہے کہ تمام نقطہ ہائے نظر کو، جیسا کہ وہ ہیں، بغیر کسی اضافے یا کمی کے بیان کر دیا جائے۔ ان کے بنیادی دلائل بھی جیسا کہ ان کے حاملین بیان کرتے ہیں، واضح طور پر بیان کر دیے جائیں۔ ہم نے کسی معاملے میں اپنا نقطہ نظر بیان نہیں کیا اور نہ ہی کوئی فیصلہ سنایا ہے کہ کون سا نقطہ نظر درست اور کون سا غلط ہے۔ یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔

یہ پروگرام ان لوگوں کے لیے ہے جو:

- وسیع النظر ہوں
- مثبت انداز میں مختلف نقطہ ہائے نظر کو سمجھنا چاہتے ہوں
- منفی اور تردیدی ذہنیت کی رو سے مطالعہ نہ کرتے ہوں
- دلیل کی بنیاد پر نظریات بناتے ہوں نہ کہ جذبات کی بنیاد پر
- اپنے سے مختلف نظریہ کو کھلے ذہن پڑھ سکتے ہوں اور اس میں کوئی تنگی اپنے سینے میں محسوس نہ کرتے ہوں

اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ میں یہ خصوصیات موجود ہیں، تو آپ کا تعلق خواہ کسی بھی مکتب فکر سے ہو، آپ اس پروگرام میں شامل کتب کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ خصوصیات آپ میں موجود نہیں ہیں، تو پھر یہ سلسلہ ہائے کتب آپ کے لیے نہیں ہے۔

حصہ اول: انکار سنت اور انکار حدیث

پچھلی صدی میں بعض جدید تعلیم یافتہ حلقوں کی جانب سے یہ نقطہ نظر پیش کیا گیا ہے کہ دین کا واحد ماخذ قرآن مجید ہے اور سنت دین کا ماخذ نہیں ہے۔ اس کے برعکس امت مسلمہ کی غالب اکثریت کا موقف یہ ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت بھی دین کا ماخذ ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے قرآن مجید کی بہت سی آیات اور احکام کی از سر نو تشریح کی ضرورت محسوس کی گئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ منکرین سنت نے دین کا اس سے بالکل مختلف تصور پیش کیا جو مسلمانوں کے ہاں رائج ہے۔ کتاب کے اس حصے میں ہم منکرین سنت اور منکرین حدیث کے نقطہ نظر کا عام مسلمانوں کے نقطہ نظر کے ساتھ تقابلی مطالعہ کریں گے۔

باب 1: انکار حدیث کا تعارف

تاریخ اسلام میں مسلمانوں کے کم و بیش تمام فرقوں کا اس بات پر اتفاق رائے رہا ہے کہ دین اسلام کا ماخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والاصفات ہے۔ آپ سے یہ دین ہمیں دو صورتوں میں ملا ہے: ایک قرآن مجید اور دوسرا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت۔ قرآن مجید میں اصولی نوعیت کے احکام ہیں جبکہ سنت میں اس کی تعبیر و تشریح ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ قرآن مجید میں نماز قائم کرنے کا حکم ہے اور ضمناً اس کے بعض ارکان، اوقات وغیرہ کی طرف اشارہ ہے لیکن اس کا تفصیلی طریقہ کار اور متعلقہ احکام سنت میں ملتے ہیں۔ یہی معاملہ زکوۃ کا ہے جس کا اجمالی حکم قرآن میں ہے مگر زکوۃ کس پر لاگو ہوتی ہے اور کتنی مقدار میں ادا کی جائے؟ یہ سب تفصیلات ہمیں سنت میں ملتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہم تک دو طریقوں سے پہنچی ہے۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ آپ نے کوئی عمل امت میں جاری فرما دیا اور کثیر تعداد میں لوگ اس پر عمل کرتے ہیں۔ اس طریقہ کو "تواتر عملی" کہا جاتا ہے اور اس سے ثابت شدہ سنت کو "سنت متواترہ" کہا جاتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھ کر دکھادی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: صلوا كما رأيتموني، "اس طرح نماز پڑھو جیسے مجھے دیکھتے ہو۔" صحابہ نے اسی طریقے سے نماز پڑھی، ان سے ان کی اگلی نسلوں سے اسی طریقے سے نماز سیکھی اور یہ سلسلہ اب تک چلتا آرہا ہے۔ چونکہ نماز پڑھنے کا طریقہ عملاً کر کے دکھا دیا گیا، اس وجہ سے ہم یہ دیکھتے ہیں دنیا کے انتہائی مشرقی علاقوں سے لے کر انتہائی مغربی علاقوں تک سبھی مسلمان ایک ہی طریقے سے نماز پڑھتے ہیں۔ اس میں اگر کچھ اختلافات بھی پائے جاتے ہیں تو وہ نہایت ہی معمولی درجے کے ہیں۔ تکبیر تحریمہ، قیام، رکوع، سجدہ، قعدہ، سلام ان میں سے نماز کے کسی بنیادی رکن کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہی معاملہ زکوۃ، روزہ، حج، نکاح، طلاق، وصیت، تجارت، حدود و تعزیرات وغیرہ کے احکام کا ہے۔ ان میں اگر کوئی اختلاف پایا جاتا ہے تو وہ جزوی اور معمولی نوعیت کا ہے، اساسی نوعیت کا کوئی اختلاف ان معاملات میں نہیں پایا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معلومات ہمیں تواتر عملی کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی انفرادی رپورٹس کی شکل میں بھی ملتی ہیں۔ ان رپورٹس کو "حدیث" یا "خبر واحد" کہا جاتا ہے۔ حدیث سے ہمیں متعدد امور سے متعلق معلومات ملتی ہیں۔ چند مثالیں یہ ہیں:

- قرآن مجید میں اللہ تعالی نے جن احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر کیسے عمل فرمایا؟ جیسے قرآن میں بیویوں سے حسن سلوک کا حکم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حسن سلوک کا اعلی نمونہ پیش فرمایا۔ اسے آپ کا اسوہ حسنہ کہا جاتا ہے۔

- قرآن مجید کے احکام کی وضاحت ہمیں حدیث سے ملتی ہے۔
- دین کے کسی معاملے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی سوال کیا اور آپ نے اس کا جواب دیا، یہ معلومات بھی ہمیں حدیث سے ملتی ہیں۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمومی سیرت و کردار سے متعلق معلومات بھی ہمیں حدیث ہی سے ملتی ہیں۔
- کسی معاملے میں صحابہ کرام کو آپ نے کچھ راہنمائی فرمائی، تو اس سے متعلق معلومات بھی حدیث ہی سے دستیاب ہوتی ہیں۔
- حدیث ہی سے ذخیرے سے ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علم و عمل تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔

پہلی اور دوسری صدی ہجری میں بعض ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے اپنے مقاصد کے لیے جھوٹی اور جعلی احادیث وضع کیں اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کر دیا۔ ان میں سے کسی نے اپنے فرقے اور مسلک کی حمایت میں حدیثیں ایجاد کیں، کسی نے مخصوص شخصیات کے فضائل میں غلط احادیث گھڑیں، کسی نے محض اپنی پراڈکٹس کی مارکیٹنگ کے لیے احادیث سازی کی۔ اس کے رد عمل میں محدثین کا ایک بہت بڑا گروہ پیدا ہوا جس نے غیر معمولی محنت کر کے اصلی اور جعلی احادیث میں فرق کے لیے ایک عظیم الشان فن بلکہ فنون کا ایک مجموعہ ایجاد کیا جسے اصول حدیث کہا جاتا ہے۔ اگر آپ اس فن کی تفصیلات کا جائزہ لینا چاہیں تو ہماری کتاب "علوم الحدیث: ایک مطالعہ" میں اس کی تفصیل دیکھ سکتے ہیں۔

موجودہ دور میں ایک گروہ ایسا پیدا ہوا، جس نے حدیث کے پورے کے پورے ذخیرے کو ناقابل اعتماد قرار دے دیا۔ ان ابواب میں ہم ان کے نقطہ نظر اور دلائل کا مطالعہ کریں گے۔

منکرین حدیث کی اقسام

منکرین حدیث کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں:

- پہلی قسم کے منکرین حدیث وہ ہیں جو صرف خبر واحد کے ذریعے سے ملنے والی احادیث کا انکار کرتے ہیں مگر سنت متواترہ کا انکار نہیں کرتے ہیں۔ یہ حضرات نماز، روزہ، زکوۃ، حج ان تمام معاملات میں سنت متواترہ پر عمل کرتے ہیں۔
- دوسری قسم کے منکرین حدیث وہ ہیں جو ہر قسم کی حدیث اور سنت متواترہ دونوں ہی کا انکار کرتے ہیں۔ یہ حضرات نماز، روزہ، زکوۃ اور حج کی اس سے بالکل مختلف تشریح کرتے ہیں، جو مسلمانوں کے ہاں رائج ہے۔

منکرین حدیث اور سنت متواترہ

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق معلومات ہمیں دو ذرائع سے حاصل ہوتی ہیں۔ ایک وہ

سنت ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری فرمایا اور جس پر عہد رسالت سے لے کر آج تک امت مسلمہ عمل کرتی چلی آ رہی ہے۔ اسے حدیث اور فقہ کی اصطلاح میں سنت متواترہ، سنت ثابتہ یا سنت عامہ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کی مثال نماز، زکوۃ، روزہ، حج کا بنیادی طریقہ ہے۔ اس کے علاوہ ختنہ، سلام اور بہت سے امور اسی سنت متواترہ سے ثابت ہیں۔ دوسری قسم کی معلومات وہ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انفرادی رپورٹس کی شکل میں ملتی ہیں جنہیں "خبر واحد" کہا جاتا ہے۔ خبر واحد سے متعلق منکرین حدیث کے نقطہ نظر کا آپ مطالعہ کر چکے ہیں۔ ان کا بالعموم نقطہ نظر یہ ہے کہ خبر واحد یا حدیث سے دین کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تاریخی معلومات کے لیے البتہ یہ حضرات کہیں کہیں خبر واحد کو قبول کر لیتے ہیں۔

سنت متواترہ کے بارے میں منکرین حدیث کے ہاں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض منکرین حدیث سنت متواترہ کو مان لیتے ہیں اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض منکرین حدیث سنت متواترہ کا انکار بھی کر دیتے ہیں۔ حافظ اسلم جیراجپوری اور غلام احمد پرویز صاحبان کا نقطہ نظر ان دونوں کے بیچ میں ہے۔ ان کے نقطہ نظر کا مطالعہ کرنے سے پہلے ان کی قائم کردہ دو اصطلاحات کو سمجھنا ضروری ہے۔

- **مرکز ملت:** پرویز صاحب کے نزدیک مرکز ملت سے مراد وہ حکومت ہے جو قرآن کے اصولوں پر قائم ہو۔ یہ کم و بیش وہی تصور ہے جسے عام مسلمان خلافت راشدہ کہتے ہیں۔
- **نظام ربوبیت:** پرویز صاحب کے نزدیک قرآن مجید کے احکام کی بنیاد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا نظام قائم فرمایا جس میں ہر شخص کی ضروریات پوری ہوا کرتی تھیں۔ اسے وہ نظام ربوبیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ قرآنی حکومت کے قیام کا مقصد بھی "نظام ربوبیت" قائم کرنا ہی ہے۔

ان تصورات کو مد نظر رکھتے ہوئے پرویز صاحب کا موقف یہ ہے کہ قرآنی احکام کی تعبیر و تشریح مرکز ملت کا کام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت مرکز ملت کے صلوۃ، صوم، زکوۃ اور حج کی جو عملی صورت نافذ فرمائی، اس کا تعلق آپ کے اپنے زمانے اور حالات سے تھا۔ دور جدید میں اگر کوئی قرآنی حکومت قائم ہوتی ہے، تو وہ ان احکام کی جو عملی صورت نافذ کرے گی، وہ عہد رسالت سے مختلف ہو سکتی ہے۔ اس طریقے سے وہ پوری امت مسلمہ سے اختلاف رکھتے ہیں کہ صلوۃ، صوم، زکوۃ اور حج کا طریقہ اس سے مختلف ہو سکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاری فرمایا ہے۔

نماز کے بارے میں پرویز صاحب کا موقف یہ ہے کہ یہ لفظ مجوسیوں کی عبادت کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ مسلمانوں نے انہی سے یہ لفظ مستعار لیا۔ اس معاملے میں ہمیں ان کی کتابوں "صلوۃ" اور "نماز کی اہمیت" سے ان کا موقف معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ مسلمانوں کی اس نماز کو قرآن میں بیان کردہ "صلوۃ" کے مترادف سمجھتے ہیں یا نہیں۔ کہیں پر وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ نماز پڑھتے ہیں اور کہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ نماز کا انکار کر رہے ہیں۔ کہیں پر وہ نماز کو پوری زندگی میں اطاعت الہی کا مترادف قرار دیتے ہیں اور کہیں مروجہ نماز کو

مجوس کی یاد گار قرار دیتے ہیں۔ اس وجہ سے ہم ان کے درست موقف کا تعین نہیں کر سکے تاہم ایسا ضرور دیکھنے میں آیا ہے کہ فکر پرویز سے وابستہ حضرات بالعموم نماز نہیں پڑھتے۔

زکوۃ سے متعلق پرویز صاحب کا موقف واضح ہے کہ ان کے نزدیک زکوۃ کے نصاب اور شرح سے متعلق جو تفصیلات مسلمانوں کے ہاں رائج ہیں، انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دور کے لحاظ سے ترتیب دیا تھا۔ موجودہ دور میں جب قرآنی حکومت قائم ہو گی تو وہ موجودہ دور کے لحاظ سے زکوۃ کے نصاب اور شرح کا تعین کرے گی۔ حج کو پرویز صاحب مسلمانوں کی عالمی کانفرنس قرار دیتے ہیں۔ حج کے مناسک سے متعلق ہمیں ان کے نقطہ نظر کی تفصیلات نہیں مل سکیں۔

عام مسلم علماء کا سنت متواترہ اور اخبار احاد سے متعلق موقف

عام مسلم علماء میں وہ لوگ شامل ہیں جو سنت متواترہ پر عمل کرتے ہیں اور خبر واحد کا انکار بھی نہیں کرتے ہیں۔ یہ دلائل کی بنیاد پر بعض اخبار احاد (خبر واحد کی جمع) کو قبول اور بعض کو مسترد کرتے ہیں۔ انہیں بھی کبھی منکر حدیث کہہ دیا جاتا ہے مگر یہ درست نہیں کیونکہ تمام فقہاء اور محدثین ایسا ہی کرتے آئے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک حدیث ایک عالم کی تحقیق کے مطابق مستند ہوتی ہے اور وہ اسے مان لیتا ہے جبکہ دوسرے عالم کی تحقیق کے مطابق یہ ضعیف یا موضوع (جعلی) ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ اسے قبول نہیں کرتا۔ ایسی صورت میں جوش میں آ کر پہلا عالم، دوسرے کو منکر حدیث قرار دے دیتا ہے۔ یہ طرز عمل درست نہیں ہے کیونکہ وہ دوسرا عالم حدیث کے حجت ہونے کا انکار نہیں کر رہا ہے بلکہ اس بات کا انکار کر رہا ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ یہ بحث صدیوں سے فقہ حنفی کے پیروکاروں اور اہل حدیث کے درمیان جاری ہے۔ اس مسئلے پر تفصیلی بحث ہم فقہی مسالک سے متعلق ماڈیول میں کریں گے۔

انکار حدیث کی تاریخ

منکرین حدیث پہلے بھی مسلم دنیا میں موجود رہے ہیں تاہم ایسا بہت ہی کم ہوا ہے کہ کسی گروہ نے حدیث و سنت کے پورے کے پورے ذخیرے کا انکار کر دیا ہو۔ کسی حدیث کے قابل قبول ہونے یا نہ ہونے پر محدثین و فقہاء کے مابین اختلاف رائے ہوتا رہا ہے مگر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی شخص نے تمام احادیث کا انکار کیا ہو۔ کسی مخصوص حدیث سے متعلق تو مسلمانوں کے ہاں اختلاف رائے ہوا ہے کہ وہ حدیث قابل اعتماد ہے یا نہیں لیکن بحیثیت مجموعی حدیث کے پورے ذخیرے کو قبول یا مسترد کرنے کے بارے میں بارہ سو برس تک مسلمانوں کے ہاں کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ قرون وسطی کے فرقے معتزلہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ لوگ عقل کو بہت اہمیت دیتے تھے اور اس وجہ سے احادیث کا انکار کرتے تھے۔ تاہم معتزلہ نے بھی کبھی تمام کی تمام احادیث کا انکار نہیں کیا۔ ان کا موقف یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بات ہرگز فرما ہی نہیں سکتے جو عقل کے خلاف ہو۔ اس وجہ سے اگر کوئی ایسی حدیث ان کے

سامنے آتی جو بظاہر عقل کے خلاف محسوس ہوتی تو وہ اسے حدیث ماننے سے انکار کر دیتے تھے۔

انیسویں صدی عیسوی میں ایک گروہ البتہ ایسا پیدا ہوا جس نے حدیث اور سنت کے پورے ذخیرے کے بارے میں شکوک و شبہات کا اظہار کیا اور اس کی صحت سے انکار کیا۔ یہ سلسلہ بیسویں صدی میں اپنے عروج پر پہنچا۔ مسلم علماء نے اس نقطہ نظر کی بڑی تفصیل سے تردید کی اور منکرین حدیث کے اٹھائے ہوئے سوالات کے جواب دیے۔ کہا جاتا ہے کہ حدیث سے متعلق شکوک و شبہات پھیلانے کے کام کا آغاز مستشرقین (Orientalists) کی جانب سے ہوا۔ مستشرقین اہل مغرب کے ان اہل علم کو کہا جاتا ہے جو کہ اپنی زندگی کا مقصد ہی مشرقی علوم کی تحصیل کو بنا لیتے ہیں۔ ان مشرقی علوم میں اسلامی علوم بھی شامل ہیں جس میں بعض حضرات اسپیشلائز کرتے ہیں۔ جن مستشرقین نے حدیث کے میدان میں اسپیشلائز کیا، ان میں گستاو ویل (1808-1889)، الائس اسپرنگر (d. 1893)، یہودی عالم اگناک گولڈ زیہر (1850-1921) اور جوزف شاخت (1902-1969) شامل تھے۔ گولڈ زیہر کا تعلق ہنگری سے تھا۔ انہوں نے اپنی جرمن کتاب Muhammedanische Studien میں حدیث سے متعلق جن شکوک و شبہات کا اظہار کیا، کم و بیش وہی ایشوز مسلم دنیا کے منکرین حدیث اٹھاتے رہتے ہیں۔ کچھ اسی قسم کے دلائل جوزف شاخت نے اپنے مضمون A Revaluation of Islamic Traditions میں پیش کیے۔

مسلم دنیا میں بھی متعدد منکرین حدیث پیدا ہوئے۔ شروع میں ان میں وہ لوگ تھے، جو سنت متواترہ کو تو مانتے تھے مگر خبر واحد پر مشتمل حدیث کا انکار کرتے تھے۔ ان میں سے بعض وہ تھے جو حدیث کو بھی مانتے تھے مگر بخاری و مسلم کی کچھ احادیث کے بارے میں ان کا موقف یہ تھا کہ یہ احادیث صحیح نہیں ہیں۔ اس پر اہل حدیث علماء نے انہیں بھی منکرین حدیث کے ضمرے میں شمار کیا۔ انکار حدیث کے نقطہ نظر کو فروغ زیادہ تر برصغیر جنوبی ایشیا ہی میں حاصل ہوا۔ عالم عرب میں بعض منکرین حدیث پیدا ہوئے مگر ان کا طرز فکر زیادہ پھیل نہ سکا۔ ملائشیا کے ایک منکر حدیث قاسم احمد (b. 1933) کی اس موضوع پر ایک کتاب ملتی ہے مگر ان کا موقف بھی مقبول نہ ہو سکا۔

برصغیر کے وہ لوگ جن کا منکرین حدیث میں شمار کیا گیا، ان میں سر سید احمد خان (1817-1898)، چراغ علی (1844-1895)، عبداللہ چکڑالوی (d. 1930)، اور اسلم جیراج پوری (1882-1955) نمایاں ہیں۔ ان میں سر سید اور چراغ علی احادیث کے کلیتاً منکر نہ تھے بلکہ بعض احادیث پر تنقید کرتے تھے۔ عبداللہ چکڑالوی نے "اہل قرآن" نامی ایک جماعت بنائی۔ ان کے بعد اسلم جیراجپوری نے احادیث کا انکار کیا اور مرکز ملت کا تصور پیش کیا۔ انہی حضرات کے طرز فکر کو غلام احمد پرویز (1903-1986) نے عروج پر پہنچا دیا۔ انہوں نے نہ صرف سنت متواترہ اور حدیث کا انکار کیا بلکہ صرف قرآن کی بنیاد پر ایک پورا فلسفہ اور نظام فکر بھی ترتیب دیا۔ پرویز صاحب احادیث کو تاریخی ریکارڈ کے طور پر تو قبول کر لیتے ہیں مگر انہیں اسلامی احکام کی بنیاد نہیں مانتے ہیں۔ پرویز صاحب کی فکر، جدید تعلیم یافتہ طبقے میں کافی مقبول ہوئی۔ اسی طرز فکر سے ڈاکٹر غلام جیلانی برق (1901-1985) بھی متاثر ہوئے تاہم انہوں نے اپنے منکر حدیث ہونے کا شدت سے انکار کیا۔

برصغیر کے جن علماء نے صحیح بخاری و مسلم کی بعض احادیث پر تنقید کی، انہیں بھی منکر حدیث قرار دے دیا گیا۔ ان میں حبیب الرحمان کاندھلوی(1924-1991)، عمر احمد عثمانی(d. 1991)، اور تمنا عمادی(1888-1972) شامل ہیں۔ بعض اہل حدیث علماء نے سید ابو الاعلیٰ مودودی(1903-1979) اور امین احسن اصلاحی(1904-1997) کو بھی منکر حدیث یا کم از کم استخفاف حدیث (حدیث کا درجہ کم کرنا) کا مجرم قرار دیا ہے۔

انکار حدیث پر مسلم علماء کی جانب سے شدید رد عمل سامنے آیا۔ کم و بیش ہر طبقے اور ہر مسلک کے علماء نے انکار حدیث کے خلاف ڈھیروں کتابیں لکھیں اور منکرین حدیث کے دلائل کا جواب دیا۔ ان میں جو کتب مشہور ہوئیں، ان میں مولانا عبدالرحمن کیلانی کی "آئینہ پرویزیت"، سید ابو الاعلیٰ مودودی کی "سنت کی آئینی حیثیت"، علامہ تقی عثمانی کی "حجیت حدیث"، پیر محمد کرم شاہ الازہری کی "سنت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم" کو بطور نمائندہ کتب کے پیش کیا جا سکتا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر ہندوستانی عالم ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ Studies in Hadith Methodology and Literature (p. 1977) میں جوزف شاخت اور دیگر مستشرقین کے اٹھائے ہوئے سوالات کے جواب دیے۔ ان کے علاوہ ترک عالم ڈاکٹر فواد سیزگن (b. 1924) نے جرمن زبان میں حدیث پر تفصیلی کام کیا۔ اس کام کے نتیجے میں مستشرقین کی جانب سے حدیث پر اعتراض کا سلسلہ اب تقریباً ختم ہو گیا ہے۔ دوسری طرف پرویز صاحب کے بعد منکرین حدیث کو ان کے درجے کے مفکر اور صاحب طرز ادیب بھی میسر نہیں آ سکے جس کی وجہ سے انکار حدیث کا طرز فکر اب ختم ہوتا جا رہا ہے۔ پھر بھی کچھ لوگ باقی ہیں جو احادیث کا انکار کرتے ہیں۔

اسائن منٹس

- برصغیر کے اہم منکرین حدیث کون کون سے ہیں؟
- سنت متواترہ اور اخبار احاد سے متعلق منکرین حدیث کے نظریات کیا ہیں؟

تعمیر شخصیت

ہمیشہ یاد رکھیے کہ ہمیں اپنے رب سے جا کر ملاقات کرنا ہے اور اس ملاقات میں ہم اپنے اعمال کے لئے جواب دہ ہوں گے۔

باب 2: حجیت حدیث اور انکار حدیث

اس باب میں ہم تفصیل سے ان دلائل کا مطالعہ کریں گے جو عام مسلم علماء حدیث و سنت کے حق میں پیش کرتے ہیں اور یہ دیکھیں گے کہ مشہور منکرین حدیث کا اس معاملے میں کیا موقف ہے۔ اس کے بعد ہم منکرین حدیث کے دلائل پیش کریں گے اور یہ دیکھیں گے کہ عام مسلم علماء ان کا کیا جواب دیتے ہیں۔

حدیث و سنت کے حق میں دلائل

مسلم اہل علم، جو کہ حدیث و سنت کی حجیت کے قائل ہیں اپنے نقطہ نظر کے حق میں قرآن مجید اور عقل عام سے متعدد دلائل پیش کرتے ہیں۔ انہیں ہم الگ الگ بیان کریں گے۔

قرآن مجید سے دلائل

قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمْ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلالٍ مُبِينٍ.

اللہ کا اہل ایمان پر یہ عظیم احسان ہوا کہ اس نے ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ وہ ان پر اس کی آیتیں تلاوت کرتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔ (آل عمران 3:164)

عام مسلمانوں کا موقف یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کردار معاذ اللہ کسی ڈاکیے کا کردار نہ تھا کہ آپ بس اللہ تعالی کی وحی لوگوں تک پہنچا دیں بلکہ آپ کا کردار تعلیم و تربیت کرنے والے استاذ کا تھا کہ آپ قرآن مجید کی تعلیمات کی روشنی میں لوگوں کا تزکیہ نفس کریں، انہیں کتاب و حکمت سکھائیں اور قرآن سے متعلق جو سوالات پیدا ہوں، ان کی تشریح کریں۔ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ.

اے اہل ایمان! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اولوا الامر کی اطاعت کرو۔ اگر تمہارا کسی معاملے میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔ (النساء 4:59)

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلاَّ لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ.

ہم نے رسول کو صرف اسی لیے بھیجا ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے۔(النساء4:64)

فَلا وَرَبِّكَ لا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجاً مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيماً.

نہیں! آپ کے رب کی قسم! وہ صاحب ایمان نہ ہوں گے جب تک کہ آپ کو اپنے تمام اختلافات میں فیصلہ کرنے والا نہ بنائیں۔ پھر آپ جو فیصلہ کر دیں اس سے متعلق اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور سر تسلیم خم کر دیں۔(النساء4:65)

وَمَا آتَاكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا.

رسول تمہیں جو بھی دیں، اسے لے لو اور جس سے روکیں، اس سے باز رہو۔(الحشر59:7)

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمْ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ.

[اے نبی!] آپ فرمایئے: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اللہ غفور و رحیم ہے۔(آل عمران3:31)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کا مضمون قرآن مجید میں اتنی تفصیل سے بیان ہوا ہے کہ اس سلسلے میں ان گنت مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ مسلم علماء کا کہنا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع کی صورت اب یہی ہے کہ آپ کے جو احکام ہم تک مستند ذرائع سے پہنچے ہیں، ہم ان کی اطاعت کریں۔

منکرین حدیث اس کے جواب میں صرف یہی کہتے ہیں کہ ان تمام آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے مراد قرآن کی اطاعت ہے۔ اس کے جواب میں حدیث و سنت کے قائل علماء کہتے ہیں کہ اگر ایسا ہوتا تو اللہ کی اطاعت کا حکم ہی کافی تھا۔ پھر رسول کی اطاعت کا حکم الگ سے دینے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ علامہ تقی عثمانی(b. 1937) لکھتے ہیں:

قرآن کریم میں صرف "اللہ تعالی کی اطاعت" کا ذکر کافی نہیں سمجھا گیا اور اس کے ساتھ رسول کی اطاعت کا الگ ذکر لازمی طور پر کیا گیا تا کہ اطاعت رسول کو نظر انداز کرنے کے کسی معمولی سے عذر کو بھی ختم کر دیا جائے اور اس بارے میں کوئی خفیف سے خفیف شبہ بھی باقی نہ رہے کہ اللہ تعالی کی اطاعت اس وقت تک مکمل نہیں ہے جب تک کہ رسول کی اطاعت اس کی تمام ترجزئیات کے ساتھ اختیار نہ کر لی جائے۔[i]

منکرین حدیث میں سے بعض حضرات کا موقف یہ ہے کہ جہاں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، وہاں اس سے مراد مرکز ملت کی اطاعت ہے۔ حافظ محمد اسلم جیراجپوری لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حیثیتیں تھیں:

1۔ پیغمبری: یعنی پیغامات الہی کو لوگوں کے پاس بلا کم و کاست پہنچا دینا۔ اس حیثیت سے آپ کی تصدیق کرنا اور آپ کے اوپر ایمان لانا فرض کیا

گیا۔ یہ پیغمبری آپ کی ذات پر ختم ہو گئی۔

2۔ امامت: یعنی امت کا انتظام، اس کو قرآن کے مطابق چلانا، اس کی شیرازہ بندی، ان کے باہمی قضایا کے فیصلے، تدبیر مہمات اور جنگ و صلح جیسے اجتماعی امور پر ان کی قیادت اور قائم مقامی وغیرہ۔ اس حیثیت سے آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری لازم کی گئی۔

یہ امامت کبریٰ جو آپ کی ذات سے بنی نوع انسان کی صلاح و فلاح کے لیے قائم ہوئی، قیامت تک مستمر [جاری] ہے جو آپ کے زندہ جانشینوں کے ذریعے سے ہمیشہ رہنی چاہیے۔ قرآن میں اطاعت رسول کے جو احکام ہیں، آپ کی ذات اور زندگی تک محدود نہیں ہیں، بلکہ منصب امامت کے لیے ہیں، جس میں آپ کے آنے والے تمام خلفاء داخل ہیں۔ ان کی اطاعت رسول کی اطاعت ہے اور رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ قرآن میں جہاں جہاں اللہ و رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، اس سے مراد امام وقت یعنی مرکز ملت کی اطاعت ہے۔ جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم امت میں موجود تھے، ان کی اطاعت اللہ و رسول کی اطاعت تھی اور آپ کے بعد آپ کے زندہ جانشینوں کی اطاعت اللہ و رسول کی اطاعت ہو گی۔ رسول کی اطاعت یہ ہرگز نہیں ہے کہ ان کے بعد جو کوئی ان کے نام سے کچھ کہہ دے، ہم اس کی تعمیل کرنے لگیں۔[ii]

اس کے جواب میں حدیث و سنت کے قائل علماء کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و امامت کی حیثیتوں میں فرق درست نہیں ہے۔ قرآن مجید نے کہیں بھی اس معاملے میں فرق نہیں کیا ہے۔ رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین تو ان کے لیے "اولوا الامر" کا لفظ استعمال ہوا ہے اور یہ بھی بیان ہو گیا ہے کہ اگر ان سے کسی بات پر اختلاف رائے ہو بھی جائے تو معاملے کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دیا جائے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ.

اے اہل ایمان! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اولوا الامر کی اطاعت کرو۔ اگر تمہارا کسی معاملے میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔ (النساء 4:59)

حدیث و سنت کے قائل علماء ایسی بکثرت احادیث پیش کرتے ہیں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر عمل کیا مگر منکرین حدیث چونکہ ان احادیث ہی کو مانتے نہیں ہیں، اس وجہ سے ان کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

عقلی دلائل

عام مسلم علماء سنت کی حجیت کے حق میں بہت سے عقلی دلائل پیش کرتے ہیں جو کہ یہ ہیں:

- اللہ تعالیٰ نے صرف ایک کتاب بھیجنے پر اکتفا ہی نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے تا کہ آپ اس کتاب کی تشریح و توضیح کریں۔
- سنت کے انکار سے کتاب اللہ پر عمل ممکن نہیں ہے۔ صلوۃ ہی کو لیجیے، قرآن مجید میں صرف اتنا بیان ہے کہ نماز قائم کرو۔

بعض مقامات پر نماز کے بعض ارکان کا ذکر ہے اور بس۔ نماز کیسے قائم کی جائے؟ کس طرح پڑھی جائے؟ کس وقت پر پڑھی جائے؟ اس کی رکعات کتنی ہوں؟ یہ سب تفصیلات ہمیں سنت سے ملتی ہیں۔ یہی معاملہ دین کے دیگر احکام جیسے روزہ، زکوۃ، حج، نکاح، طلاق، حدود و تعزیرات اور جہاد کا ہے۔

دوسری دلیل کے جواب میں منکرین حدیث کے دو گروہ ہو جاتے ہیں۔ ایک گروہ کا کہنا یہ ہے کہ یہ تمام احکام سنت متواترہ سے ثابت ہو جاتے ہیں جبکہ احادیث کو ماننا ضروری نہیں ہے۔ دوسرا گروہ سنت متواترہ کا انکار بھی کر کے دین کے ان احکام کی خود تشریح کرتا ہے۔ مثال کے طور پر عبداللہ چکڑالوی صاحب کے بعض پیروکاروں نے تین وقت کی نماز پڑھنا شروع کی جس میں ہر نماز میں دو رکعتیں اور ہر رکعت میں ایک سجدہ تھا۔ غلام احمد پرویز صاحب نے اس پر شدید تنقید کی اور "اقامت الصلوۃ" کا مفہوم یہ اخذ کیا کہ پورے نظام زندگی کو اللہ تعالی کی اطاعت کے مطابق چلایا جائے۔ تاہم انہوں نے یہ تسلیم کیا کہ جب تک اسلامی حکومت قائم نہیں ہوتی، تب تک مسلمان جیسے نماز پڑھتے آ رہے ہیں، ویسے ہی پڑھتے رہیں۔[iii]

منکرین حدیث کے دلائل

منکرین حدیث اپنے نقطہ نظر کے حق میں جو دلائل پیش کرتے ہیں، وہ بنیادی طور پر تین اقسام پر مشتمل ہیں:

- خود احادیث و آثار سے حدیث کی ممانعت
- تدوین حدیث سے متعلق شبہات
- بعض احادیث پر عقلی اعتراضات

ان میں سے پہلی قسم کے دلائل کا جائزہ ہم اسی باب میں لیں گے جبکہ بقیہ دو پر اگلے باب میں بحث کریں گے۔

احادیث و آثار سے حدیث کی ممانعت

منکرین حدیث کا کہنا یہ ہے کہ خود بعض احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احادیث کو لکھنے اور روایت کرنے سے منع فرمایا۔ اسی طرح خلفاء راشدین سیدنا ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کا طرز عمل یہ تھا کہ یہ حضرات احادیث کو لکھنے اور روایت کرنے کو پسند نہ کرتے تھے۔ یہی معاملہ دیگر صحابہ کبار کا تھا۔ اپنے نقطہ نظر کے حق میں یہ حضرات چند روایات پیش کرتے ہیں۔ یہاں ہم حافظ محمد اسلم جیراجپوری صاحب کی کتاب "مقام حدیث" سے یہ روایات پیش کر رہے ہیں۔ ان تمام روایات کا جواب اہل حدیث عالم علامہ عبدالرحمن کیلانی (d. 1995) نے دیا ہے۔ اسے ہم ان کی کتاب "آئینہ پرویزیت" سے نقل کریں گے۔

1۔ بکثرت احادیث روایت کرنے کی ممانعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے:

حَدّثَنا أبو بَكْرِ بن أبي شيبة، حَدّثَنا يحي بن يعلى التيمي، عَنْ مُحَمَّد بن إسحاق، عَنْ معبد بن كعب، عَنْ أبي قتادة قَالَ: سمعت رَسُول اللّه صلى اللّه عليه وسلم يَقُولُ، على هذا المنبر ((إيَاكُم وكثرة الحديث عني. فمِن قَالَ عليَّ فليقل حقاً أو صدقاً. ومِن تقول علي ما لم أقل فليتبوأ مقعده مِن النَّار)).

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا: "مجھ سے کثرت سے حدیث بیان کرنے میں محتاط رہو۔ جو کوئی میرے بارے میں کچھ کہے تو صرف حق اور سچ بات کہے۔ اگر کوئی میرے بارے میں ایسی بات کہے جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔" (ابن ماجہ، مقدمہ، حدیث 35)

اس حدیث کی بنیاد پر منکرین حدیث کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی احادیث کو کثرت سے بیان کرنے کی ممانعت فرمائی ہے اور مسلمانوں نے اتنی احادیث بیان کر کے اس حکم کی مخالفت کی ہے۔ عام مسلم علماء کہتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حدیث بیان کرتے ہوئے محتاط رہنا چاہیے اور آپ کی طرف جھوٹی بات کی نسبت ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔ اس حدیث میں ممانعت ہے تو جھوٹی بات بیان کرنے کی ہے۔ کثرت حدیث کی ممانعت کی وجہ یہی ہے کہ زیادہ احادیث بیان کرتے ہوئے انسان ہر قسم کے رطب و یابس کو قبول کرتا چلا جائے۔

اس کے علاوہ بہت سی ایسی احادیث موجود ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بات کو آگے پہنچانے کا حکم دیا ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع اس کی ایک مثال ہے جس کے آخر میں آپ نے فرمایا: **ليبلغ الشاهد الغائب، فإن الشاهد عسى أن يبلغ من هو أوعى له منه** یعنی "موجود شخص غائب تک یہ باتیں پہنچا دے، ممکن ہے کہ موجود شخص بات کو اس تک پہنچا دے جو اسے زیادہ بہتر سمجھنے والا ہو۔" (بخاری، حدیث 67) اسی طرح قبائل عرب کے وفود جب مدینہ آئے تو آپ نے انہیں دین اور سنت سکھا کر ان نے فرمایا: **احفظوهن وأخبروا بهن من وراءكم** یعنی "انہیں یاد کر لیجیے اور ان تک پہنچا دیجیے جو آپ کے پیچھے موجود ہیں۔" (بخاری، حدیث 53) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا:

حدثنا بن أبي عمر حدثنا سفيان عن عبد الملك بن عمير عن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود يحدث عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال نضر الله امرأ سمع مقالتي فوعاها وحفظها وبلغها فرب حامل فقه إلى من هو أفقه منه.

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ اس شخص کو ترو تازہ رکھے جس نے میری باتوں کو سنا، پھر انہیں سمجھا اور یاد کر لیا اور پھر آگے پہنچا دیا۔ عین ممکن ہے کہ وہ جس تک یہ بات پہنچائے، وہ اسے بہتر سمجھنے والا ہو۔ (ترمذی، کتاب العلم عن رسول اللہ، حدیث 2658)

ان احادیث کی بنیاد پر عام مسلم علماء کہتے ہیں کہ منکرین حدیث ان کثیر احادیث کی طرف تو توجہ نہیں کرتے ہیں جن میں رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو آگے پہنچانے کا حکم ہے مگر جن احادیث میں کسی خاص سیاق و سباق میں روایت حدیث میں احتیاط برتنے کا حکم ہے، ان کو لے کر بات کو کہیں کا کہیں پہنچا دیتے ہیں۔

2۔ کتابت حدیث کی ممانعت

منکرین حدیث اپنے نقطہ نظر کے حق میں یہ حدیث بھی پیش کرتے ہیں:

حدثنا هداب بن خالد الأزدي. حدثنا همام عن زيد بن أسلم، عن عطاء بن يسار، عن أبي سعيد الخدري؛ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال "لا تكتبوا عني. ومن كتب عني غير القرآن فليمحه. وحدثوا عني، ولا حرج. ومن كذب علي – قال همام أحسبه قال – متعمدا فليتبوأ مقعده من النار".

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھ سے کچھ مت لکھو۔ جس نے قرآن کے علاوہ کچھ اور لکھ رکھا ہو تو وہ اسے مٹا دے۔ ہاں مجھ سے حدیث بیان کر لو کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا (ہمام کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا) جان بوجھ کر تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔" (مسلم، کتاب الزہد، حدیث 3004)

منکرین حدیث کا کہنا یہ ہے کہ اس سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی احادیث کا پھیلانا پسند نہ تھا، اس وجہ سے آپ نے اس کی ممانعت فرمائی تا کہ لوگ احادیث میں مشغول ہو کر قرآن سے بے پرواہ نہ ہو جائیں۔

اس کے جواب میں مسلم علماء کا کہنا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات قرآن کی تشریح و تعبیر ہی ہوتی تھی، پھر احادیث میں مشغولیت سے قرآن سے بے پرواہی ہونا ممکن ہی نہ تھی۔ خود اسی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات بیان کرنے کی اجازت دی ہے۔ یہ بات علمی دیانت کے خلاف ہے کہ حدیث کے اس ٹکڑے کو تو بیان کر دیا جائے جس سے منکرین حدیث کے نقطہ نظر کی تائید ہوتی ہے مگر اگلے حصے کو نظر انداز کر دیا جائے۔ ان کا مزید کہنا یہ ہے کہ حدیث لکھنے کی ممانعت عمومی نوعیت کی نہیں تھی بلکہ اس کا ایک خاص مقصد تھا۔ یہ وجہ مسند احمد کی ایک روایت سے واضح ہو جاتی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید لکھوا رہے تھے تو اس موقع پر بعض صحابہ نے قرآن والے کاغذات اور پارچہ جات پر احادیث لکھنا شروع کر دیں۔ آپ نے قرآن و حدیث کو خلط ملط ہونے سے بچانے کے لیے اس کی ممانعت فرمائی کہ قرآن مجید والے کاغذات پر حدیث کو نہ لکھا جائے۔ پوری حدیث یہ ہے:

حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا قُعُودًا نَكْتُبُ مَا نَسْمَعُ مِنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ مَا هَذَا تَكْتُبُونَ فَقُلْنَا مَا نَسْمَعُ مِنْكَ فَقَالَ أَكِتَابٌ مَعَ كِتَابِ اللَّهِ فَقُلْنَا مَا نَسْمَعُ فَقَالَ اكْتُبُوا كِتَابَ اللَّهِ أَمْحِضُوا كِتَابَ اللَّهِ أَكِتَابٌ غَيْرُ كِتَابِ اللَّهِ أَمْحِضُوا كِتَابَ اللَّهِ أَوْ خَلِّصُوهُ قَالَ فَجَمَعْنَا مَا كَتَبْنَا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ ثُمَّ أَحْرَقْنَاهُ بِالنَّارِ قُلْنَا أَيْ رَسُولَ اللَّهِ أَنَتَحَدَّثُ عَنْكَ قَالَ نَعَمْ تَحَدَّثُوا عَنِّي وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنْ النَّارِ قَالَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَتَحَدَّثُ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ قَالَ نَعَمْ تَحَدَّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ فَإِنَّكُمْ لَا تَحَدَّثُوا عَنْهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا وَقَدْ كَانَ فِيهِمْ أَعْجَبَ مِنْهُ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم بیٹھ کر جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے، اسے لکھ لیتے۔ آپ ایک دن ہمارے پاس باہر نکلے اور فرمایا: "آپ لوگ یہ کیا لکھتے ہیں؟" ہم نے عرض کیا: "جو کچھ آپ سے سنیں۔" آپ نے فرمایا: "کیا اللہ کے کتاب کے ساتھ ایک اور کتاب؟" ہم نے عرض کیا: "جو ہم سنتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "آپ اللہ کی کتاب کو ہی لکھا کریں۔ اللہ کی کتاب میں کتاب اللہ کے علاوہ جو کچھ ہے، اسے مٹا دیجیے۔ اللہ کی کتاب میں کتاب اللہ کے علاوہ جو کچھ ہے، اسے مٹا دیجیے یا اسے خالص کر دیجیے۔"

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ لکھا تھا، اسے ایک جگہ جمع کیا اور پھر اسے آگ لگا دی۔ پھر عرض کیا: "یارسول اللہ! کیا ہم آپ کی حدیث بیان کر لیا کریں؟" فرمایا: "ہاں! میری حدیث بیان کر لیجیے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ جس نے جان بوجھ کر مجھ سے جھوٹ منسوب کیا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔" ہم نے عرض کیا: "یارسول اللہ! کیا ہم بنی اسرائیل سے روایات بیان کر لیا کریں؟" فرمایا: "ہاں! ان کی روایات بھی بیان کر لیجیے، اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ آپ ان سے اسی صورت میں ہی روایت بیان کریں گے جب ان کے پاس کوئی زیادہ اہم بات ہو گی۔" (مسند احمد، باب ابو ہریرہ، حدیث10670)

3۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جانب سے روایت حدیث کی ممانعت

منکرین حدیث کا کہنا یہ ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث روایت کرنے سے منع فرمایا۔ اسلم جیر اجپوری لکھتے ہیں کہ آپ نے بیک قلم حدیث روایت کرنے کی ممانعت فرما دی۔ مشہور محدث امام ذہبی (673-748/1274-1347) کی مشہور کتاب تذکرۃ الحفاظ کی بالکل ابتدا میں ہے:

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: "آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی احادیث بیان کرتے ہیں جن میں اختلاف ہوتا ہے۔ آپ کے بعد کے لوگوں میں یہ اختلاف شدید تر ہو جائے گا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان نہ کیا کریں۔ جب آپ سے اس بارے میں کچھ پوچھا جائے تو کہیے: ہمارے اور آپ کے درمیان اللہ کی کتاب ہے۔ اس کے حلال کو حلال سمجھیے اور حرام کو حرام۔[iv]

اس کے جواب میں عام مسلم علماء کہتے ہیں کہ جیر اجپوری صاحب نے صرف اتنی بات بیان کی ہے لیکن اس سے آگے امام ذہبی کا اس روایت پر تبصرہ نقل نہیں کیا۔ اسی روایت کے بارے میں امام ذہبی نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ مرسل روایت (ایسی روایت جس کی سند میں پہلی کڑی غائب ہو) ہے جو کہ قابل حجت نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں متعدد روایات انہوں نے نقل کی ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث انہوں نے بیان بھی کیں اور صحابہ کی بیان کردہ احادیث کو قبول بھی کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت ہی قابل قبول نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات معلوم و معروف ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بکثرت احادیث بیان کیں۔ اگر خلفاء راشدین نے اس کی ممانعت کی ہوتی تو ایسا کبھی نہ ہوتا۔

4۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی جانب سے روایت حدیث کی ممانعت

منکرین حدیث بڑے شد و مد سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مختلف اقوال پیش کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ احادیث بیان

کرنے سے روکا کرتے تھے۔ چند روایات یہ ہیں:

وحدثني محمد بن رافع وعبد بن حميد (قال عبد: أخبرنا. وقال ابن رافع: حدثنا عبدالرزاق). أخبرنا معمر عن الزهري، عن عبيدالله بن عبدالله بن عتبة، عن ابن عباس، قال:

لما حضر رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي البيت رجال فيهم عمر ابن الخطاب. فقال النبي صلى الله عليه وسلم (هلم أكتب لكم كتابا لا تضلون بعده). فقال عمر: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد غلب عليه الوجع. وعندكم القرآن. حسبنا كتاب الله. فاختلف أهل البيت. فاختصموا. فمنهم من يقول: قربوا يكتب لكم رسول الله صلى الله عليه وسلم كتابا لن تضلوا بعده، ومنهم من يقول ما قال عمر. فلما أكثروا اللغو والاختلاف عند رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قوموا.قال عبيدالله: فكان ابن عباس يقول: إن الرزية كل الرزية ما حال بين رسول الله صلى الله عليه وسلم وبين أن يكتب لهم ذلك الكتاب، من اختلافهم ولغطهم.

ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں حاضر ہوئے تو وہاں کچھ لوگ تھے جن میں عمر بن خطاب بھی تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تمہیں کچھ لکھ کر نہ دے دوں جس سے تم میرے بعد گمراہ نہ ہو۔" عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درد کا غلبہ ہے، [آپ کو تکلیف نہ دو] تمہارے پاس قرآن ہے۔ ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے۔" گھر والوں میں اختلاف ہو گیا اور وہ بحث کرنے لگے۔ ان میں سے کسی نے کہا، قریب آ کر وہ لکھ لو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھوانا چاہتے ہیں تا کہ تم آپ کے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ۔ ان میں سے بعض وہ بات کہہ رہے تھے جو عمر نے کہا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لغو اور اختلاف زیادہ ہو گیا تو آپ نے فرمایا۔ "اٹھو۔"

ابن عباس کہا کرتے تھے: یہ بہت بڑا نقصان تھا جو اس اختلاف کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی وصیت لکھوانے کے مابین ہو گیا تھا۔ (بخاری کتاب الاعتصام، ومسلم کتاب الوصیۃ)

اس حدیث میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد حسبنا کتاب اللہ یعنی "ہمیں اللہ کی کتاب ہی کافی ہے" سے منکرین حدیث یہ استدلال کرتے ہیں کہ قرآن مجید ہی کافی ہے اور حدیث کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے جواب میں مسلم علماء کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد اس وجہ سے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفات کی تکلیف میں تھے۔ اس عالم میں بھی آپ نے نصیحت لکھوانا چاہی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا خیال کرتے ہوئے اس سے منع کر دیا۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے روکنے کی کوئی بات نہیں ہے۔

منکرین حدیث دوسری روایت یہ پیش کرتے ہیں:

حدثنا عبد الرحمن بن يحيى قال حدثنا عمر بن محمد قال حدثنا علي بن عبد العزيز قال حدثنا سعيد بن منصور قال حدثنا خالد بن عبد الله عن بيان عن الشعبي عن قرظة بن كعب قال خرجنا فشيعنا عمر إلى صرار ثم دعا بماء فتوضأ ثم قال لنا أتدرون لم خرجت معكم قلنا أردت أن تشيعنا وتكرمنا قال إن مع ذلك الحاجة خرجت لها إنكم تأتون بلدة لأهلها دوي بالقرآن كدوي النحل فلا تصدوهم بالأحاديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا شريككم قال قرظة

فما حدثت بعده حدثنا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم.

قرظہ بن کعب کہتے ہیں کہ ہم [سفر کے لیے نکلے] تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ صرار کے مقام تک ہمیں الوداع کہنے آئے۔ پھر آپ نے پانی منگوایا اور وضو کیا اور پھر فرمایا: "آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ میں آپ کے ساتھ کیوں آیا ہوں؟" ہم نے کہا: "آپ شاید ہماری تکریم کے لیے ہمیں چھوڑنے آئے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "اس کے علاوہ نکلنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ آپ لوگ ایسے شہر میں جا رہے ہیں جہاں کے لوگ شہد کی مکھیوں کی طرح قرآن میں مشغول رہتے ہیں۔ انہیں احادیث کے ذریعے قرآن سے دور نہ کرنا۔ قرظہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کے بعد حدیث کبھی بیان نہ کی۔[v]

اس کے جواب میں علامہ عبدالرحمن کیلانی لکھتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اس میں شعبہ قرظہ بن کعب سے روایت کر رہے ہیں جبکہ ان کی ملاقات ہی ثابت نہیں ہے۔

اسلم جیراجپوری ایک یہ روایت بھی پیش کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو احادیث بیان کرتے ہوئے دیکھا تو ان کی جانب درہ بلند کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کس درجے میں احادیث کے بیان کو ناپسند کرتے تھے۔ اس کے جواب میں علامہ کیلانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درہ حدیث بیان کرنے کی وجہ سے بلند نہیں کیا بلکہ لوگ عقیدت مندی سے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے چلے آ رہے تھے، آپ نے اسے ناپسند کیا۔ پوری روایت یہ ہے:

وقال بن عيينة رأى عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه مع أبي جماعة فعلاه بالدرة فقال أبي أعلم ما تصنع يرحمك الله فقال عمر أما علمت أنها فتنة للمتبوع مذلة للتابع.

ابن عینیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک گروہ کو دیکھا تو انہوں نے ان کی جانب درہ بلند کیا۔ ابی نے کہا: "آپ جانتے ہیں کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔" عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہاں میں جانتا ہوں۔ جس کے پیچھے چلا جا رہا ہے، یہ چیز اس کے لیے فتنہ ہے اور پیچھے چلنے والوں کے لیے یہ ذلت کا باعث ہے۔"[vi]

جیراجپوری صاحب نے ایک روایت یہ بیان کی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے احادیث کے مجموعے کو نظر آتش کروا دیا تھا۔ اس روایت سے متعلق علامہ عبدالرحمن کیلانی لکھتے ہیں:

یہ روایت نہ سنداً درست ہے نہ عقلاً۔ سنداً اس لیے کہ یہ روایت منقطع ہے، متصل نہیں۔ اور عقلاً اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود حدیث کی ایک کتاب لکھوائی تھی، جو ان کی اولاد میں منتقل ہوتی رہی۔ امام مالک نے اس کتاب کو خود پڑھا تھا [موطاء، کتاب الزکوۃ، حدیث 700] اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کی نقل کروا کر اس پر عمل کروایا تھا۔ دارقطنی نے [اسے روایت کیا اور] اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا تھا۔[vii]

اگر یہ واقعہ ہوا بھی ہو تو اسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی احتیاط پر محمول کیا جا سکتا ہے کہ کوئی غلط بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہو کر ضائع نہ ہو جائے۔

5۔ دیگر روایات

اس کے علاوہ اسلم جیر اجپوری صاحب نے متعدد روایات پیش کی ہیں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت عمر یا حضرت علی رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کرنے سے منع کیا ہے۔ اس کے جواب میں عام مسلم علماء کہتے ہیں کہ اگر یہ حضرات حدیث بیان کرنے کو پسند نہ کرتے تو پھر خود حدیث بیان کیوں کرتے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے متعدد احادیث بخاری و مسلم میں منقول ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تو بے شمار احادیث نقل ہوئی ہیں۔ یہ درست ہے کہ یہ حضرات حدیث کے معاملے میں احتیاط کرتے تھے تاہم اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ احادیث بیان کرنا معاذ اللہ شرعاً ناجائز ہے۔ انسان کو اس بات کا دھیان رکھنا چاہیے کہ کوئی غلط بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ ہو جائے۔

اس کے علاوہ جیر اجپوری صاحب نے چند ایسی روایات پیش کی ہیں جن میں کچھ اس قسم کا واقعہ ہے کہ ایک صحابی نے کوئی حدیث بیان کی تو دوسرے صحابی نے ان پر جرح کر کے حدیث کو قبول نہیں کیا۔ جیسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث پہنچی کہ مرنے والے کے عزیز و اقربا جب اس پر بین کرتے ہیں تو مردے کو عذاب ہوتا ہے۔ سیدہ نے فرمایا: "اللہ عمر پر رحم کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا بلکہ ایک مرنے والے پر تبصرہ فرمایا تھا کہ یہ لوگ اس پر رو رہے ہیں جبکہ اسے قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔" اس کے جواب میں مسلم علماء کہتے ہیں کہ یہ وہی چیز ہے جسے محدثین درایت حدیث کہتے ہیں یعنی حدیث کے متن پر غور و فکر جس سے یہ واضح ہو جائے کہ حدیث بیان کرنے والے راوی نے بات کو سمجھنے میں کوئی غلطی تو نہیں کی۔

اسائن منٹس

- جن احادیث کو منکرین حدیث اپنے نقطہ نظر کے حق میں پیش کرتے ہیں، ان میں بیان کردہ مضمون کو ایک چارٹ کی شکل میں لکھیے اور دو کالمز میں بیان کیجیے کہ منکرین حدیث اور عام مسلم علماء انہیں کس نظر سے دیکھتے ہیں۔
- قرآن مجید کی جن آیات میں اطاعت رسول کا حکم دیا گیا ہے، بیان کیجیے کہ منکرین حدیث اور عام مسلم علماء کے نزدیک ان آیات کا مفہوم کیا ہے؟
- آپ کے خیال میں انکار سنت و حدیث کی وجوہات کیا ہیں؟

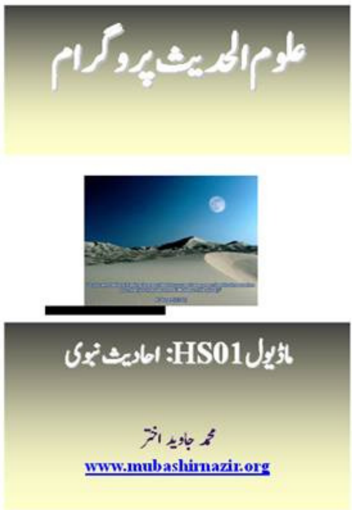

تعمیر شخصیت

اپنے دل میں اللہ تعالی اور اس کے رسولوں کی محبت پیدا کیجیے۔ اللہ تعالی کی نعمتوں میں غور و فکر کیجیے۔ یہ سوچیے کہ اگر اللہ تعالی کے رسولوں نے ہم تک اس کا پیغام نہ پہنچایا ہوتا تو ہماری اخلاقی حالت کیا ہوتی؟

---

[i] محمد تقی عثمانی (اردو ترجمہ: سعود اشرف عثمانی)۔ حجیت حدیث۔ ص23۔ لاہور: ادارہ اسلامیات (1991) www.ahlehaq.org (ac. 13 Oct 2011)

[ii] محمد اسلم جیراج پوری۔ مقام حدیث۔ لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ۔ www.scribd.com (ac. 8 Apr 2011)

[iii] Parwez, Ghulam Ahmed. As-Salaat (Gist). www.tolueislam.com (ac. 11 Oct 2011)

[iv] شمس الدین ذہبی۔ تذکرۃ الحفاظ (عربی)۔ ص3۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ۔ www.waqfeya.com (ac. 17 Oct 2009)

[v] ابن عبدالبر۔ جامع بيان العلم وفضله. باب ذكر من ذم الاكثار من الحديث دون التفهم والتفقه فيه ۔ بیروت: دار ابن جوزی۔ www.waqfeya.com (ac. 17 Oct 2011)

[vi] ذہبی، حوالہ بالا۔ ص8

[vii] عبدالرحمن کیلانی۔ آئینہ پرویزیت۔ ص493۔ مکتبۃ السلام (2004)۔ www.kitabosunnat.com (ac. 11 Oct 2011)

باب 3: تدوین حدیث کی تاریخ اور اس پر منکرین حدیث کے اعتراضات

منکرین حدیث کا بالعموم موقف یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو محفوظ رکھ کر اگلی نسلوں تک منتقل کرنے کا اہتمام نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے آپ کی احادیث صحیح صورت میں ہم تک پہنچ نہیں سکیں۔ مزید بر آں پہلی دو تین صدیوں میں وضع حدیث کا فتنہ برپا ہوا۔ لوگوں نے اپنے سیاسی اور دنیاوی مقاصد کے لیے احادیث گھڑنے کا سلسلہ شروع کیا۔ انہوں نے نہ صرف احادیث وضع کر لیں بلکہ ان کی پوری پوری سندیں بھی گھڑ کر ساتھ لگا دیں۔ احادیث کے جو مجموعے اس وقت دستیاب ہیں، وہ تیسری صدی ہجری میں لکھے گئے ہیں۔ ان کتابوں کے مصنفین نے جو احادیث سنیں، انہیں اپنی کتب میں درج کر لیا۔ اب یہ پتہ چلانا ممکن نہیں ہے کہ کونسی حدیث اصلی ہے اور کونسی جعلی؟

اس کے جواب میں مسلم علماء کہتے ہیں کہ یہ بات "اصول الحدیث" سے عدم واقفیت کی بنیاد پر کہی گئی ہے۔ محدثین نے جس درجے میں کھری اور کھوٹی احادیث کو پرکھنے کا کام سر انجام دیا ہے، اس کی کوئی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔ اس لیے مناسب ہو گا کہ اگر اس معیار کا جائزہ لیا جائے جس پر محدثین حدیث کی صحت کو پرکھتے ہیں۔ یہاں ہم اس فن کے اہم اصولوں کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں:

سند اور متن میں فرق

علم حدیث میں کسی بھی حدیث کے دو حصے مانے جاتے ہیں: ایک حصہ اس کی سند اور دوسرا متن۔ "سند" سے مراد وہ حصہ ہوتا ہے جس میں حدیث کی کتاب کو ترتیب دینے والے امامِ حدیث (Compiler) سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم تک کے تمام راویوں (حدیث بیان کرنے والے) کی مکمل یا نامکمل زنجیر (Chain of Narrators) کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔

"متن" حدیث کا اصل حصہ ہوتا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کوئی ارشاد، آپ کا کوئی عمل یا آپ سے متعلق کوئی حالات بیان کئے گئے ہوتے ہیں۔ سند کی تحقیق میں سند کا حدیث کی کتاب کے مصنف سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم تک ملا ہوا ہونا اور راویوں پر جرح و تعدیل شامل ہیں جبکہ متن کی تحقیق کو درایت حدیث کہا جاتا ہے۔ حدیث کے قابل اعتماد ہونے یا نہ ہونے کو ان اصولوں پر پرکھا جاتا ہے:

- کیا حدیث کی سند مصنف کتاب سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک متصل ہے؟ کہیں اس میں کوئی کڑی غائب تو نہیں ہے؟ اسے سند کا اتصال کہا جاتا ہے۔

- حدیث کی سند میں جو جو لوگ آ رہے ہیں، کیا وہ قابل اعتماد ہیں؟ ان کا کردار کیسا ہے؟ ان کی عمومی شہرت کیسی ہے؟ احادیث کو یاد رکھنے یا لکھ کر محفوظ کرنے کے معاملے میں وہ کیسے لوگ تھے؟ اس عمل کو "جرح و تعدیل" کہا جاتا ہے؟
- کیا حدیث قرآن مجید یا دیگر صحیح احادیثوں سے مطابقت رکھتی ہے؟ اگر ایسا نہ ہو تو حدیث "شاذ" کہلاتی ہے اور اسے مسترد کر دیا جاتا ہے۔
- حدیث میں کہیں کوئی ایسی بات تو بیان نہیں ہوئی جو عقل عام کے اصولوں کے خلاف ہو؟ [1]

سند کا اتصال

سب سے پہلے تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ سند حدیث بیان کرنے والے سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم تک ملی ہوئی ہے یا نہیں۔ اگر ایک راوی کی وفات مثلاً سن 200 میں ہوئی ہے اور کوئی شخص اس سے 210 میں حدیث روایت کرنے کا دعوی کر رہا ہو تو ظاہر ہے وہ اپنے دعوے میں درست نہیں ہے۔ ایسی صورت میں سند متصل (یعنی ملی ہوئی) نہیں بلکہ منقطع (ٹوٹی ہوئی) ہوتی ہے۔

راویوں پر جرح و تعدیل

فن رجال وہ علم ہے جس میں حدیث بیان کرنے والے تقریباً تمام راویوں کی عمومی شہرت کا ریکارڈ مل جاتا ہے۔ حدیث میں اس ملاوٹ کی وجہ سے محدثین نے احادیث کو پرکھنے کے اصول مرتب کئے تاکہ فلٹر کر کے اصلی اور جعلی احادیث میں فرق کیا جا سکے۔ ان اصولوں کو سمجھنے کے لئے ہم ایک مثال سے وضاحت کرتے ہیں۔

فرض کیجیے امام ترمذی اپنی کتاب "الجامع الصحیح سنن" میں جو جامع ترمذی کے نام سے مشہور ہے ایک حدیث بیان کرتے ہیں۔ اس حدیث کے سند والے حصے میں سند کچھ یوں بیان ہوتی ہے: "ہم سے اس حدیث کو راوی 'اے' نے بیان کیا، ان سے اس حدیث کو 'بی' نے بیان کیا، ان سے اس حدیث کو 'سی' نے بیان کیا، انہوں نے اس حدیث کو 'ڈی' سے سنا اور انہوں نے 'حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ---------- [حدیث کا متن]"۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے لے کر امام ترمذی تک پانچ افراد ہیں جن میں سے ایک صحابی رسول سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے علاوہ چار اور اشخاص ہیں، چھٹے امام ترمذی خود ہیں۔ ہمیں یہ چیک کرنا ہے کہ کیا یہ حدیث واقعی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی یا پھر کسی نے اسے اپنی طرف سے وضع کر کے آپ کی طرف منسوب کر دیا ہے یعنی دوسرے لفظوں میں یہ چیک کرنا ہے کہ یہ حدیث اصلی ہے یا جعلی۔

اس چیکنگ کے لئے محدثین نے جو ٹیسٹ ایجاد کئے ہیں، ان میں سے سب سے پہلا اور اہم ترین یہ ہے کہ حدیث کے راویوں کو اچھی طرح دیکھ لیا جائے کہ وہ قابل اعتبار ہیں کہ نہیں۔ اس اصول کی بنیاد قرآن مجید کی اس آیت پر ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ

جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا. (الحجرات 49:4) "اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی اچھی طرح جانچ پڑتال کر لو۔"

امام ترمذی حدیث کے مشہور امام ہیں اور ان کے حالات ہمیں تفصیل سے معلوم ہیں۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ وہ انتہائی دیانت دار، محتاط اور قابل اعتماد شخص ہیں۔ اس معاملے میں ان کے بارے میں پوری امت کا اتفاق ہے۔ ان کی کتاب جامع ترمذی ان کی زندگی ہی میں مشہور ہوگئی تھی۔ بہت سے طلباء نے ان سے یہ کتاب پڑھی تھی۔ اس کی سینکڑوں کاپیاں ان کی زندگی ہی میں تیار ہو کر عالم اسلام میں پھیل چکی تھیں۔ اس وقت سے لے کر آج تک اس کتاب کی لاکھوں کاپیاں تیار کی جاچکی ہیں اور ہر دور میں، ہر دینی مدرسے میں حدیث کے طالب علم اس کتاب کو پڑھتے آرہے ہیں، اس کی بہت سی شروحات (Commentaries) لکھی جاچکی ہیں، چنانچہ اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ کسی نے ان کی کتاب میں اپنی طرف سے کوئی حدیث گھڑ کر لکھ دی ہو۔

ایسا ضرور ممکن ہے کہ جامع ترمذی کے مختلف نسخوں میں کتابت وغیرہ کی غلطیوں کے باعث تھوڑا بہت فرق پایا جاتا ہو لیکن مجموعی طور پر اس کتاب کے اپنے مصنف کی طرف منسوب ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف موجود نہیں ہے۔ جامع ترمذی کے ہر دور کے نسخے دنیا بھر کی لائبریریوں اور میوزیمز میں دستیاب ہیں۔ قدیم دور کی قلمی کتابیں، جنہیں مخطوطہ کہا جاتا ہے، کو ڈیجیٹل تصاویر کی صورت میں دنیا بھر کے محققین کے لئے دستیاب کر دیا گیا ہے۔ جامع ترمذی کے مختلف ادوار کے نسخوں کا اگر ایک دوسرے سے تقابل کیا جائے تو ان میں کوئی بہت بڑا فرق موجود نہیں ہے۔ کسی کی کتاب میں اپنی طرف سے کچھ داخل کر دینے کا عمل صرف انہی کتابوں ہی میں ممکن ہے جو صرف چند افراد تک محدود تھیں مثلاً اہل تصوف کی کتابیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہم سے لے کر امام ترمذی تک تو کوئی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

اسی طرح سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ آپ کی دیانت داری اور حدیث کو محفوظ رکھنے کی صلاحیت پر کوئی شک نہیں کر سکتا۔ ضرورت اصل میں امام ترمذی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان موجود چار اشخاص کو تفصیل سے چیک کرنے کی ہے کیونکہ اگر کوئی گڑبڑ ہو سکتی ہے تو وہ ان ہی میں ہو سکتی ہے۔ اس چیکنگ کو محدثین "جرح و تعدیل" کا نام دیتے ہیں۔

اس عمل میں ان میں سے ہر شخص کے بارے میں یہ سوالات کئے جاتے ہیں کہ کیا ان کی شہرت ایک دیانت دار اور محتاط شخص کی ہے؟ کیا وہ اپنی نارمل زندگی میں ایک معقول انسان تھے؟ کہیں وہ لاابالی اور لاپرواہ سے آدمی تو نہیں تھے؟ کہیں وہ کسی ایسے سیاسی یا مذہبی گروہ سے تعلق تو نہیں رکھتے تھے جو اپنے عقائد و نظریات کو فروغ دینے کے لئے حدیثیں گھڑتا ہو؟ کہیں وہ کسی شخصیت کی عقیدت کے جوش میں اندھے تو نہیں ہو گئے تھے؟ عمر کے کسی حصے میں کہیں ان کی یادداشت تو کمزور نہیں ہو گئی تھی یا ان کی حدیث لکھنے والی ڈائری گم تو نہیں ہو گئی تھی؟ یہ صاحب حدیثوں کو لکھ لیتے تھے یا ویسے ہی یاد کر لیتے تھے؟ ان کے قریب جو لوگ تھے، اُن کی اِن کے بارے میں کیا رائے ہے؟ وہ کس شہر میں رہتے تھے؟ انہوں نے کس کس امام حدیث سے کس زمانے میں تعلیم حاصل کی؟ وہ کب پیدا ہوئے

اور کب فوت ہوئے؟ ان کی کس کس محدث اور راوی سے ملاقات ثابت ہے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہزاروں راویوں کے بارے میں یہ معلومات کہاں سے آئیں گی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ فن رجال کے ماہرین نے اپنی پوری زندگیاں وقف کر کے ان تمام معلومات کا اہتمام کر دیا ہے۔ انہوں نے ان راویوں کے شہروں کا سفر کیا اور ان راویوں کے بارے میں معلومات اکٹھی کیں۔ چونکہ یہ لوگ حدیث بیان کرنے کی وجہ سے اپنے اپنے شہروں میں مشہور افراد تھے، اس لئے ان کے بارے میں معلومات بھی نسبتاً آسانی سے مل گئیں۔ یہ تمام معلومات فن رجال کی کتابوں میں محفوظ کر دی گئی ہیں۔ یہ کتب بھی عام شائع ہوتی ہیں اور کوئی بھی شخص انہیں حاصل کر سکتا ہے۔ اب تو انٹرنیٹ پر بھی یہ کتب بلا معاوضہ مہیا کر دی گئی ہیں۔ کوئی بھی شخص انہیں حاصل کر سکتا ہے۔ ایسی ویب سائٹس وجود میں آچکی ہیں جہاں راوی کے نام کے کسی حصے کو سرچ کرنے سے اس کا پورا کچا چٹھہ کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

محدثین ان راویوں کی جانچ پڑتال کے لیے ان کی عمومی شہرت ہی پر انحصار نہیں کرتے ہیں بلکہ ایک مزید ٹیسٹ کرتے ہیں۔ جب وہ کسی شخص پر تحقیق کرتے ہیں تو وہ اس شخص کی بیان کردہ روایات کا موازنہ اس کے ہم سبق راویوں کی بیان کردہ روایات سے کرتے ہیں۔ مثلاً وہ شخص اپنے استاذ یا شیخ سے ایک حدیث روایت کر رہا ہو، تو محدثین یہ دیکھتے ہیں کہ اسی شیخ کے دوسرے شاگرد اسی روایت کو کن الفاظ میں روایت کر رہے ہیں۔ اگر تو ان روایات میں مطابقت ہو تو ٹھیک ہے لیکن اگر زیر تحقیق شخص کی بیان کردہ روایات میں دوسرے ہم سبق راویوں کی روایات سے فرق پایا جاتا ہو تو پھر تحقیق کے دائرے کو مزید پھیلا دیا جاتا ہے۔ اس شخص کی دیگر روایات کو بھی جانچا جاتا ہے۔ اگر یہ نظر آئے کہ وہ اکثر روایات میں دوسرے راویوں سے فرق کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کے ساتھ کوئی مسئلہ ہے۔ یا تو اس نے احادیث کو صحیح طرح محفوظ نہیں کیا یا پھر بدنیتی سے خود احادیث میں ردوبدل کیا ہے۔ اس طرح نہایت ہی معروضی (Objective) طریقے سے ہر ہر راوی کے بارے میں معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ روایت حدیث میں کس حد تک قابل اعتماد ہے۔

اس تحقیق کے نتیجے میں ہمیں اپنی زیر بحث حدیث کے تمام راویوں کے بارے میں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ دیانت دار اور معقول لوگ تھے۔ ان کا تعلق کسی ایسے گروہ سے نہیں تھا جو حدیثیں گھڑنے کی شہرت رکھتا ہو۔ یہ محتاط اور اچھی شہرت کے حامل تھے۔ لوگوں کی ان کے بارے میں رائے اچھی تھی۔ یہ اچھی یادداشت رکھنے والے لوگ تھے اور حدیثوں کو محفوظ بھی کر لیتے تھے۔ اگر ان میں سے کسی ایک راوی کے بارے میں بھی ایسی معلومات ملتی ہیں جس سے وہ ناقابل اعتبار ثابت ہوتا ہے تو اس کی بیان کردہ تمام احادیث کو مسترد کر دیا جاتا ہے۔

مسترد کرنے کا معنی یہ ہے کہ یہ طے کر لیا جائے کہ اس حدیث کو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے منسوب کرنا درست نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ ان راویوں کی آپس میں ملاقات بھی ہوئی ہے یا نہیں۔ فرض کیجئے کہ راوی اے کی پیدائش 200

ہجری میں ہوئی اور راوی بی کی وفات 190 ہجری میں ہوئی تو یہ بات کنفرم ہو گئی کہ ان دونوں کی ملاقات ممکن نہیں۔ اسی طرح راوی سی اگر کوفہ میں رہتا تھا اور ساری عمر شہر سے باہر نہیں نکلا اور راوی ڈی دمشق میں رہتا تھا اور کبھی کسی سفر پر کوفہ نہیں گیا تب بھی یہ بات کنفرم ہو جاتی ہے کہ ان دونوں کی ملاقات نہیں ہوئی۔ ایسی صورتوں میں یہ طے کر لیا جاتا ہے کہ ان دو راویوں کے درمیان بھی کوئی راوی موجود ہے جس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ یہ چیز بھی اس حدیث کی حیثیت کو کمزور کرتی ہے۔

ایسا بھی ممکن ہے کہ کسی راوی کے بارے میں سرے سے معلومات ہی دستیاب نہ ہوں۔ اس صورتحال کے نتیجے میں بھی حدیث کمزور حیثیت اختیار کر جاتی ہے۔ اسی طرح ایک صحابی اگر کسی حدیث کو بیان کرتے ہوں اور کسی دوسری مستند روایت سے یہ ثابت ہو جائے کہ ان کا اپنا عمل اس حدیث کے خلاف تھا تو یہ چیز بھی حدیث کی حیثیت کو کمزور کرتی ہے کیونکہ صحابہ کرام کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کسی ارشاد کو جاننے کے باوجود اس پر عمل نہ کریں۔ ایسا ضرور ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وہ حکم کسی خاص صورتحال کے پیش نظر دیا ہو جو ہر حال میں قابل عمل نہ ہو۔

کمزور احادیث کو علم حدیث کی اصطلاح میں "حدیث ضعیف" کہا جاتا ہے۔ جبکہ درست سند کی احادیث کو "صحیح" اور "حسن" کا درجہ دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ محدثین نے حدیث کی بہت سی اقسام بیان کی ہیں جن کی تفصیل اصول حدیث کی کتب میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اس قدر تفصیلی چھان بین کے بعد حدیث کی سند کی تحقیق کا کام مکمل ہو جاتا ہے۔ اس حدیث کے بارے میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس کی سند درست ہے۔ اس کے تمام راوی قابل اعتبار ہیں اور اس سند کی زنجیر میں کوئی کڑی غائب نہیں۔ تاہم یہ ایک فطری سی بات ہے کہ کوئی انسان خواہ کتنا ہی قابل اعتبار کیوں نہ ہو، بسا اوقات کسی بات کو سمجھنے اور بیان کرنے میں غلطی کر سکتا ہے۔ اسے غلط فہمی بھی لاحق ہو سکتی ہے، وہ بات کو یا اس کے کچھ حصے کو بھول بھی سکتا ہے، اس سے بیان کرنے میں غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ اس قسم کی غلطیوں سے کسی بڑی شخصیت کے علم و فضل اور جلالت شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی کیونکہ اس قسم کی خطائیں ہر انسان کا خاصہ ہے۔

ایسا بھی ممکن ہے کہ ایک شخص نے تو بات مکمل طور پر بیان کر دی ہو لیکن دوسرا اسے سمجھنے میں اور آگے منتقل کرنے میں غلطی کر دے۔ سند جتنی طویل ہوتی جائے گی، اور حدیث کی کتاب مرتب کرنے والے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے درمیان زنجیر کی کڑیاں بڑھتی جائیں گی تو اس قسم کی غلطیوں کا امکان بھی اتنا ہی بڑھتا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین ان احادیث کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں جن کی سند مختصر ہو بشرطیکہ وہ ثقہ (Reliable) راویوں کے ذریعے منتقل ہوئی ہوں۔

عام طور پر احادیث کی سند میں تین سے لے کر نو افراد تک موجود ہوتے ہیں۔ تین راویوں والی احادیث کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ موطاء امام مالک میں بہت سی ایسی احادیث موجود ہیں کیونکہ امام مالک علیہ الرحمۃ (93-179/711-795) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان زمانے کا فاصلہ زیادہ طویل نہ تھا۔ موطا میں بعض احادیث میں تو صرف دو راوی ہیں۔ تین راویوں والی بعض

احادیث بخاری میں بھی موجود ہیں۔ امام بخاری (194-256/810-870) اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں تقریباً دو سو سال کا فرق ہے چنانچہ انہیں تین کڑیوں والی احادیث بہت کم مل سکی ہیں۔ یہ وہی احادیث ہیں جن کے راویوں نے طویل عمریں پائی ہوں گی۔

حدیث کو پرکھنے کا درایتی معیار

سند کی درستگی کے باوجود ایک اور مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم راوی کو جن معلومات کی بنیاد پر پرکھ رہے ہیں، وہ بھی بہر حال انسانی کاوشوں کا نتیجہ ہیں اور ان میں بھی غلطی کا امکان (Error Margin) موجود ہے۔ عین ممکن ہے کہ فن رجال کے کسی امام نے ایک صاحب کو ثقہ (قابل اعتماد) قرار دیا ہو لیکن وہ اپنی اصل زندگی میں انتہائی گمراہ کن آدمی ہو۔ ممکن ہے کہ اس نے اپنی ہوشیاری سے اپنی گمراہیوں اور کردار کی کمزوریوں پر پردہ ڈال رکھا ہو۔ انہی مسائل کی وجہ سے علمائے حدیث نے درایت کے اصول بھی وضع کئے ہیں۔ درایت کا معنی یہ ہے کہ سند کی درستگی کے باوجود حدیث کے متن یعنی اصل الفاظ کو بھی پرکھا جائے۔ اس میں بنیادی طور پر دو باتیں دیکھی جاتی ہیں:

- ایک تو یہ کہ حدیث میں کوئی ایسی بات نہ کہی گئی ہو جو قرآن مجید یا دیگر صحیح احادیث کے خلاف ہو۔
- دوسرے یہ کہ حدیث میں کوئی ایسی بات نہ کہی گئی ہو جو عقل عام کے خلاف ہو۔

اگر بظاہر ایسا نظر آئے تو جھٹ سے حدیث کو مسترد نہیں کیا جاتا ہے بلکہ اس میں مزید غور و فکر کیا جاتا ہے۔ وہی حدیث اگر کسی دوسری سند سے روایت ہوئی ہے تو اسے پڑھا جاتا ہے اور تمام اسناد (طرق) سے روایت ہونے والی حدیث کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ 99.9% صورتوں میں بات واضح ہو جاتی ہے اور حدیث سمجھ میں آ جاتی ہے۔ جس پہلو سے یہ بظاہر قرآن مجید، دیگر صحیح احادیث یا عقل عام کے مخالف نظر آ رہی ہوتی ہے، وہ واضح ہو جاتا ہے۔ بہت کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ بات واضح نہ ہو سکے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو پھر کہیں جا کر حدیث کو مسترد کر دیا جاتا ہے۔

محدثین نے اپنے تجربہ سے جعلی حدیث کی بعض علامات مقرر کی ہیں۔ ان علامات کو حافظ ابن قیم (691-751/1292-1350) نے تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "المنار المنیف" میں بیان کیا ہے۔ ان میں یہ علامات شامل ہیں: وہ حدیث جس میں عجیب و غریب قسم کا کلام کیا گیا ہو، چھوٹی سی نیکی پر بہت بڑے انعام یا چھوٹے سے گناہ پر بہت بڑے عذاب کا ذکر ہو، عہد رسالت کے بعد کی شخصیات کا نام لے کر ان کی تعریف کی گئی ہو وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے کوئی ایک آدھ علامت پائی جانے پر حدیث کو جھٹ سے مسترد نہیں کیا جاتا ہے بلکہ وہ سارا عمل کیا جاتا ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

ان تمام فلٹرز سے گزر کر جو حدیث ہم تک پہنچے گی، اس کے بارے میں ہم اطمینان سے کہہ سکتے ہیں کہ اس ذریعے سے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ارشادات اور آپ کے افعال کے بارے میں جو معلومات ملی ہیں وہ قابل اطمینان حد تک درست ہیں اور ان میں درمیان کے واسطوں میں کوئی غلطی یا فراڈ نہیں ہوا۔ ہم جدید ریسرچ کی زبان میں کہہ سکتے ہیں یہ حدیث مثلاً 1% Error Margin

یا 99% Confidence Level کے تقاضوں کو پورا کر رہی ہوتی ہے۔

مسلم علماء کا کہنا یہ ہے کہ اس معیار کا استعمال اگر کسی تعصب اور جانبداری کے بغیر کیا جائے تو اصلی اور جعلی احادیث میں واضح طور پر فرق کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے، اس وجہ سے جھوٹی حدیث یا جعلی سند گھڑنے والا کوئی نہ کوئی ایسی غلطی کر جاتا ہے جس سے وہ پکڑا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حدیث گھڑنے والے لوگ کوئی بہت بڑے عالم نہ تھے۔ وہ بعض اوقات سند گھڑتے ہوئے کہیں کی کڑی کہیں ملا دیتے جس سے پکڑے جاتے۔ علوم حدیث کی کتب میں ایسے متعدد دلچسپ واقعات بیان ہوئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ محدثین نے کس طرح ایسے لوگوں کی غلطیاں پکڑیں۔ جیسے ایک مرتبہ ایک صاحب نے بڑی مجلس میں ایک بڑے محدث کے حوالے حدیث بیان کی۔ سننے والوں میں ایک مشہور محدث تھے، انہوں نے حدیث بیان کرنے والے صاحب سے پوچھا کہ آپ کی عمر کیا ہو گی۔ وہ بولے: یہی کوئی نوے پچانوے برس۔ محدث نے جواب دیا کہ پھر یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ جن صاحب سے آپ نے حدیث سنی ہے، وہ آپ کی پیدائش سے دس برس پہلے وفات پا چکے ہیں۔

اس تفصیل کے جواب میں منکرین حدیث چند اعتراضات پیش کرتے ہیں:

پہلا شبہ یہ ہے کہ جعلی یا موضوع احادیث کی تعداد صحیح احادیث کی نسبت کئی گنا زیادہ ہے۔ احادیث کی تعداد کئی لاکھ بتائی جاتی ہے۔ اتنی بڑی تعداد میں احادیث کا ہونا ممکن نہیں ہے۔ ابن مخلد نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث کی تعداد 5374 بتائی ہے۔ آپ غزوہ خیبر کے موقع پر اسلام لائے اور اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف ساڑھے تین سال تک موجود رہے۔ اتنی کم مدت میں اتنی زیادہ احادیث کیسے روایت ہو گئیں؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جعلی احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مزید یہ کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے چھ لاکھ احادیث میں سے صرف سات ہزار کا انتخاب کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جعلی احادیث صحیح احادیث کی نسبت کئی گنا تھیں۔

اس کے جواب میں حدیث و سنت کے قائلین کہتے ہیں کہ روایات کی اتنی بڑی تعداد کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اصل میں احادیث بھی اتنی ہی ہیں۔ اگر ایک ہی حدیث دس اسناد سے روایت ہوئی ہو، تو محدثین اسے دس احادیث گنتے ہیں جبکہ حقیقت میں وہ ایک ہی حدیث ہوتی ہے۔ مثلاً صحیح مسلم کا کوئی بھی باب دیکھ لیجیے۔ امام مسلم کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ایک ہی حدیث کے تمام طرق (مختلف اسناد سے وارد ہونے والی ایک ہی حدیث) کو ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں۔ یہ ایک ہی حدیث ہوتی ہے مگر اس کے طرق دس، پندرہ اور بیس تک ہوتے ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی تمام احادیث کی حقیقی تعداد چند ہزار سے زائد نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات میں سے اس تکرار کو نکال دیا جائے تو ان کی بیان کردہ احادیث 2000 کے قریب ہوں گی۔ تین سال کے عرصے پر اسے تقسیم کیا جائے تو انہوں نے اوسطاً روزانہ دو احادیث ہی روایت کی ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حافظے کے لیے خاص دعا فرمائی تھی۔ پھر یہ بھی معلوم ہے کہ آپ روایات کو ایک رجسٹر میں درج کر لیا کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سارا دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کرتے اور آپ سے سیکھتے رہتے جبکہ دیگر صحابہ اپنے روزگار کے کاموں میں مشغول رہتے۔

امام بخاری نے جن چھ لاکھ روایات میں سات ہزار کا انتخاب کیا، وہ تکرار کے ساتھ تھیں۔ امام صاحب نے یہ دعوی ہرگز نہیں کیا کہ انہوں نے اپنے معیار تحقیق پر پورا اترنے والی تمام احادیث کو اپنی کتاب میں درج کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگوں نے بخاری کے مستدرکات (Supplement) تیار کیے۔ کسی کتاب کی مستدرک اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں اصل کتاب کے معیار پر پورا اترنے والی وہ احادیث ہوں، جو اصل کتاب میں درج نہ ہوں۔

دوسرا شبہ یہ ہے کہ صحابہ کبار جیسے پہلے تین خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے بہت ہی کم احادیث مروی ہیں۔ اگر حدیث کی روایت اہم کام ہوتا تو ان حضرات سے اس سے کہیں زیادہ احادیث مروی ہوتیں جتنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہوئی ہیں۔

اس کے جواب میں عام مسلم علماء کہتے ہیں کہ خلفاء راشدین سے کم احادیث مروی ہونے کی متعدد وجوہات ہیں۔ خلافت راشدہ کے اولین دور میں حدیث بیان کرنے کی ضرورت کم تھی کیونکہ وہ لوگ زندہ تھے جو ان احادیث کے عینی شاہدین تھے۔ جب کسی خاص موقع پر حدیث بیان کرنے کی ضرورت پڑتی تو اسے بیان کیا جاتا۔ کبار صحابہ احادیث بیان کرنے میں غیر معمولی احتیاط برتتے تھے جس کے باعث ان کی مرویات کم ہیں۔ بعد کے ادوار میں اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ زیادہ سے زیادہ باتوں کو بیان کر دیا جائے تاکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وفات کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق علم دنیا سے اٹھ نہ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ان صحابہ سے روایات کی تعداد نسبتاً زیادہ ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد طویل عرصے تک زندہ رہے۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ احادیث لکھنے سے انسان کی توجہ اس جانب ہو جاتی ہے اور اللہ تعالی کی کتاب پس منظر میں چلی جاتی ہے۔ یہی حادثہ امت کی تاریخ میں وقوع پذیر ہوا جس کے باعث مسلمان قرآن سے دور ہو گئے۔

اس کے جواب میں علماء و محدثین کہتے ہیں کہ بات ہی بالکل غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی وجہ سے مسلمانوں کی توجہ قرآن کی طرف کم ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔ احادیث کے مطالعے سے قرآن کا شوق بڑھتا ہے اور قرآن سمجھ بھی حدیث ہی کی مدد سے آتا ہے کیونکہ حدیث قرآن کی عملی تفسیر و تشریح ہے۔ ایسا ضرور ہوتا ہے کہ کسی کام میں غیر معمولی اشتغال کے باعث انسان قرآن کی طرف توجہ کم کر دے۔ یہ معاملہ حدیث ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے علوم و فنون اور کاموں میں ہوتا ہے۔ ایسے انسان کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے، اس میں حدیث کا کوئی قصور نہیں ہے۔

چوتھا شبہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک عرصے تک احادیث کو لکھا نہیں گیا۔ محض یادداشت کی بنیاد پر انہیں روایت کیا جاتا رہا۔ اب معلوم نہیں کہ کس نے کتنا یاد رکھا اور کیا بات بھول گیا۔ اس وجہ سے احادیث کی صحت پر اعتبار نہیں کیا جا

سکتا ہے۔

اس کے جواب میں علماء کہتے ہیں کہ یہ اعتراض بھی سرے سے غلط ہے۔ بہت سی روایات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احادیث کو لکھنے کا ذکر ملتا ہے۔ مفتی محمد رفیع عثمانی (b. 1940) نے اس موضوع پر ایک تفصیلی کتاب "کتابت حدیث: عہد رسالت اور عہد صحابہ میں" لکھی ہے جس میں انہوں نے بہت سی ایسی روایات کو جمع کر دیا ہے، جن میں عہد رسالت اور عہد صحابہ میں احادیث تحریر کرنے کا ذکر موجود ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب (1908-2002) نے بھی اپنے مضمون "حدیث نبوی کی تدوین و حفاظت" میں تفصیل سے اس پر روشنی ڈالی ہے۔

حضرت ابوہریرہ، عبداللہ بن عمرو بن عاص اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم احادیث کو لکھا کرتے تھے۔ عربوں کا حافظہ غیر معمولی طور پر قوی تھا۔ اسلام سے پہلے دور جاہلیت میں شاعروں کے سینکڑوں اشعار پر مشتمل قصائد لوگوں کو زبانی یاد ہوا کرتے تھے۔ جب انسان کسی غیر معمولی شخصیت سے ملتا ہے تو اس کی ہر ہر بات کو یاد رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں ایسا ہی کیا اور پوری عقیدت سے آپ کی ایک ایک ادا کو یاد رکھا۔ نہ صرف اس دور میں بلکہ آج بھی بہت سے لوگ قرآن کے حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث کے حافظ بھی ہوتے ہیں۔ بہت سے ایسے عالم اب بھی موجود ہیں جنہیں صحاح ستہ پوری زبانی یاد ہیں اور وہ معمولی غلطی کے علاوہ بالکل ٹھیک طریقے سے احادیث سنا دیتے ہیں۔

وہ مزید کہتے ہیں کہ حافظہ اگر مضبوط ہو تو تحریر کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے کیونکہ تحریر میں پھر بھی شک رہتا ہے کہ متعلقہ شخص نے خود یہ بات لکھی بھی ہے یا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین نے حدیث کی روایت میں تحریر پر اکتفا نہیں کیا۔ اگر ان کے پاس لکھ کر کچھ احادیث پہنچیں تو انہوں نے متعلقہ شخص کے پاس پہنچ کر یہ بات کنفرم کی کہ یہ آپ ہی کی لکھی ہوئی تحریر ہے یا نہیں۔ پھر انہوں نے اس تحریر کو اس شخص کے سامنے پڑھا یا پڑھوا کر سنا تاکہ تحریر پڑھنے میں غلطی نہ ہو جائے۔

پانچواں اعتراض یہ ہے کہ عین ممکن ہے کہ حدیث کی منتقلی کے دوران بات کچھ کی کچھ ہو گئی ہو۔

اس کے جواب میں مسلم علماء کہتے ہیں کہ محدثین نے احادیث کو یاد رکھ کر آگے پہنچانے سے متعلق غیر معمولی احتیاط سے کام لیا۔ اگر ہم حدیث کی قدیم ترین کتب کا موازنہ بعد کے دور کی کتابوں سے کریں تو معلوم ہو گا کہ احادیث بالکل ٹھیک ٹھیک نقل ہوئی ہیں۔

اسی موضوع پر دور جدید کے بعض محققین نے غیر معمولی کام کیا ہے۔ حدیث کی جو سب سے قدیم کتاب اس وقت موجود ہے، وہ صحیفہ ہمام بن منبہ (d. 132/748) ہے۔ ہمام حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔ آپ نے انہیں خود وہ صحیفہ املا (Dictation) کروایا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات 59/678 کی ہے اور لازماً یہ صحیفہ اس سے پہلے کا ہو گا۔ اس صحیفے کے قدیم ترین نسخے دنیا کی کئی لائبریریوں میں موجود ہیں۔ مشہور محقق ڈاکٹر حمید اللہ (1908-2002) نے اس صحیفے کے مخطوطات کی کاپیاں برلن اور دمشق کی لائبریریوں سے حاصل کر کے ان کا موازنہ کیا اور 1953 میں ایڈٹ کر کے انہیں شائع کر دیا۔ اس کے بعد مصری عالم ڈاکٹر رفعت

فوزی عبد المطلب نے 1985 میں اس صحیفے کی ایک ایک حدیث کو لے کر بعد کی کتب حدیث سے ان کا موازنہ کر دیا ہے۔

اس صحیفے میں بیان کردہ احادیث کا موازنہ اگر دو سو سال بعد میں لکھی جانے والی کتابوں مثلاً صحیح بخاری میں موجود انہی احادیث سے کیا جائے تو تمام احادیث بالکل انہی الفاظ میں روایت ہوئی ہیں جن میں وہ صحیفہ ہمام میں موجود ہیں۔ یہ صحیفہ انٹرنیٹ پر ٹیکسٹ کی صورت میں دستیاب ہے اور اسی طرح صحیح بخاری بھی انٹرنیٹ پر ٹیکسٹ کی شکل میں دستیاب ہے۔ قارئین اس کی ایک ایک حدیث کو لے کر بخاری کے اندر خود چیک کر سکتے ہیں۔ یہاں بطور مثال صرف ایک حدیث درج کی جا رہی ہے۔

حدثنا إسحاق بن إبراهيم الحنظلي قال: أخبرنا عبد الرزاق قال: أخبرنا معمر، عن همام بن منبه: أنه سمع أبا هريرة يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (لا تقبل صلاة من أحدث حتى يتوضأ).

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ شخص جو حدث [ناپاکی] کا شکار ہو تو جب تک وضو نہ کرے، اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔" (بخاری، کتاب الطہارۃ، حدیث 135)

اسی روایت کو دو سو برس پہلے ہمام بن منبہ بالکل انہی الفاظ میں روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری نے محض اتنا کیا ہے کہ اپنے اور ہمام بن منبہ کے بیچ میں تین واسطوں کا اضافہ کر دیا ہے:

وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تقبل صلاة أحدكم إذا أحدث حتى يتوضأ. (صحیفہ ہمام بن منبہ، حدیث 108)

اسی طرح موطاء، امام مالک کی تصنیف ہے۔ اندازہ ہے کہ یہ کتاب 150-140 کے درمیان لکھی گئی۔ جبکہ بخاری و مسلم کے بارے میں اندازہ ہے کہ یہ ستر اسی برس بعد 250-220 میں لکھی گئیں۔ موطاء میں روایت کردہ احادیث کو موازنہ اگر بخاری و مسلم میں روایت کردہ انہی احادیث سے کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ محدثین نے نہ صرف مفہوم کو برقرار رکھا ہے بلکہ الفاظ بھی ٹھیک ٹھیک روایت کیے ہیں۔ صرف اتنا ہوتا ہے کہ مثلاً امام بخاری (870-194-256/810) سے لے کر امام مالک (795-93-179/711) تک کے جتنے واسطے ہیں، ان کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہاں ہم بطور مثال ایک حدیث پیش کر رہے ہیں۔ اسی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے موطا امام مالک کی تمام احادیث کو ٹیسٹ کیا جا سکتا ہے۔ اب یہ سب کتب انٹرنیٹ پر ٹیکسٹ کی صورت میں دستیاب ہو چکی ہیں اور قارئین خود یہ ٹیسٹ کر سکتے ہیں۔

حدثنا عبد الله بن يوسف قال: حدثنا مالك، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة قالت: كنت أرجل رأس رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا حائض.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایام ماہواری کی حالت میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں کنگھی کیا کرتی تھی۔ (بخاری، کتاب الحیض، حدیث 271)

اسی روایت کو سو برس پہلے امام مالک اس طرح روایت کرتے ہیں:

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ، أَنَّهَا قَالَتْ: كُنْتُ أُرَجِّلُ

رَأْسَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَأَنَا حَائِضٌ. (موطاء، باب جامع الحیضہ، حدیث 157)

دونوں احادیث کا متن بالکل یکساں ہے جبکہ سند میں امام بخاری نے عبداللہ بن یوسف کا اضافہ کیا ہے جو کہ امام بخاری کے استاذ اور امام مالک کے شاگرد ہیں۔

اس موضوع پر ڈاکٹر محمد مصطفی اعظمی نے اپنی کتاب Studies in Hadith Methodology and Literature میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ انہوں نے تفصیل سے بتایا ہے کہ پہلی اور دوسری صدی ہجری میں احادیث کے بہت سے تحریری مجموعے موجود تھے، جن میں موجود احادیث بعد کے مجموعوں میں شامل ہوتی چلی گئیں تو لوگوں نے پہلے کی کتابوں کو محفوظ رکھنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ انہوں نے پچاس سے زیادہ صحابہ کا ذکر کیا ہے جنہوں نے احادیث پر تصنیفات کیں۔ لکھتے ہیں:

> پہلی صدی ہجری، بلکہ دوسری صدی کی ابتدا میں بھی جو کتب یا کتابچے لکھے گئے، ان کی دو اقسام تھیں: ایک وہ کتابیں جن میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث تھی۔ یہ محض مجموعے تھے اور ان میں مواد کو ترتیب نہیں دیا گیا تھا۔ دوسرے وہ کتابچے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے علاوہ خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بلکہ ان کے شاگردوں کے قانونی فیصلے (فتاوی) درج کیے گئے تھے۔ یہ مواد بھی منظم انداز میں ترتیب نہ دیا گیا تھا۔
>
> پہلی صدی ہجری کے وسط سے الگ الگ موضوعات پر کتابیں لکھی جانا شروع ہو چکی تھیں۔ وراثت کے موضوع پر مشہور صحابی اور کاتب وحی حضرت زید بن ثابت (609-665/45H) کی کتاب لائق بیان ہے۔ بعد میں عدالتی امور جیسے نکاح و طلاق، دیت وغیرہ کے معاملے پر ہمیں کتابیں ملتی ہیں۔ منظم ترتیب کے اس دور میں ان میں احادیث کے علاوہ مسلم علماء اور قضاۃ کے فیصلے بھی شامل ہوا کرتے تھے۔ اس مرحلے پر ہر کتاب ایک خاص موضوع سے متعلق ہوا کرتی تھی۔۔۔۔
>
> دوسری صدی ہجری میں یہ رجحان تبدیل ہوا اور ایسی کتابیں منظر عام پر آنے لگیں جن میں تمام فقہی امور پر بحث کی گئی ہو۔ امام مالک کی موطاء اسی دور سے تعلق رکھتی ہے۔۔۔۔ ہم پوری احتیاط کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں دوسری صدی میں حدیث کی ہزاروں کتابیں گردش میں تھیں۔۔۔۔ تیسری صدی میں رجحان تبدیل ہوا اور ایسی کتابیں لکھی جانے لگیں جن میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہوتیں۔
>
> اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پہلے کی کتابیں یا تو ضائع ہو گئیں یا پھر بعد میں حدیث کے انسائیکلوپیڈیاز میں ضم ہو گئیں اور الگ حیثیت برقرار نہ رکھ سکیں۔۔۔ جب انسائیکلوپیڈیا ٹائپ کی کتابیں لکھی جانے لگیں تو علماء کو یہ ضرورت محسوس نہ ہوئی کہ وہ پچھلی کتابوں یا کتابچوں کو باقی رکھیں۔[2]

حدیث و سنت کے قائلین کا کہنا ہے کہ ان کتابوں کو باقی رکھنے کی ضرورت اس وجہ سے بھی محسوس نہیں ہوئی کہ وہ دور پرنٹنگ پریس یا انٹرنیٹ کا دور تو تھا نہیں۔ ہر ہر کتاب کو ہاتھ سے نقل کرنا پڑتا تھا۔ اس وجہ سے جب زیادہ بڑے اور جامع انسائیکلوپیڈیا تیار ہو گئے تو سابقہ کتب کی ضرورت باقی نہ رہی۔ یہ بالکل ایسے ہے جیسے موجودہ دور میں احادیث کے پورے ذخیرے کی چھان بین کر کے ایک جامع الیکٹرانک انسائیکلوپیڈیا تیار کر لیا جائے جس کے نتیجے میں لوگ بخاری و مسلم کی بجائے اسے ہی پڑھنے پڑھانے لگ جائیں۔ پانچ سو سال بعد چھبیسویں صدی کا کوئی منکر حدیث کہہ دے کہ احادیث کا مجموعہ تو اکیسویں صدی میں تیار ہوا تھا۔ اس سے پہلے چودہ سو برس میں

احادیث کا کوئی وجود نہیں تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی علمی بات نہ ہو گی۔

چھٹا اعتراض یہ ہے کہ علم رجال کی بنیاد بھی تو روایات ہی پر ہے۔ جن حضرات نے فن رجال کی کتابیں لکھیں، انہوں نے بھی بس راویوں کے بارے میں سنی سنائی باتیں درج کر دیں۔ یہ بات بھی معلوم و معروف ہے کہ احادیث وضع کرنے والوں نے تقوی اور پرہیز گاری کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔ اس وجہ سے یہ پتہ چلانے کا کوئی طریقہ نہیں ہے کہ کونسا شخص قابل اعتماد ہے یا نہیں۔

اس کے جواب میں حدیث و سنت کے قائلین کہتے ہیں کہ یہ غلط فہمی محدثین کے طریقہ کار سے عدم واقفیت کی وجہ سے ہے۔ محدثین کا طریقہ یہ نہیں ہوتا کہ وہ ادھر ادھر سے راویوں کے بارے میں معلومات اکٹھی کر لیتے ہیں اور ان کی بنیاد پر انہیں قابل اعتماد یا ناقابل اعتماد قرار دیتے ہیں۔ ان کا طریقہ بہت معروضی (Objective) ہوتا ہے۔ محدثین جب کسی راوی کے بارے میں معلومات اکٹھی کرتے ہیں، تو سب سے پہلے اس کی تمام احادیث کو نوٹ کرتے ہیں۔ پھر وہ ان احادیث کا موازنہ (Cross-Verification) اسی راوی کے ہم سبق افراد کی بیان کردہ احادیث سے کرتے ہیں۔ اگر یہ ان سے مطابقت رکھتی ہوں تو ٹھیک ہے ورنہ اس راوی کا پورا کردار مشکوک پا جاتا ہے۔ اگر اس راوی کی بیان کردہ احادیث میں چھوٹے موٹے بکثرت اختلافات پائے جائیں تو اس سے اس کے حافظے کی کمزوری نمایاں ہوتی ہے اور اگر بڑے بڑے اختلافات ہوں تو پھر نیت کا فتور سامنے آ جاتا ہے۔ دیگر ذرائع سے حاصل کردہ معلومات کی حیثیت بنیادی ثبوت (Primary Evidence) کی نہیں بلکہ اضافی ثبوت (Corroborative Evidence) کی ہوتی ہے۔

ساتواں اعتراض یہ ہے کہ جرح و تعدیل کے ماہرین میں بھی بہت سے راویوں سے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے کہ کہ وہ قابل اعتماد ہیں یا نہیں۔

اس کے جواب میں مسلم علماء کہتے ہیں کہ اگر کسی راوی کے بارے میں جرح و تعدیل کے ائمہ میں اختلاف پایا جائے تو اس صورت میں جرح کو تعدیل پر ترجیح دی جاتی ہے۔ یعنی اگر ایک ماہر کسی راوی کو ثقہ بتا رہا ہے اور دوسرا اسے ناقابل اعتماد قرار دے رہا ہے تو اس صورت میں یہ دیکھا جائے گا کہ دونوں میں سے کس نے جرح یا تعدیل کی وجوہات بیان کی ہیں۔ اگر کسی ایک نے وجوہات بیان کی ہیں، تو اس کی بات پر اعتماد کیا جائے گا۔ اگر دونوں ہی نے وجوہات بیان کر دی ہیں یا دونوں ہی نے وجوہات بیان نہیں کیں، تو اس صورت میں حدیث کو مسترد کر دیا جائے گا کیونکہ جرح کو تعدیل پر ترجیح دی جاتی ہے۔

آٹھواں شبہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ احادیث کا اکٹھا کرنا "عجم کی سازش" تھی جو کہ منافق عجمیوں نے لوگوں کو قرآن سے دور کرنے کے لیے کی۔ اس کے جواب میں مسلم علماء کہتے ہیں کہ جن حضرات نے سب سے پہلے حدیث کی تدوین کا کام کیا، وہ سب کے سب عرب تھے۔ ان میں حضرت عمر بن عبدالعزیز، ابن شہاب زہری، امام مالک، امام شافعی، حمیدی، اسحاق بن راہویہ، احمد بن حنبل سبھی شامل ہیں پھر اس میں عجم کی سازش کہاں سے آ گئی۔ اس مسئلے پر مولانا صفی الرحمن مبارکپوری نے تفصیل سے اپنی کتاب "انکار حدیث" میں بحث کی ہے۔

خلاف عقل روایات

منکرین حدیث بعض ایسی روایات پیش کرتے ہیں جن میں کوئی ایسا معاملہ بیان کیا گیا ہوتا ہے جو بظاہر خلاف عقل معلوم ہوتا ہے۔ یہ احادیث عام طور پر وہ ہوتی ہیں جو کہ بخاری و مسلم میں درج ہیں۔ اس سے ان کا مقصد یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ احادیث میں ایسی ملاوٹ ہوئی ہے جسے علیحدہ کرنا کسی کے بس کا روگ نہیں ہے۔

اس کے جواب میں حدیث و سنت کے قائل علماء یہ موقف پیش کرتے ہیں کہ اصولی طور پر یہ بات ہی غلط ہے کہ اگر دس پندرہ روایات سمجھ میں نہ آئیں تو حدیث کے پورے ذخیرے ہی کو مشکوک قرار دے دیا جائے۔ ہونا یہ چاہیے کہ ان روایات پر غور کیا جائے، ان کے مختلف طرق تلاش کیے جائیں اور پھر مجموعی طور پر بات کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ اگر ایسا کر لیا جائے تو اکثر روایات میں مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ پھر بھی اگر بات سمجھ میں نہ آئے تو حدیث کی کوئی ممکنہ توجیہ تلاش کی جائے اور اگر پھر بھی بات سمجھ میں نہ آئے تو پھر اس حدیث کو درایت کے اصولوں کے مطابق رد کر دیا جائے۔ یہ کوئی علمی طریقہ نہیں ہے کہ ذرا سی بات سمجھ میں نہ آئی تو حدیث کو رد کر کے فارغ ہو گئے۔

اس مختصر تحریر میں ان تمام احادیث کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے جن پر منکرین حدیث اعتراض کرتے ہیں۔ جو حضرات اس کی تفصیل دیکھنا چاہیں، وہ ڈاکٹر غلام جیلانی برق (1985-1901) کی کتاب "دو اسلام" اور غلام احمد پرویز (1986-1903) کی کتاب "مقام حدیث" میں متعلقہ روایات پر اعتراضات دیکھ سکتے ہیں۔ ان کا جواب علامہ عبدالرحمن کیلانی نے اپنی کتاب "آئینہ پرویزیت" میں دیا ہے اور علامہ غلام رسول سعیدی نے شرح صحیح مسلم میں متعلقہ احادیث کے تحت بھی ان کے اعتراضات کا جواب پیش کیا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی صاحب نے بھی اپنی کتاب "صحیح بخاری پر منکرین حدیث کے حملے" میں ان اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ اس کے علاوہ مسعود احمد صاحب نے بھی اپنی کتاب "تفہیم اسلام" میں ان تمام اعتراضات پر تفصیلی بحث کی ہے۔ واضح رہے کہ برق صاحب نے اپنے نقطہ نظر سے رجوع کر لیا تھا اور اس کتاب "دو اسلام" کو اپنی کتب کی فہرست سے خارج کر دیا تھا تاہم منکرین حدیث ان کی اس کتاب کی اب بھی اشاعت کرتے ہیں۔

اسائن منٹس

- تدوین حدیث پر منکرین حدیث کے شبہات کیا ہیں؟ عام مسلم علماء ان کا کیا جواب دیتے ہیں؟
- جوزف شاخت / اسلم جیراجپوری اور مصطفی اعظمی صاحبان کی کتب کو انٹرنیٹ پر تلاش کر کے ان کا تقابلی مطالعہ کیجیے اور بیان کیجیے کہ دونوں کے نقطہ ہائے نظر میں بنیادی فرق کیا ہے؟
- صحیح بخاری و مسلم کی کن کن احادیث پر منکرین حدیث اعتراض کرتے ہیں؟ ان کے جواب میں عام مسلم علماء ان احادیث کی

کیا توجیہ کرتے ہیں؟

تعمیر شخصیت

اللہ تعالی نے آپ کو جو کچھ عطا کیا ہے، اس کا کچھ حصہ اس کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے ضرورت مندوں کے لئے وقف کر دیجیے۔

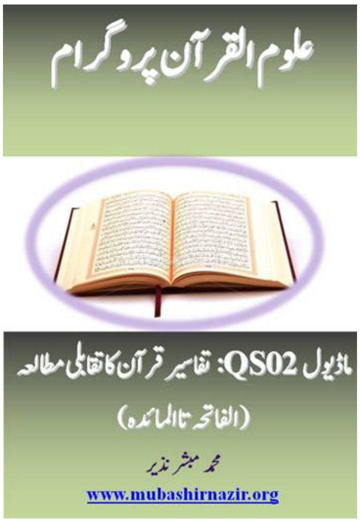

[1] خطیب بغدادی۔ الکفایہ فی علم الروایۃ۔ www.waqfeya.com (ac. 17 Oct 2011)

[2] Azami, Mustafa. Studies in Hadith Methodology and Literature. P 73-74. www.scribd.com (ac. 13 Oct 2011)

حصہ دوم: انکار ختم نبوت

امت مسلمہ کی تاریخ میں متعدد ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے نبوت کا دعوی کیا۔ اس کے برعکس مسلمانوں کی عظیم اکثریت ہمیشہ سے اس بات پر متفق رہی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کسی بھی قسم کے نبی کا وجود ممکن نہیں ہے۔

اس حصے میں ہم ان گروہوں کے نقطہ نظر کا مطالعہ کریں گے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی شخص یا اشخاص کو نبی یا رسول مانتے ہیں۔ یہ مسئلہ نہایت ہی غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ انبیاء و رسل پر ایمان رکھنے والے تمام مذاہب کے لوگوں کا متفقہ عقیدہ یہ ہے کہ نبی و رسول وہ ہستی ہوتے ہیں جن سے کسی مذہب کا تشخص قائم ہوتا ہے۔ خدا کے کسی سچے نبی یا رسول کا جان بوجھ کر انکار کفر ہے اور اسی طرح کسی جھوٹے نبی کو سچا مان لینا بھی کفر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی پیغمبر کے دعوی سے ایک نئی ملت وجود میں آتی ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد متعدد افراد نے نبوت کا دعوی کیا اور امت مسلمہ نے ہمیشہ ان سب کی تردید و تکفیر کی۔ ان سب افراد کے دعوی پر ایمان لانے کے نتیجے میں متعدد گروہ، فرقے اور مذاہب پیدا ہوئے۔ ان سب کا مطالعہ کرنا تو ہمارے لیے ممکن نہیں ہے تاہم کتاب کے اس حصے میں ہم ان میں سے تین گروہوں کے عقائد و نظریات اور تاریخ کا مطالعہ کریں گے جو نسبتاً زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ وہ گروہ یہ ہیں:

۔۔۔احمدی

۔۔۔بہائی

۔۔۔نیشن آف اسلام

باب 4: احمدی مذہب

احمدی مذہب مرزا غلام احمد قادیانی (1835-1908) کے پیروکاروں پر مشتمل ہے۔ مرزا صاحب کی نسبت سے احمدیوں کو مرزائی اور قادیانی بھی کہا جاتا ہے لیکن چونکہ یہ حضرات خود اپنے لیے "احمدی" کے عنوان پر اصرار کرتے ہیں، اس وجہ سے ہم اس تحریر میں اسی نام سے ان کا تذکرہ کریں گے۔ احمدی عام طور پر اپنے مذہب کے لیے "جماعت احمدیہ" یا "سلسلہ احمدیہ" کا عنوان اختیار کرتے ہیں۔

احمدی مذہب سے تعلق رکھنے والے افراد کی اکثریت کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اللہ تعالی کے بھیجے ہوئے نبی اور مسیح موعود تھے۔ احمدی حضرات کی اکثریت مرزا صاحب کو نبی نہ ماننے کی وجہ سے تمام مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتی ہے اور ان کے ساتھ اہل کتاب کے سے سلوک کی قائل ہے۔ ان کا ایک اقلیتی گروہ، جو کہ " جماعت احمدیہ لاہور" کہلاتا ہے، مرزا صاحب کو رسول یا نبی تو نہیں مانتا تاہم انہیں ایک مصلح، مجدد اور مسیح موعود ضرور مانتا ہے۔ یہ لوگ عام مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھتے ہیں۔

اس کے برعکس مسلمانوں کے تمام فرقوں کا متفقہ عقیدہ یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی کے بھیجے ہوئے آخری نبی اور آخری رسول تھے۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اور اگر کوئی شخص آپ کے بعد نبوت و رسالت کا دعوی کرے تو وہ خود اور اس کے ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان احمدی حضرات کا شمار مسلمانوں میں نہیں کرتے۔ متعدد مسلم ممالک، جن میں پاکستان، سعودی عرب اور افغانستان شامل ہیں، نے سرکاری سطح پر احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے۔

احمدی حضرات کے عقائد و اعمال

احمدی حضرات عام مسلمانوں کے ساتھ بعض اساسی معاملات میں اختلاف رائے رکھتے ہیں مگر کچھ جزوی مسائل میں وہ ان سے موافقت بھی رکھتے ہیں۔ واضح رہے کہ ان ابواب میں "احمدی" سے ہماری مراد وہ احمدی ہیں جو کہ "قادیانی جماعت" سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی "لاہوری جماعت" کے نظریات کا مطالعہ ہم ایک علیحدہ باب میں کریں گے۔

- مسلمانوں کے نزدیک ختم نبوت کا عقیدہ دین کا ایک بنیادی اور متفقہ عقیدہ ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت و رسالت ختم ہو چکی اور اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس کے برعکس احمدیوں کے نزدیک نبوت کا سلسلہ اب بھی جاری ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہیں۔

- مسلمانوں کے نزدیک حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام آسمانوں پر زندہ ہیں اور احادیث میں قیامت کے قریب ان کی دوبارہ آمد کی خبر دی گئی ہے۔ احمدی حضرات کے نزدیک حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام وفات پا چکے ہیں اور احادیث میں جس ہستی کی آمد کی خبر دی گئی ہے، وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ اسی ہستی کو "مسیح موعود (The Promised Messiah)" کہا جاتا ہے جس کا مطلب ہے وہ مسیح جس کی آمد کا وعدہ کیا گیا ہو۔
- مسلمانوں کے نزدیک نبی کی کوئی اقسام نہیں ہوتیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ احمدی حضرات کے نزدیک نبی کی دو اقسام ہوتی ہیں: مستقل اور صاحب شریعت نبی اور امتی نبی۔ وہ یہ مانتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری مستقل اور صاحب شریعت نبی تھے، تاہم امتی نبی اب بھی آسکتے ہیں۔ مرزا صاحب کو وہ امتی نبی مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک مرزا صاحب بروزی نبی ہیں یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ، مرزا صاحب کی شکل میں تشریف لائے ہیں۔
- مسلمانوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ ہی دین و شریعت کا ماخذ ہیں۔ آپ سے پہلے کے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا مسلمان احترام کرتے ہیں۔ احمدی بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں تاہم وہ مرزا صاحب کو نبی تسلیم کیے جانے کے سبب ان سے غیر معمولی عقیدت رکھتے ہیں اور ان کے ساتھیوں کو وہی مقام دیتے ہیں جو مسلمانوں کے ہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل ہے۔
- شریعت کے بنیادی احکام جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ، نکاح و طلاق، وراثت وغیرہ کے معاملے میں احمدی حضرات مسلمانوں سے اتفاق رکھتے ہیں اور اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت آخری اور حتمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان معاملات میں احمدیوں کا مسلمانوں سے کوئی بڑا اختلاف نہیں ہے۔ معمولی نوعیت کے کچھ فقہی اختلاف البتہ پائے جاتے ہیں۔
- مسلمانوں کے نزدیک دین کا ماخذ صرف اور صرف قرآن و سنت ہیں۔ احمدی حضرات بھی ان مآخذ کو تسلیم کرتے ہیں تاہم ان کے نزدیک مرزا غلام احمد صاحب کے الہامات بھی وحی کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ انہیں بھی دین کا ماخذ تسلیم کرتے ہیں۔
- احمدی تمام غیر احمدیوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اور انہیں اہل کتاب کے درجے میں رکھتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور ان کی مساجد علیحدہ ہوتی ہیں۔ زکوۃ صرف اپنے حلقے میں دیتے ہیں، اور قادیان (مرزا صاحب کا شہر) کی زیارت کو "ظلی حج" قرار دیتے ہیں۔ بالکل اسی طرح مسلمان بھی احمدیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں۔
- احمدیوں کے نزدیک عام مسلمان چونکہ اہل کتاب میں سے ہیں، اس وجہ سے ان کے نزدیک احمدی مرد کا مسلمان خاتون سے

نکاح جائز ہے جبکہ احمدی خاتون کا مسلمان مرد سے نکاح جائز نہیں ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک احمدی چونکہ اسلام سے کفر میں داخل ہوئے، اس وجہ سے مسلم مرد یا خاتون کا نکاح کسی احمدی خاتون یا مرد سے نہیں ہو سکتا ہے۔

احمدیت کی تاریخ اور مسلمانوں سے ان کا تعامل

یہاں ہم احمدی مصنفین دوست محمد شاہد کی کتاب "تاریخ احمدیت" اور شیخ خورشید احمد کی کتاب "جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ" سے ان کی تاریخ کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔ غیر احمدی وسائل میں سے ہم نے اہل سنت کے عالم مولانا ابوالحسن علی ندوی (1913-1999) کی کتاب "قادیانیت: مطالعہ و جائزہ" سے استفادہ کیا ہے۔ احمدیت کے تاریخی ارتقاء اور مسلمانوں کے ساتھ ان کے تعامل کو سمجھنے کے لیے احمدی مذہب کی تاریخ کو ہم متعدد ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں:

- پہلا دور: 1882 سے پہلے
- دوسرا دور: 1882 تا 1891
- تیسرا دور: 1891 تا 1908
- چوتھا دور: 1908 تا 1947
- پانچواں دور: 1947 تا 1974
- چھٹا دور: 1974 تا حال

ممکن ہے کہ احمدی حضرات اپنی تاریخ کو مختلف نقطہ نظر سے دیکھتے ہوں اور ان کے نزدیک ادوار کی ترتیب کچھ مختلف ہوں، تاہم مسلمانوں کے ساتھ تعامل کے نقطہ نظر سے ان کی تاریخ کے ادوار اسی طرح بنتے ہیں۔ اب ہم کچھ تفصیل سے ان ادوار کا جائزہ لیتے ہیں۔

پہلا دور: *1882* سے پہلے

احمدی مذہب کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی 1835 میں قادیان میں پیدا ہوئے جو اس وقت بھارتی پنجاب میں ہے۔ احمدی تواریخ کے مطابق ان کا مذہب کی طرف رجحان بچپن ہی سے تھا اور قرآن مجید اور دیگر مذہبی کتب کا مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ یہ وہ دور تھا جب مسلمان پوری طرح مغلوب ہو چکے تھے۔ 1857 کی جنگ آزادی کے نتیجے میں ان کی سیاسی قوت کا مکمل خاتمہ ہو گیا۔ لارڈ میکالے کے تعلیمی اقدامات کے نتیجے میں مسلمان راتوں رات جاہل قرار پائے اور ان کی معاشی حالت خراب ہوتی چلی گئی۔ کہا جا سکتا ہے کہ 1857 کے بعد مسلمان برصغیر جنوبی ایشیا میں زوال اور پستی کی آخری سطح پر تھے۔ اس دور میں مذہبی اعتبار سے بھی مسلمانوں کو دو چیلنجوں کا

سامنا کرنا پڑا: ایک عیسائی مشنریز کی تبلیغی سرگرمیاں اور دوسرے ہندو احیاء پرستی (Revivalism)۔

انگریز حکومت اگرچہ سیکولر تھی مگر ان کا مذہب بہر حال عیسائیت تھا۔ دنیادار انگریزوں کے ساتھ عیسائی مبلغین بھی ہندوستانی اقوام کو "مہذب" بنانے اور انہیں یسوع مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کا بپتسمہ دے کر نجات دلوانے کے عزم کے ساتھ ہندوستان آن وارد ہوئے۔ انہوں نے اپنا مذہب پھیلانے کے لیے ایک جانب مشنری اسکولوں اور ہسپتالوں کا جال پورے جنوبی ایشیا میں بچھایا اور دوسری طرف ان کے مناظرین مسلم علماء کو بحث ومباحثے اور مناظرے کے چیلنج دینے لگے۔

دوسری جانب ہندوؤں کے ہاں متعدد اصلاحی و احیائی تحریکوں نے جنم لیا جن میں سوامی دیانند سرسوتی (1824-1883) کی "آریہ سماج تحریک" سب سے نمایاں تھی۔ ان کا مقصد ایک جانب ہندوؤں کی اصلاح کر کے انہیں مذہب کی جانب مائل کرنا تھا اور دوسری جانب یہ تحریک ہندو مذہب کی دعوت کو دیگر مذاہب تک پہنچانے میں سرگرم عمل تھی۔ آریہ سماجی مبلغین نے بھی مسلم علماء کو مناظرے کے چیلنج دینا شروع کر دیے۔ اب صورتحال یہ ہو گئی کہ مسلمان سیاسی، معاشی اور مذہبی اعتبار سے شدید عدم تحفظ کی نفسیات کا شکار ہو گئے۔ انہیں ایسے لوگوں کی ضرورت تھی جو عیسائیوں اور ہندوؤں کے ساتھ مناظروں میں انہیں فتح دلوا سکیں، تحریری میدان میں ان کا مقابلہ کر سکیں اور دین اسلام کا دفاع کرنے کے علاوہ دیگر مذاہب پر حملے بھی کر سکیں۔ اس کے نتیجے میں مسلمانوں کے ہاں مناظرین کا ایک بہت بڑا طبقہ پیدا ہوا جس نے یہ کام سرانجام دیا۔ ان میں سب سے نمایاں مولانا رحمت اللہ کیرانوی (1818-1891) تھے جنہوں نے "اظہار الحق" نامی کتاب لکھ کر مشہور مسیحی مبلغ پادری فنڈر کے اسلام پر اعتراضات کا نہ صرف جواب دیا بلکہ عیسائیوں کے مذہبی معتقدات پر شدید حملہ بھی کیا۔

اسی ماحول میں مرزا غلام احمد صاحب پروان چڑھے۔ انہیں عیسائیوں اور مسلمانوں کے مناظروں میں غیر معمولی دلچسپی تھی۔ اس موضوع پر انہوں نے اخبارات میں مضامین لکھنے کا ایک سلسلہ شروع کیا جس سے انہیں کافی شہرت ملی۔ انہوں نے اس موضوع پر ایک تفصیلی کتاب "براہین احمدیہ" لکھنے کا ارادہ کیا اور 1880 میں اس کا پہلا حصہ شائع کیا، 1884 تک اس کتاب کے چار حصے شائع ہوئے۔ (پانچواں اور آخری حصہ البتہ 1905 میں منظر عام پر آیا۔) اس کتاب کے چار حصوں کو مسلم حلقوں میں بہت پسند کیا گیا اور مرزا صاحب کی شہرت پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔

دوسرا دور: *1882 تا 1891*

1882 میں مرزا صاحب کی زندگی میں ایک تبدیلی رونما ہوئی۔ احمدی تواریخ کے مطابق انہیں کشف میں یہ نظر آیا کہ ایک باغ لگایا جارہا ہے جس کے وہ مالی مقرر ہوئے ہیں۔ اس کے بعد انہیں متعدد کشف ہوئے جن سے انہیں یہ معلوم ہوا کہ انہیں اللہ تعالی کی طرف سے ایک خاص مقصد کے لیے مقرر اور مامور کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے وہ جو کام کر رہے تھے، اس کی بنیاد قرآن و سنت اور عقل پر تھی لیکن اب انہوں نے کشف و الہام کی بنیاد پر اپنے کام کا آغاز کیا۔ مرزا صاحب اس نتیجے پر پہنچے کہ کسی بڑے کام کے لیے اللہ تعالی نے انہیں

"مامور" کر دیا ہے۔

مناسب ہو گا اگر ہم کشف و الہام کی وضاحت بھی کرتے چلیں۔ کشف یا الہام کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو خواب یا بیداری کے عالم میں کوئی ایسی راہنمائی مل جائے جو کہ ماورائے عقل ہو۔ اس میں انسان کے ساتھ کوئی خطاب بھی ہو سکتا ہے، اسے کوئی واقعہ بھی دکھایا جا سکتا ہے یا پھر ان کے ذہن میں اچانک بات بھی آ سکتی ہے۔ کشف و الہام کسی بھی انسان کو ہو سکتا ہے، خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ غیر نبی کے کشف و الہام میں شیطانی مداخلت ہو سکتی ہے جبکہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا کشف و الہام شیطانی مداخلت سے پاک ہوتا ہے اور خالصتاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ مرزا صاحب اپنے کشف پر ایمان رکھتے تھے اور اسے اللہ کی جانب سے سمجھتے تھے۔

1885 میں مرزا صاحب نے ایک اشتہار شائع کیا جس میں انہوں نے مجدد اور مامور من اللہ ہونے کا دعوی کیا اور مسلمانوں کو یہ دعوت عام دی کہ وہ ان کے پاس آ کر اسلام کی سچائی کے آسمانی نشانات دیکھیں۔ 1888 میں مرزا صاحب نے بیعت لینے کا اعلان کیا جس کے نتیجے میں 1889 میں "جماعت احمدیہ" کی بنیاد پڑی۔ ان کے پہلے مرید حکیم نور الدین (c. 1841-1914) تھے جو بعد میں ان کے پہلے خلیفہ بنے۔ مرزا صاحب کی بیعت کا دائرہ پھیلتا رہا اور بہت سے لوگ ان کی بیعت میں داخل ہوتے رہے۔

تیسرا دور: 1891 تا 1908

1891 میں مرزا صاحب نے اس الہام کا اعلان کیا کہ مسلمانوں کے عام عقیدے کے برعکس حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام درحقیقت وفات پا چکے ہیں اور احادیث میں قیامت کے نزدیک حضرت مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کی دوبارہ آمد کا جو ذکر ہے، وہ دراصل مرزا صاحب خود ہیں۔ اسی طرح جن احادیث میں امام مہدی کا ذکر ہے، اس سے مراد بھی مرزا صاحب ہی ہیں۔ اس سے پہلے مرزا صاحب اور ان کے متبعین کے نزدیک ان کی حیثیت ایک مصلح اور مجدد کی تھی مگر اس اعلان کے ساتھ ہی ان کا مقام اس سے بڑھ کر اب نبی کا ہو گیا۔ اس دعوی کے بعد پورے برصغیر کے مسلم علماء کی جانب سے ان کے کفر کا اعلان ہوا اور انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا گیا۔ مرزا صاحب کے دعوی کی تردید جن مسلم علماء نے کی، ان میں سب سے نمایاں مولانا محمد حسین بٹالوی (1831-1920)، مولانا ثناء اللہ امرتسری (d. 1948) اور پیر مہر علی شاہ (1859-1937) تھے۔

مرزا صاحب نے اپنی دعوت کو پھیلانے کے لیے وسیع پیمانے پر اہتمام کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے عیسائیوں اور مسلمانوں کے ساتھ مناظرے جاری رکھے۔ انہوں نے قادیان میں ایک اسکول بھی قائم کیا جس میں جدید تعلیم دی جاتی تھی، دو اخبار بھی جاری کیے جن کے ذریعے ان کی دعوت کو پھیلایا جاتا تھا۔ 1900 میں انہوں نے قادیان ہی میں ایک مینار کی تعمیر شروع کی جو ان کی زندگی میں مکمل نہ ہو سکی۔ اس مینار کو انہوں نے "منارۃ المسیح" کا نام دیا اور اسے اپنی نبوت کی ایک دلیل قرار دیا۔ 1901 میں اپنی جماعت کا نام انہوں نے "فرقہ احمدیہ" رکھا۔

اسی سال انہوں نے اپنی نبوت کا باضابطہ اعلان کیا اور نبوت کی تعریف کے بارے میں اپنے نقطہ نظر میں تبدیلی کی۔ اس سے پہلے مرزا صاحب خود کو صرف ایک محدَّث (Seer) سمجھتے تھے جسے بذریعہ الہام مستقبل کی خبریں دی جاتی ہیں۔ (زیر کے ساتھ محدِّث کا مطلب ہوتا ہے، حدیث بیان کرنے والا جبکہ زبر کے ساتھ محدَّث اس شخص کو کہتے ہیں جو مستقبل کی خبریں دے۔) اب مرزا صاحب پر یہ انکشاف ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہونے کے ساتھ ساتھ مقام نبوت پر بھی سرفراز ہو چکے ہیں۔ احمدی مورخ دوست محمد شاہد لکھتے ہیں:

> 1900 کے آخر اور 1901 کے اوائل میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام [مرزا صاحب] پر یہ انکشاف ہوا کہ مقام نبوت صرف کثرت مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف ہونے کا نام ہے اور نئی شریعت کا لانا پہلی شریعت کا ترمیم کرنا یا براہ راست منصب نبوت و رسالت کا حصول نبی کی تعریف میں داخل نہیں ہے جیسا کہ عامۃ المسلمین کی عام مروج اصطلاح سے خیال کیا جاتا ہے۔ اس انکشاف سے آپ پر یہ صاف کھل گیا کہ آپ کے الہامات میں آپ کو جو نبی قرار دیا گیا ہے، وہ مجاز یا استعارہ کے رنگ میں محض محدثیت (Oracularness) نہیں بلکہ آپ اصل اور صحیح معنوں کی رو سے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غلامی کے طفیل فی الواقع نبی اور رسول ہیں اور نفس نبوت کے لحاظ سے آپ میں اور دوسرے انبیاء میں کچھ فرق نہیں۔ فرق صرف حصول نبوت کے ذریعہ میں ہے نہ کہ نبوت میں۔ پہلے نبی براہ راست مقام نبوت پانے کی وجہ سے مستقل انبیاء کہلاتے ہیں اور آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور افاضہ روحانیہ کے واسطہ سے مقام نبوت تک پہنچے ہیں اور امتی نبی کہلاتے ہیں تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اور فیضان کا کمال ثابت ہو۔ چنانچہ حضور [مرزا صاحب] فرماتے ہیں:
>
> "یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوی میں نبی کا نام سن کر دھوکہ کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعوی کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ میرا ایسا دعوی نہیں ہے بلکہ خدا تعالی کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لیے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے مقام نبوت تک پہنچایا۔ اس لیے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔۔۔۔ تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے۔"
>
> ان الفاظ سے صاف کھل جاتا ہے کہ مسئلہ نبوت میں آپ نے اپنے عقیدہ میں ضرور کوئی تبدیلی فرمائی ہے اور وہ بھی "تریاق القلوب" اور ریویو جلد اول کے درمیانی زمانہ میں کیونکہ حضور نے جس سوال کے جواب میں یہ لکھا ہے، اس کا تعلق اسی دور سے ہے۔ نیز ظاہر ہوتا ہے کہ آپ پہلے اس بناء پر کہ مسیح نبی ہے اور آپ غیر نبی، مسیح سے اپنے تئیں افضل نہیں سمجھتے تھے لیکن خدا تعالی کی وحی میں صریح طور پر نبی کا خطاب آپ کو دیا گیا تو آپ نے اس پہلے عقیدہ میں تبدیلی کر لی اور اپنے تئیں صراحتا صحیح معنوں میں نبی قرار دینے لگے۔[1]

مرزا صاحب نے ان تمام مسلمانوں کو کافر اور جہنمی قرار دیا جو ان کی نبوت پر ایمان نہ رکھتے تھے۔ احمدیوں کی دعوت برصغیر سے افغانستان تک پھیل گئی تاہم اس کا زیادہ زور پنجاب ہی میں رہا۔ ایک افغانی عبد اللطیف نے احمدیت قبول کی جس کی پاداش میں افغان حکومت کی جانب سے انہیں 1903 میں موت کی سزا دی گئی۔ مرزا صاحب نے اپنے رسالہ "گورنمنٹ انگریزی اور جہاد" میں حکومت برطانیہ کے خلاف جہاد کو حرام قرار دیا۔

1905 میں انہوں نے اپنے ہائی اسکول کے ساتھ ایک دینی مدرسہ بھی قائم کیا۔ اسی عرصے میں انہوں نے قادیان میں "مقبرہ بہشتی" قائم کیا۔ اس کی بنیاد ان کے ایک کشف پر تھی جس میں انہیں دکھایا گیا تھا کہ اس زمین میں وہ احمدی دفن ہوں گے جو جنتی ہوں گے۔ ایسا ہی ایک مقبرہ بعد میں ربوہ میں بھی قائم ہوا۔ اس میں دفن ہونے کی شرائط یہ تھیں کہ متعلقہ شخص شرک اور گناہوں سے بچتا ہو اور اپنی آمدنی کا دس فیصد جماعت احمدیہ کے کاموں کے لیے دیتا ہو۔ 1908 میں مرزا صاحب اس وقت فوت ہوئے جب وہ لاہور میں تھے۔ ان کا جنازہ بذریعہ ریل بٹالہ لایا گیا اور پھر وہاں سے قادیان لا کر انہیں دفن کر دیا گیا۔ احمدی حضرات ان کے ساتھیوں کو صحابہ اور ان کی زوجہ کو "ام المومنین" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

چوتھا دور: *1908 تا 1947*

مرزا صاحب کی وفات کے بعد ان کے قریبی ساتھی حکیم نور الدین (c. 1841-1914) احمدی جماعت کے خلیفہ اول منتخب ہوئے۔ حکیم صاحب کا تعلق بھیرہ، ضلع سرگودھا سے تھا لیکن وہ مرزا صاحب کے ساتھ قادیان ہی میں مقیم تھے اور دن رات ان کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ حکیم صاحب نے اپنے دور میں مدرسہ احمدیہ کو ترقی دی، متعدد اخبارات و رسائل جاری کیے اور برطانیہ کی جانب پہلا تبلیغی مشن روانہ کیا۔ ان کے حکم سے مولانا محمد علی (1874-1951) نے انگریزی میں ترجمہ قرآن کا آغاز کیا۔ 1914 میں حکیم نور الدین صاحب فوت ہوئے۔ اس موقع پر احمدیوں نے مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود (1889-1965) کو خلیفہ دوم منتخب کیا۔ احمدیوں کے ہاں اگرچہ خلافت موروثی منصب نہیں ہے مگر اس وقت سے لے کر آج تک خلیفہ مرزا صاحب ہی کی اولاد میں سے ہوتا ہے۔ اس موقع پر مولانا محمد علی، مرزا صاحب کی نبوت سے انکار کر کے احمدیوں کی مین اسٹریم جماعت سے الگ ہو گئے اور انہوں نے لاہوری فرقہ کی بنیاد رکھی۔

مرزا بشیر صاحب کے زمانہ میں احمدیت کی دعوت کو پھیلانے کا زبردست نیٹ ورک تشکیل دیا گیا۔ امریکہ، یورپ اور افریقہ میں جماعت کی شاخیں قائم کی گئیں۔ احمدی مردوں، نوجوانوں، خواتین، بچوں اور بچیوں کی تربیت کے لیے الگ الگ تنظیمیں قائم کر کے انہیں منظم کیا گیا۔ 1916 میں منارۃ المسیح کی تعمیر مکمل ہوئی۔ انہوں نے احمدیوں کی دنیاوی تعلیم و ترقی پر خاص توجہ دی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ احمدی نوجوان پڑھ لکھ کر سول اور ملٹری بیوروکریسی میں شامل ہونے لگے اور قیام پاکستان کے وقت بڑے سرکاری عہدوں پر بہت سے احمدی فائز تھے۔

1934 میں احمدیوں کے خلاف زبردست تحریک شروع ہوئی جس کی قیادت مجلس احرار کے پاس تھی۔ یہ دیوبندی مکتب فکر کی ایک جماعت تھی۔ انہوں نے احمدیت کے گڑھ قادیان میں پہلی مرتبہ ختم نبوت کانفرنس منعقد کی اور برصغیر کے طول و عرض میں احمدیت کے خلاف مہم چلائی اور مسلمانوں کو قائل کرنے کی کوشش کی کہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ اسی زمانے میں علامہ اقبال نے بھی اپنا مشہور مضمون لکھا جس میں انہوں نے احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔[2]

پانچواں دور: 1947 تا 1974

جب 1947 میں ہندوستان کو دو ممالک میں تقسیم کیا گیا تو ضلع گورداسپور، جس میں قادیان بھی تھا، بھارت کے حصے میں آیا۔ اس موقع پر احمدیوں کی لیڈر شپ نے پاکستان جانے کا فیصلہ کیا اور وہ اپنے پیروکاروں کی بڑی تعداد کے ساتھ پاکستان آ پہنچے۔ لاہوری فرقہ کا مرکز پہلے ہی لاہور شہر میں تھا۔ قادیانی فرقے کے لوگوں نے چنیوٹ کے قریب دریائے چناب کے کنارے "ربوہ" نام کا ایک شہر آباد کیا جس کی آبادی کم و بیش احمدی تھی۔ اب حکومت نے اس شہر کا نام "چناب نگر" رکھ دیا ہے۔ پاکستان کی سول اور ملٹری بیورو کریسی میں احمدی بڑی تعداد میں موجود رہے ہیں۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان (1985-1893) پکے اور کٹڑ احمدی تھے۔ پاکستان آنے کے بعد احمدیوں نے پوری قوت سے دعوت و تبلیغ کا کام شروع کیا۔ انہوں نے بہت سے مبلغین تیار کر کے دیہاتی علاقوں میں بھیجے تاکہ کم تعلیم یافتہ مسلمانوں کو احمدیت کی طرف مائل کیا جا سکے۔ خلیفہ ثانی کے حکم سے قرآن کا ترجمہ و تفسیر شائع کیا گیا اور ایک نئے کیلنڈر کا اجراء کیا گیا۔

1953 میں مسلمانوں کی جانب سے تحریک ختم نبوت شروع ہوئی۔ اس میں مجلس احرار، جماعت اسلامی، جمعیت علمائے پاکستان اور تقریباً سبھی مکاتب فکر کی جماعتیں شریک تھیں۔ حکومت کے اہم عہدوں پر چونکہ احمدی فائز تھے، اس وجہ سے اس تحریک کو دبا دیا گیا اور تحریک ختم نبوت کے قائدین کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس تحریک میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، شیعہ اور حتی کہ منکرین حدیث سبھی نے مل کر احمدیوں کے نقطہ نظر کا رد کیا اور اس کے لیے بہت بڑا لٹریچر تیار کیا۔ متعدد قائدین جن میں سید ابو الاعلی مودودی (1979-1903) اور مولانا عبد الستار خان نیازی (2001-1915) شامل تھے، کو موت کی سزا سنائی گئی لیکن پھر بیرونی مخالفت کے باعث اسے منسوخ کرنا پڑا۔

1965 میں مرزا بشیر فوت ہوئے اور ان کی جگہ ان کے بیٹے مرزا ناصر خلیفہ بنے۔ انہوں نے اپنے والد کے منصوبوں کو جاری رکھا اور احمدی دعوت کو افریقہ اور یورپ میں پھیلاتے رہے۔ 1974 میں ربوہ ریلوے اسٹیشن پر مار پیٹ کا ایک واقعہ ہوا جس کے نتیجے میں احمدیوں کے خلاف زبردست تحریک پورے ملک میں پھیل گئی۔ اس تحریک کا مطالبہ یہ تھا کہ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ مسلمانوں کے تمام فرقے اس مطالبے میں متفق تھے۔ بالآخر حکومت نے یہ مطالبہ منظور کیا۔ مرزا ناصر صاحب کو بلا کر ان کا پارلیمنٹ نے ان کا موقف سنا اور اس کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ احمدیوں کے دونوں فرقے قادیانی اور لاہوری دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور پاکستان میں ایک غیر مسلم اقلیت کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں۔

چھٹا دور: 1974 تا حال

غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کے باوجود احمدیوں نے اپنی تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ ان کے نقطہ نظر کے مطابق اصلی مسلمان وہ ہیں اور بقیہ مسلمان کفار اور اہل کتاب میں شمار ہوتے ہیں۔ 1979 میں ایک احمدی سائنسدان ڈاکٹر عبد السلام نے نوبل انعام جیتا جو

اب تک کسی پاکستانی کو دیا جانے والا واحد نوبل انعام ہے۔1982 میں مرزا ناصر کی وفات کے بعد ان کے بھائی مرزا طاہر احمد احمدیت کا چوتھا خلیفہ مقرر ہوئے۔ انہوں نے امریکہ اور کینیڈا میں احمدیت کی دعوت پھیلائی۔ 1984 میں حکومت پاکستان نے احمدیوں پر یہ پابندی عائد کر دی کہ وہ اسلام کا نام اور اس سے متعلق علامات پاکستان میں استعمال نہیں کر سکتے۔ اس سے احمدی دعوت کو نقصان پہنچا۔ اس موقع پر مرزا طاہر پاکستان سے برطانیہ چلے گئے اور اب تک عملاً احمدیت کا مرکز لندن ہی میں ہے۔ انہوں نے افریقہ اور دیگر پسماندہ ممالک میں دعوتی سرگرمیاں تیز کیں اور اس کے ساتھ ساتھ مغربی ممالک میں بھی اپنی دعوت کو پھیلاتے رہے۔ ڈش اور انٹرنیٹ کی ایجاد کے بعد احمدیوں نے اس میڈیا کا استعمال بھی بڑی تیزی سے شروع کیا۔ 2003 میں مرزا طاہر کی وفات کے بعد مرزا مسرور خلیفہ بنے جو اب تک احمدیوں کے سربراہ ہیں۔

اسائن منٹس

- احمدیوں اور مسلمانوں کے مابین بنیادی اختلافات کیا ہیں؟
- مسلمان اور احمدی ایک دوسرے کو دائرہ اسلام سے خارج کیوں سمجھتے ہیں؟

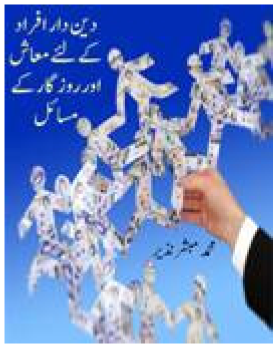

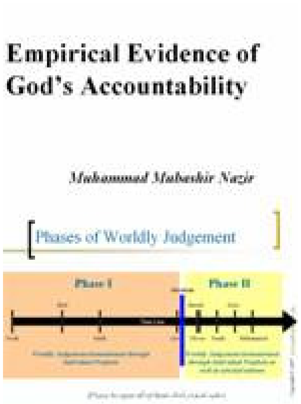

---

1 دوست محمد شاہد۔ تاریخ احمدیت۔ جلد 2۔ قادیان: نظارت نشر و اشاعت (www.alislam.org (acc. 2 July 2010

2 Iqbal, Dr. Sir Muhammad. Qadianis and Orthodox Muslims. http://irshad.org/info_m/writings/iqbalpdc.php (ac. 13 Oct 2011)

باب 5: ختم نبوت پر احمدیوں اور مسلمانوں کے دلائل

احمدیوں کا مسلمانوں کے ساتھ بنیادی اختلاف ختم نبوت کے مسئلے پر ہے۔ مسلمان ہمیشہ سے اس بات کے قائل رہے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی حیات طیبہ کے آخری ایام میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوی کیا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہاد کر کے مدعی نبوت کا زور توڑ دیا۔ آپ ہی کے دور میں اسود عنسی، سجاح اور طلیحہ الاسدی نے بھی ایسے ہی دعوے کیے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کا زور توڑ دیا۔ اسود اور سجاح مارے گئے اور طلیحہ نے دوبارہ اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد سے لے کر اب تک مسلمانوں نے کسی بھی مدعی نبوت کو قبول نہیں کیا۔ بعض مواقع پر کچھ مدعیان نبوت کو وقتی قوت اور اقتدار حاصل ہوا بھی تو اس کا جلد ہی خاتمہ ہو گیا۔

برصغیر جنوبی ایشیا میں مرزا غلام احمد قادیانی وہ واحد مدعی نبوت تھے جن کے دعوی کو ایک ایسی جماعت نے قبول کیا اور جو اب تک باقی بھی ہے۔ ان کے نقطہ نظر کی مسلمانوں کے سبھی مسالک کے علماء نے زبردست تردید کی۔ فریقین کی طرف سے دلائل پیش کیے گئے اور دونوں جانب سے ایک بہت بڑا لٹریچر تیار ہوا جس میں اپنے اپنے نقطہ نظر کے حق میں دلائل فراہم کیے گئے تھے۔ ان دلائل کا خلاصہ ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔ پہلے ہم عقیدہ ختم نبوت سے متعلق مسلمانوں کے دلائل پیش کریں گے اور دیکھیں گے کہ احمدی ان کا کیا جواب دیتے ہیں۔ اس کے بعد ہم احمدیوں کے دلائل کا مطالعہ کریں گے اور یہ دیکھیں گے کہ مسلم علماء اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔

مسلم علماء کے دلائل

مسئلہ ختم نبوت سے متعلق مسلم علماء کے دلائل کو سید ابو الاعلی مودودی (1903-1979) نے اپنی تفسیر تفہیم القرآن کے "ضمیمہ ختم نبوت" میں بیان کر دیا ہے۔ یہاں ہم اسی کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔

قرآن مجید سے دلائل

مسلم علماء کی بنیادی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيماً.

محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ (الاحزاب 33:40)

مسلم علماء کا کہنا یہ ہے کہ آیت کریمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "خاتم النبیین" کہا گیا ہے۔ عربی لغت کے اعتبار سے "ختم" کا

مطلب ہوتا ہے: مہر لگانا، بند کرنا، آخر تک پہنچنا اور کسی کام کو پورا کر کے فارغ ہو جانا۔ اس سے واضح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت کا کام مکمل ہو کر ختم ہو گیا ہے۔ اب کسی نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔ اسی بات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آپ کے بعد کی پوری امت کا اجماع ہے۔[1]

اس کے جواب میں احمدی حضرات کہتے ہیں کہ "ختم" کا مطلب مہر لگانا بھی ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے "خاتم النبیین" کا مطلب یہ ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر کے بغیر کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا۔ صرف وہی نبی ہو گا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر لگا دی ہو۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ "خاتم" کا لفظ انتہا درجے کے کمال کو بیان کرنے کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے کسی کو "خاتم الشعراء" کہہ دیا جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس شخص کے بعد کوئی شاعر نہ ہو گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شاعری میں کمال کے اس درجے پر پہنچ چکا ہے کہ اب اس مرتبہ کمال پر کوئی نہ پہنچ سکے گا۔ اسی طرح "خاتم النبیین" کا مطلب یہ ہوا کہ نبوت میں جو آخری کمال کا درجہ ہے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ زمانی اعتبار سے آخری نبی ہیں۔[2]

احمدیوں کی اس بات کے جواب میں مسلم علماء کہتے ہیں کہ "ختم" کے معنی ٹھپہ لگانے والی مہر (Stamp) کے نہیں ہیں بلکہ لفافہ بند کرنے والی مہر (Seal) کے ہیں جس کے بعد کسی چیز کو لفافے میں داخل نہیں کیا جا سکتا ہے۔ پھر آیت کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مہر لگانے والا نہیں کہا گیا بلکہ آپ کو بذات خود نبیوں کی مہر قرار دیا گیا ہے۔ عربی لغت میں خاتم کا مطلب ہی وہ مہر ہوتا ہے جس سے لفافے وغیرہ بند کیے جاتے ہیں۔ لسان العرب جو کہ قرآن مجید کے دور کی عربی زبان کی اہم ترین ڈکشنری ہے میں ہے:

> ختم: ختم کا مطلب لگانا ہوتا ہے، خاتم اس کا فاعل ہے۔ ختم علی القلب کا مطلب ہوتا ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں سمجھتا اور اس میں سے کچھ نہیں نکل سکتا گویا کہ اس پر مہر لگا کر اسے بند کر دیا گیا ہے۔۔۔۔ ابو اسحاق کہتے ہیں کہ ختم اور طبع کا لغت میں ایک ہی مطلب ہے یعنی کسی چیز کو اس طرح ڈھانک کر بند کر دینا کہ اس میں کچھ اور داخل نہ کیا جا سکے۔۔۔۔ خاتم اس پیسٹ کو کہتے ہیں جس سے خط کو بند کیا جاتا ہے۔۔۔ فلاں نے قرآن ختم کر لیا کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس نے قرآن کو آخر تک پڑھ لیا ہے۔۔۔۔ کسی مشروب کا "ختام" وہ ہوتا ہے جو اس کے آخر میں ہو۔۔۔۔ کسی قوم کا "خاتم" وہ ہوتا ہے جو ان کے آخر میں آئے۔[3]

آخری جملہ سے واضح ہے کہ جب عربی میں کہا جائے کہ "خاتم القوم آیا" تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس قوم کا سب سے افضل اور صاحب کمال آدمی آ گیا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس قوم کا آخری آدمی بھی آ گیا ہے اور اب پیچھے کوئی باقی نہیں رہا ہے۔

رہی خاتم الشعراء والی بات تو یہ اس لفظ کا مجازی استعمال ہے۔ کسی زبان میں ایسا نہیں ہوتا کہ اگر کوئی لفظ مجازی معنی میں کبھی کبھار استعمال ہو جائے تو اس کا حقیقی معنی ترک کر کے ہمیشہ کے لیے مجازی معنی کا استعمال شروع کر دیا جائے۔ جیسے لفظ "شیر" کا حقیقی معنی ایک خاص درندہ ہے۔ اس لفظ کو مجازاً "بہادر آدمی" کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اب کوئی شخص کہے کہ شیر کا حقیقی مطلب ہی بہادر ہوتا ہے اور شیر نامی کوئی درندہ نہیں پایا جاتا تو یہ غلط ہے۔ اسی طرح اگر کبھی مجازاً "خاتم" کا مطلب درجہ کمال لیا جائے تو اس سے اس بات کی نفی نہیں ہوتی کہ اس لفظ کا زمانہ کے اعتبار سے آخری کے معنی میں نہیں لیا جا سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث

سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے اور عہد صحابہ سے لے کر امت نے بھی "خاتم النبیین" کا مطلب "آخری نبی ہی سمجھا ہے۔

مرزا صاحب اس ضمن میں ایک اور استدلال پیش کرتے ہیں:

> نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے، اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔ اس لیے اس کا نبی ہونا غیرت [غیر ہونے] کی جگہ نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنی نبی کے چشمی سے لیتا ہے اور نہ اپنے لیے بلکہ اسی کے جلال کے لیے۔ اس لیے اس کا نام آسمان پر محمد ااور احمد ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد کو ہی ملی گو بروزی [Incarnation] طور پر مگر نہ کسی اور کو۔ پس یہ آیت کہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيماً، اس کے معنی یہ ہیں کہ ليس محمد أبا أحد من رجال الدنيا ولكن هو أب لرجال الآخرة لأنه خاتم النبيين ولا سبيل إلى فيوض الله من غير توسطه [یعنی محمد دنیا کے مردوں میں کسی کے والد نہیں ہیں لیکن وہ آخرت کے مردوں کے والد ہیں کیونکہ وہ خاتم النبیین ہیں اور اللہ کے فیوض کی طرف آپ کے واسطے کے سوا کوئی راستہ نہیں۔]
>
> غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے نہ میرے نفس کی رو سے۔ اور یہ نام بحیثیت فنافی الرسول مجھے ملا۔ لہٰذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا۔۔۔ اگر کوئی شخص اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا کیونکہ وہ محمد ہے گو ظلی طور پر۔ پس باوجود اس شخص کے دعویٰ نبوت کے جس کا نام ظلی طور پر محمد اور احمد رکھا گیا۔ پھر بھی سیدنا محمد خاتم النبیین ہی رہا کیونکہ یہ محمد ثانی اسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر اور اسی کا نام ہے۔[4]

مرزا صاحب کا استدلال یہ ہے کہ جو شخص محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا ہو جائے تو وہ حضور کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ اس طرح وہ ظلی طور پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ہوتا ہے۔ اس طرح اس کی نبوت سے ختم نبوت پر کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ ان کی اہم اصطلاح بروزی نبوت ہے یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ مرزا صاحب کے وجود میں تشریف لائے ہیں۔

اس کے جواب میں مسلم علماء کہتے ہیں کہ قرآن اور حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں ملتی ہے۔ اگر کسی شخص کو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باعث نبوت مل سکتی تو سب سے پہلے حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو ملتی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کسی نے اس کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ مفتی محمد شفیع (1896-1976) لکھتے ہیں:

> اس (ظلی و بروزی نبوت کے تصور) کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل اتباع سے کوئی شخص ظلی یا بروزی طور پر عین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن جاتا ہے۔
>
> اگر یہ صحیح تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ ابتداء اسلام سے مرزا صاحب کی پیدائش تک کیا کسی اور کو بھی یہ کامل اتباع نصیب ہوا یا نہیں؟ صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی، علی مرتضیٰ [رضی اللہ عنہم] جو خیر الخلائق بعد الانبیاء کے مصداق ہیں اور حدیث لو کان بعدی نبی لکان عمر [اگر میرے

بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے] وغیرہ کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں، کیا یہ حضرات بھی اپنی عمر کی جان نثارانہ خدمات اور انتہائی پیروی کے باوجود ظلی طور پر محمد مصطفی بن گئے تھے یا نہیں؟

ان کے علاوہ وہ صحابہ جنہوں نے اپنے جسموں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھال بنا کر دشمن کی طرف سے آنے والے تیروں سے اپنے پورے بدن کو چھلنی بنا لیا، جنہوں نے آپ کے ادنی اشارہ پر ساری دنیا کو چھوڑ دیا، جنہوں نے آپ کی محبت و پیروی کے لیے اپنے ماں باپ، بھائی برادروں سے قتال کیا، اور حضور کی ایک ایک سنت پر جان دی، ان میں سے کوئی اس قابل نہ ہوا کہ ان میں محمدی چہرہ کا انعکاس ہو؟ اور اگر ان بزرگوں کو بھی یہ درجہ حاصل ہوا ہے تو کیا مرزا صاحب ان میں سے کسی کی تاریخ میں دعوائے نبوت کا کوئی ادنی اشارہ بھی دکھا سکتے ہیں؟۔۔۔

اس کے بعد کوئی مرزا صاحب سے یہ پوچھے کہ نبوت و رسالت کے معاملہ میں آپ کے ظل و بروز کے فلسفہ پر کیا کوئی قرآن و حدیث کی شہادت بھی موجود ہے؟ کہیں قرآن کریم نے ظلی اور بروزی نبی کا ذکر کیا ہے؟ یا کسی حدیث میں اس کا کوئی اشارہ ہے؟ اور اگر ایسا نہیں تو پھر اسلام کا دعوی رکھتے ہوئے اسلام کے بنیادی عقیدہ رسالت میں اس ہندوانہ عقیدہ کو ٹھونسنا کونسی دینی روایات یا عقل و شریعت ہے؟[5]

حدیث سے دلائل

مسلم علماء کا کہنا ہے کہ ختم نبوت کے موضوع پر اس قدر احادیث، مختلف کتب حدیث میں روایت ہوئی ہیں جنہیں معناً متواتر کہا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ آپ انکار حدیث سے متعلق ابواب میں پڑھ چکے ہیں کہ تواتر سے وارد ہونے والی حدیث کا درجہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا گویا کہ انسان خود زبان رسالت سے وہ بات سن رہا ہوتا ہے۔ اس مضمون کی بعض احادیث یہ ہیں:

حدثنا مسدد: حدثنا يحيى، عن شعبة، عن الحكم، عن مصعب ابن سعد، عن أبيه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج إلى تبوك، واستخلف عليا، فقال: أتخلفني في الصبيان والنساء؟ قال: (ألا ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى؟ إلا أنه ليس نبي بعدي).

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک کے لیے نکلے تو آپ نے علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے نائب مقرر فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا: "آپ مجھے بچوں اور عورتوں کے پاس چھوڑے جا رہے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "کیا تم اس سے خوش نہیں کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو موسی کو ہارون [علیہما الصلوۃ والسلام] سے تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (بخاری، کتاب المغازی، حدیث 4154، مسلم 2404)

حدثني محمد بن بشار: حدثنا محمد بن جعفر: حدثنا شعبة، عن فرات القزاز قال: سمعت أبا حازم قال: قاعدت أبا هريرة خمس سنين، فسمعته يحدث عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (كانت بنو إسرائيل تسوسهم الأنبياء، كلما هلك نبي خلفه نبي، وإنه لا نبي بعدي، وسيكون خلفاء فيكثرون). قالوا: فما تأمرنا؟ قال: (فوا ببيعة الأول فالأول، أعطوهم حقهم، فإن الله سائلهم عما استرعاهم)..

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بنی اسرائیل کی قیادت ان کے انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کوئی نبی فوت ہوتے تو ان کے بعد ان کے خلیفہ بھی نبی ہوتے۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا البتہ خلفاء بکثرت سے ہوں گے۔" صحابہ نے عرض کیا: "آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟" فرمایا: "سب سے پہلے جس کی بیعت ہو جائے وہی خلیفہ ہو گا۔ انہیں ان کا حق دو [یعنی اطاعت کرو] یقیناً اللہ ان

سے ان کی ذمہ داری کے بارے میں سوال کرے گا۔ (بخاری، کتاب الانبیاء، حدیث 3268، مسلم 1842)

حدثنا قتيبة بن سعيد: حدثنا إسماعيل بن جعفر، عن عبد الله بن دينار، عن أبي صالح، عن أبي هريرة رضي الله عنه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (إن مثلي مثل الأنبياء من قبلي، كمثل رجل بنى بيتا، فأحسنه وأجمله إلا موضع لبنة من زاوية، فجعل الناس يطوفون به، ويعجبون له ويقولون: هلا وضعت هذه اللبنة؟ قال: فأنا اللبنة، وأنا خاتم النبيين.)

میری اور مجھ سے پہلے کے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے گھر بنایا، اور کیا ہی اچھا اور خوبصورت بنایا۔ بس اس نے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس کے گرد گھومتے اور حیران ہو کر کہتے: "ارے! اس نے یہ اینٹ کیوں چھوڑ دی۔" آپ نے فرمایا: "وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔" (بخاری، کتاب المناقب، حدیث 3342، مسلم 2286)

وحدثنا يحيى بن أيوب وقتيبة بن سعيد وعلي بن حجر. قالوا: حدثنا إسماعيل (وهو ابن جعفر) عن العلاء، عن أبيه، عن أبي هريرة؛ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: فضلت على الأنبياء بست: أعطيت جوامع الكلم. ونصرت بالرعب. وأحلت لي الغنائم. وجعلت لي الأرض طهورا ومسجدا. وأرسلت إلى الخلق كافة. وختم بي النبيون.

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے دیگر انبیاء پر چھ امور میں فضیلت دی گئی: مجھے جامع کلمات [حکمت] عطا کیے گئے، رعب سے میری مدد کی گئی، میرے لیے مال غنیمت کو حلا کیا گیا، میرے لیے پوری زمین کو پاک اور مسجد بنا دیا گیا، مجھے تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور مجھ پر نبیوں کے سلسلے کو ختم کر دیا گیا۔" (مسلم، کتاب المساجد، حدیث 523)

حدثني زهير بن حرب وإسحاق بن إبراهيم. وابن أبي عمر – واللفظ لزهير – (قال إسحاق: أخبرنا. وقال الآخران: حدثنا) سفيان بن عيينة عن الزهري. سمع محمد بن جبير بن مطعم عن أبيه؛ أن النبي صلى الله عليه وسلم قال "أنا محمد. وأنا أحمد. وأنا الماحي الذي يمحى بي الكفر. وأنا الحاشر الذي يحشر الناس على عقبي. وأنا العاقب". والعاقب الذي ليس بعده نبي.

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں محمد ہوں، میں احمد ہوں۔ میں ماحی [مٹانے والا] ہوں جس سے کفر کو مٹایا جاتا ہے۔ میں حاشر [اکٹھا کرنے والا] ہوں، میرے ہی پیچھے لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا۔ اور میں عاقب [سب سے آخر میں آنے والا] ہوں۔" عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (مسلم، کتاب الفضائل، حدیث 2354)

قال أبو بكر: حدثنا سفيان عن سليمان. حدثنا يحيى بن أيوب. حدثنا إسماعيل بن جعفر. أخبرني سليمان بن سحيم، عن إبراهيم بن عبدالله بن معبد بن عباس، عن أبيه، عن عبدالله بن عباس؛ قال: كشف رسول الله صلى الله عليه وسلم الستر. ورأسه معصوب في مرضه الذي مات فيه. فقال "اللهم! هل بلغت؟" ثلاث مرات "إنه لم يبق من مبشرات النبوة إلا الرؤيا. يراها العبد الصالح أو ترى له" ثم ذكر بمثل حديث سفيان.

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے [دروازے کا] پردہ اٹھایا اور آپ کا سر مبارک مرض الموت میں بندھا ہوا تھا۔ آپ نے تین مرتبہ عرض کیا: "اے اللہ! کیا میں نے [پیغام رسالت] پہنچا دیا؟" [پھر فرمایا]: "اب نبوت کے مبشرات سے کچھ باقی نہیں رہ گیا سوائے اچھے خوابوں کے کہ جو نیک بندہ دیکھ لے یا اس سے متعلق کوئی اور دیکھ لے۔ (مسلم، کتاب الصلوۃ، حدیث 479)

حدثني إسحاق بن منصور. حدثنا عيسى بن المنذر الحمصي. حدثنا محمد بن حرب. حدثنا الزبيدي عن الزهري، عن أبي سلمة بن عبدالرحمن، وأبي عبدالله الأغر مولى الجهنيين (وكان من أصحاب أبي هريرة) أنهما سمعا أبا هريرة يقول: صلاة في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم أفضل من ألف صلاة فيما سواه من المساجد، إلا المسجد الحرام. فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم آخر الأنبياء. وإن مسجده آخر المساجد.

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز سوائے مسجد الحرام کے دیگر مساجد کی 1000 نمازوں سے افضل ہے۔ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کی مسجد [غیر معمولی فضیلت والی مساجد میں سے] آخری مسجد ہے۔ (مسلم، کتاب الحج، حدیث 1394)

حدثنا سليمان بن حرب ومحمد بن عيسى قالا: ثنا حماد بن زيد، عن أيوب، عن أبي قلابة، عن أبي أسماء، عن ثوبان قال: قال رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم: ..... وإنه سيكون في أمتي كذابون ثلاثون كلهم يزعم أنه نبيٌّ، وأنا خاتم النَّبيِّين لا نبيَّ بعدي، ولا تزال طائفةٌ من أمتي على الحقِّ" قال ابن عيسى: "ظاهرين" ثم اتفقا "لايضرهم من خالفهم حتى يأتي أمر اللّه تعالى".

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب میری امت میں ایسے تیس جھوٹے ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہ خیال کرے گا کہ وہ نبی ہے جبکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا، انہیں ان کے مخالف کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالی کا امر [قیامت] آ جائے گا۔" ابن عیسی نے روایت میں ان الفاظ کا اضافہ کیا: "وہی غالب رہیں گے۔" (ابو داؤد، کتاب الفتن والملاحم، حدیث 4252)

مسلمانوں کا کہنا یہ ہے کہ یہ وہ احادیث ہیں جو حدیث کی چوٹی کی کتابوں میں متعدد صحابہ سے روایت ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ مزید کتب میں اور بھی بے شمار احادیث ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کو بیان کرتی ہیں۔ یہ احادیث معتبر اسناد کے ساتھ مزید صحابہ سے بھی روایت ہوئی ہیں اور اتنی زیادہ تعداد میں ہیں کہ یہ متواتر ہیں۔ جب کوئی حدیث متواتر کے درجے پر پہنچ جائے تو پھر اس کی اسناد چیک کرنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی کیونکہ اگر کسی ایک روایت میں ایک آدھ راوی ضعیف بھی ہو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا جب بیسیوں دیگر راوی اسی مفہوم کی حدیث کو روایت کر رہے ہوں۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ اگر ایک بات پچاس آدمی کہہ رہے ہوں اور ان میں ایک دو افراد ناقابل اعتماد بھی ہوں تو اس سے بات کی صحت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہاں اگر کسی بات کو ایک دو افراد کہہ رہے ہوں اور ان میں سے ایک ناقابل اعتماد ہو تو پھر اس بات کی مزید تحقیق کی ضرورت پڑتی ہے۔

ان احادیث کی بنیاد پر مسلمان کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعوی کرے گا، وہ جھوٹا اور کذاب سمجھا جائے گا، اس سے کوئی نشانی طلب نہ کی جائے گی اور اس کا دعوی ہرگز تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

احمدی حضرات اس کے جواب میں یہ نکات پیش کرتے ہیں:

- احمدی حضرات کہتے ہیں کہ لا نبی بعدی سے مراد یہ ہے کہ "میرے بعد میرے جیسا کوئی نبی نہیں" ہے۔ آپ سے کم درجے

کے نبی کی نفی نہیں کی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریعی نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو شریعت لے کر آئے۔ ہاں ایسے نبی ضرور آ سکتے ہیں جو آپ ہی کی شریعت پر عمل کریں۔[6] اس کے جواب میں مسلمان کہتے ہیں کہ لا نبی بعدی والی حدیث مطلق ہے اور اس میں کہیں بھی تشریعی یا غیر تشریعی نبی میں فرق نہیں کیا گیا ہے اور ایسی کوئی تقسیم قرآن و حدیث میں بیان نہیں ہوئی ہے۔

- احمدی حضرات کہتے ہیں کہ لا نبی بعدی کا اسلوب ویسا ہی ہے جیسے ایک حدیث میں ہے کہ "کسری ہلاک ہو جائے گا اور اس کے بعد کوئی کسری نہ ہو گا اور قیصر ہلاک ہو گا اور اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہو گا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے کسری کی موت کے بعد اس کا بیٹا کسری بنا اور قیصر روم کی حکومت بعد میں بھی باقی رہی۔ اس وجہ سے آپ کی مراد یہ تھی کہ اس درجے کا کوئی قیصر یا کسری نہ رہے گا۔ بعینہ یہی معاملہ لا نبی بعدی کا ہے کہ میرے بعد میرے درجے کا کوئی نبی نہ ہو گا۔ [7]مسلمان اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ہاتھوں کسری کی حکومت تباہ ہوئی اور پھر اس کے بعد کوئی کسری نہ ہوا۔ اسی طرح قیصر کی حکومت شام، مصر اور افریقہ کے علاقوں سے ختم ہو گئی اور پھر ان علاقوں میں کوئی قیصر نہ رہا۔ بعینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی درجے کا کوئی نبی نہ ہو گا۔
- بنی اسرائیل کے انبیاء اور خلفاء سے متعلق حدیث کے بارے میں احمدی حضرات کہتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ میرے بعد جو نبی ہوں گے، وہ خلیفہ نہ ہوں گے اور جو خلیفہ ہوں گے وہ نبی نہ ہوں گے اور یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فوراً بعد کے زمانہ سے متعلق ہے۔[8] اس کے جواب میں مسلمان کہتے ہیں کہ حدیث میں ایسی کوئی قید نہیں لگائی گئی ہے اور اس کا حکم قیامت تک کے لیے ہے۔
- قصر نبوت سے متعلق حدیث کو احمدی صحیح نہیں مانتے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اس کی سند میں عبداللہ بن دینار اور ابو صالح ضعیف ہیں۔ مسلم علماء کا کہنا یہ ہے کہ عبداللہ بن دینار دو ہیں۔ ایک قابل اعتماد ہیں اور دوسرے نہیں۔ بخاری کی اس روایت میں پہلے والے عبداللہ بن دینار مراد ہیں۔[9] یہی معاملہ ابو صالح کا ہے۔ اس کنیت کے گیارہ راوی ہیں، جن میں سے ایک راوی قابل اعتماد ہیں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ بخاری کی اس روایت میں یہی مراد ہیں۔[10]
- جس حدیث میں "ختم بی النبیون" کے الفاظ ہیں، اس میں احمدی "ختم" کی وہی تشریح کرتے ہیں جو سورۃ الاحزاب کی آیت میں "خاتم النبیین" کی کرتے ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر جس پر لگ جائے، وہی نبی ہو گا۔ اس سے متعلق مسلمانوں کا جواب ہم اوپر درج کر چکے ہیں۔
- احمدی اس حدیث کو بھی صحیح نہیں مانتے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "عاقب" کہا گیا ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اس کی سند میں سفیان بن عیینہ ہیں جو تدلیس کیا کرتے تھے اور آخری عمر میں ان کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا۔ اس کے جواب میں مسلمان

کہتے ہیں کہ سفیان بن عینیہ کے ثقہ (قابل اعتماد) ہونے پر تمام ائمہ جرح و تعدیل کا اجماع ہے۔ ان پر تدلیس کا الزام لگایا گیا ہے مگر ان کے زمانے میں تدلیس کا وہ مفہوم نہ تھا جو بعد میں رائج ہوا۔ ان کے بارے میں یہ بھی معلوم ہے کہ وہ صرف ثقہ راویوں سے ہی روایت کرتے تھے۔ یہ حدیث ان کے حافظہ کمزور ہونے سے پہلے کی روایت کردہ ہے اور صحیح ہے کیونکہ یہ دیگر طرق سے بہت سی کتب حدیث میں آئی ہے۔

- احمدی حضرات کہتے ہیں کہ إن مسجده آخر المساجد سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد آخری ہو گی جبکہ ایسا نہیں ہے۔ بہت سی مساجد اس کے بعد تعمیر ہو چکی ہیں۔ اس وجہ سے آخر کا مطلب زمانہ کے اعتبار سے آخری نہیں لیا جا سکتا۔ بالکل اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی آخری نبی نہ ہوئے۔ اس کے جواب میں مسلمان کہتے ہیں کہ حدیث جس باب میں آئی ہے، وہاں غیر معمولی فضیلت والی تین مساجد کا بیان ہے: مسجد الحرام، مسجد اقصی اور مسجد نبوی۔ ان میں مسجد نبوی زمانی ترتیب سے بھی آخری مسجد ہے جس کے بعد کوئی اور ایسی مسجد نہ بنے گی جسے اتنی فضیلت ملے۔ بعینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمانی ترتیب سے آخری نبی ہیں۔
- احمدی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں تیس کی تعداد بتاتی ہے کہ تیس جھوٹے ہوں گے اور ان کے علاوہ سچے نبی بھی ہوں گے۔ مسلمان کہتے ہیں کہ پوری حدیث کا مطالعہ کیجیے، اسی حدیث میں ختم نبوت کا بیان بھی ہے۔ اس کے جواب میں احمدی وہی بات کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی تشریعی نبی نہ ہو گا۔ مسلمان کہتے ہیں کہ حدیث میں مطلقاً نبی نہ آنے کا ذکر ہے اور کسی تشریعی یا امتی نبی کی کوئی تقسیم نہ تو قرآن میں موجود ہے اور نہ کسی صحیح حدیث میں۔

اجماع صحابہ اور اجماع امت

مسلمانوں کا کہنا یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اجماع ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعوی کرے، وہ جھوٹا اور فریبی ہے۔ عہد صحابہ میں متعدد افراد نے نبوت کا دعوی کیا۔ انہوں نے کسی سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ وہ نبوت کی کوئی نشانی دکھائے بلکہ بلا تامل انہیں جھوٹا قرار دے کر ان سے جہاد کیا اور ان کا قلع قمع کر کے ہی دم لیا۔

امت مسلمہ کی پوری تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ امت نے کبھی کسی بھی شخص کے دعوی نبوت کو درخور اعتنا نہیں سمجھا بلکہ ایسے تمام مدعیان نبوت کی بات کو ہمیشہ مسترد کیا گیا اور ان کے خلاف فوجی کاروائی بھی کی گئی۔ سید ابو الاعلی مودودی نے اپنی تفسیر تفہیم القرآن کے ضمیمہ ختم نبوت میں مختلف ادوار اور علاقوں کے مسلم علماء کے اقوال اور عبارات نقل کیے ہیں جو سب کے سب اس بات پر متفق ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا ہونا ممکن نہیں ہے۔ ان میں امام ابو حنیفہ (80-150/699-767)، ابن جریر طبری (224-310/838-922)، طحاوی (239-321/853-933)، ابن حزم (383-456/994-1064)، غزالی (450-505/1058-1111)، بغوی (d. 510/1116)، زمخشری (467-538/1075-1143)، قاضی عیاض (476-544/1083-1149)، شہرستانی (d.

(548/1153، رازی(1209-1148/606-543)، بیضاوی(d. 685/1286)، نسفی(d. 710/1310)، ابن کثیر (-701-774/1301 1372)، سیوطی (849-911/1445-1505)، ابن نجیم (d. 970/1562)، علی قاری (d. 1016/1607)، اسماعیل حقی (d. 1137/1724)، شوکانی(1759-1839)، فتاوی عالمگیری کے مصنفین اور محمود الوسی (1803-1854) شامل ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف سے لے آج تک اور انڈونیشیا سے لے کر امریکہ تک تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا ممکن نہیں۔

اس کے جواب میں احمدی حضرات مسلمانوں سے منسوب کچھ اقوال پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے اہم وہ ہے جو کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے:

> حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ : حدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عن محمد، عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ : قُولُوا : خَاتَمُ النَّبِيِّينَ ، وَلاَ تَقُولُوا : لاَ نَبِيَّ بَعْدَهُ.

> سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: " یہ کہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں، یہ مت کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔" (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث 27186)

اس کے جواب میں مسلم علماء کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اس قول کی نسبت صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ قول خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے خلاف ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ "لا نبی بعدی" یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں، پھر اس حدیث کی سند بھی درست نہیں ہے۔ اس طریقے سے یہ روایت شاذ ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ سیدہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے خلاف حدیث بیان کریں۔ اور پھر سند کے آغاز ہی میں حسین بن محمد ہیں جو کہ ضعیف ہیں۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ اس نام کے تمام راوی ضعیف ہیں۔ [11] اس کے بعد اس سند میں محمد بن سیرین (d.110/728) ہیں جن کی ملاقات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت نہیں ہے۔

احمدی حضرات صوفی شیخ محی الدین ابن العربی(558-638/1164-1240) کا یہ قول پیش کرتے ہیں:

> آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کہ "رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی ہے، میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ کوئی نبی۔" کا معنی ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہ ہو گا جو کہ میری شریعت کا مخالف ہو بلکہ اگر ہو گا تو وہ میری شریعت کے حکم کے تحت ہو گا۔ [12]

اس کے جواب میں مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ جس میں امام ابن تیمیہ بھی شامل ہیں، ابن العربی کو ایسا شخص ٹھہراتے ہیں جو کہ ختم نبوت کے قائل نہیں اور اس وجہ سے ان کی زبردست تردید کرتے ہیں۔ بعض اہل علم ان عربی کی تکفیر بھی کرتے ہیں۔ جو لوگ ان سے عقیدت رکھتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ جملہ ان کی کتاب میں بعد میں کسی منکر ختم نبوت نے شامل کیا ہے۔ اس بات پر سبھی مسلمان، خواہ وہ ابن عربی کی تکفیر کرتے ہوں یا نہ ہوں، متفق ہیں کہ ان کا یہ جملہ قرآن و سنت اور سلف سے لے کر آج تک مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے۔

اس کے علاوہ احمدی حضرات، مشہور علماء عبدالوہاب الشعرانی (898-973/1492-1565) کی کتاب "الیواقیت والجواہر" اور محمد طاہر پٹنی (d. 986/1578) کی کتاب "تکملہ مجمع البحار" سے ان مصنفین کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ مسلمان یہ کہتے ہیں کہ ان تین چار اقوال کی سلف سے لے کر آج تک کے علماء کے اقوال کے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جس بات پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، وہ ایک آدھ شخص کے قول سے باطل نہیں ہو سکتا ہے۔

عقلی دلائل

اللہ تعالی کے کسی بھی سچے نبی کا انکار کفر ہے۔ مسلم علماء کا کہنا یہ ہے کہ اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی اور نبی نے آنا ہوتا تو اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سے کوئی دشمنی تو نہیں ہے کہ وہ ہمیں اس سے آگاہ نہ کرتے۔ ایسی صورت میں واضح الفاظ میں بتا دیا جاتا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فلاں فلاں نبی آئیں گے۔ جب نبوت ختم نہیں ہوئی تھی تو ایسا ہی ہوتا تھا۔ ہر نبی اپنے بعد والے نبی کی پیش گوئی کرتا تھا اور بعد والا نبی پہلے والے کی تصدیق کیا کرتا تھا۔ قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر تورات، زبور اور انجیل کی تصدیق موجود ہے اور اسی طرح ان کتب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بشارتیں دی گئی ہیں۔

ہم پورے قرآن مجید کا مطالعہ کرتے چلے جائیں اور احادیث کے پورے ذخیرے کو کھنگال لیں تو اس میں ایک آیت یا حدیث بھی ایسی نہیں ملتی جس میں مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا نام لے کر ان کی نبوت کی خبر دی گئی ہو۔ جب ایسا نہیں ہے تو پھر مرزا صاحب سچے نبی نہیں ہو سکتے ہیں۔

اس کے جواب میں احمدی حضرات یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں مرزا صاحب سے متعلق پیش گوئی کی گئی ہے۔ مرزا صاحب کے بیٹے اور خلیفہ دوم مرزا بشیر الدین محمود اپنی تفسیر کبیر میں اس ضمن میں اس آیت کو پیش کرتے ہیں:

> وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقاً لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّراً بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ.
>
> یاد کرو جب عیسی بن مریم نے فرمایا: "اے بنی اسرائیل! میں تمہاری جانب اللہ کا رسول ہوں، اس کی تصدیق کرتا ہوں جو تورات کی صورت میں تمہارے پاس ہے اور ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آنے والے ہیں۔ ان کا نام احمد ہو گا۔ پھر جب وہ [رسول] ان کے پاس آئے تو بولے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ (الصف 61:6)

اسی آیت کی بنیاد پر قادیانی و لاہوری فرقوں سے تعلق رکھنے والے حضرات خود کو "احمدی" کہلاتے ہیں اور ان میں "مبشر" نام بھی بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ (اتفاق سے اس کتاب کے مصنف کا بھی یہی نام ہے مگر میں احمدی حضرات کے تمام عقائد و نظریات سے بری ہوں اور مرزا غلام احمد صاحب کے دعوی نبوت و مسیحیت کو غلط سمجھتا ہوں۔ میرے والد محترم نے میرا نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے اسمائے گرامی پر رکھا تھا جو کہ قرآن مجید کی سورۃ الاحزاب کی آیت 45 میں بیان ہوئے ہیں۔)

مسلم علماء اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ دور صحابہ سے لے کر آج تک تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ اس آیت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے جن کا اسم گرامی "احمد" بھی ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب، کا نام "احمد" نہیں بلکہ "غلام احمد" ہے۔ وہ کس طرح اس کے مصداق بن گئے۔ اسی آیت کے اگلے حصے میں یہ بھی بیان ہے کہ جب وہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو ان لوگوں نے آپ کا انکار کیا۔ سورۃ مبارکہ کے سیاق و سباق سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں زیر بحث محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے، نہ کہ آپ کے بعد کسی اور آنے والے کی۔

اس کے جواب میں احمدی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے "بروز ثانی" (Incarnate) ہیں یعنی آپ ہی دوبارہ مرزا صاحب کی صورت میں تشریف لائے ہیں۔ مسلمان اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ احمدی حضرات قرآن و سنت میں سے ایک بھی ایسی آیت یا حدیث پیش نہیں کر سکتے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے "بروز" کا تصور موجود ہو۔ اگر اس تصور کو درست مان لیا جائے تو پھر ہر دوسرا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز بن کر نبوت کا دعوی کر سکتا ہے۔

احمدی اس ضمن میں وہ احادیث پیش کرتے ہیں جن میں حضرت عیسی بن مریم علیہ الصلوۃ والسلام اور امام مہدی کا ذکر ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ ان احادیث میں ابن مریم اور امام مہدی سے مراد مرزا صاحب ہیں۔ ان احادیث کا تفصیلی جائزہ ہم اگلے باب میں لیں گے اور دیکھیں گے کہ احمدی حضرات ان کا انطباق مرزا صاحب پر کس بنیاد سے کرتے ہیں۔

احمدی حضرات کے دلائل

احمدی حضرات نے اپنے نقطہ نظر کو ثابت کرنے کے لیے جو علم الکلام ترتیب دیا ہے، اس کے بنیادی طور پر تین حصے ہیں:

- نبوت کا سلسلہ جاری رہنے کا اثبات
- سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات کا نظریہ
- مرزا صاحب کی نبوت کا اثبات

ان میں سے پہلے مسئلے پر ہم اس باب میں بحث کریں گے۔ بقیہ دونوں مسائل کا مطالعہ ہم اگلے باب میں کریں گے۔

احمدی حضرات کا موقف یہ ہے کہ نبوت کا سلسلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی جاری ہے اور مرزا صاحب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہیں۔ احمدی مبلغ ملک عبدالرحمن خادم صاحب نے اس ضمن میں اپنے دلائل کو تفصیل سے اپنی کتاب "مکمل احمدیہ تبلیغی پاکٹ بک" میں درج کر دیا ہے۔ یہاں ہم انہی دلائل کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔

رسولوں کا انتخاب

اس سلسلے کی آیات یہ ہیں:

اللَّهُ يَصْطَفِي مِنْ الْمَلائِكَةِ رُسُلاً وَمِنْ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ.

اللہ فرشتوں اور انسانوں میں سے اپنے رسولوں کا انتخاب کرتا ہے۔ یقیناً اللہ سمیع و بصیر ہے۔ (الحج 22:75)

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ.

[اے عام لوگو!] اللہ تمہیں غیب پر مطلع کرنے والا نہیں ہے بلکہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے، وہ انتخاب کر لیتا ہے۔ (آل عمران 3:179)

احمدیوں کا کہنا یہ ہے کہ ان آیات میں يَصْطَفِي اور يَجْتَبِي کے الفاظ آئے ہیں جو کہ فعل مضارع کے صیغے ہیں۔ عربی میں فعل مضارع حال اور مستقبل دونوں زمانوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ وہ ان آیات کا ترجمہ اس کرتے ہیں: "اللہ فرشتوں اور انسانوں میں سے اپنے رسولوں کا انتخاب کرتا رہے گا" اور "اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے گا، اس کا انتخاب کر لے گا۔"

مسلمان اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ ان آیات کا سیاق و سباق ہی ظاہر کرتا ہے کہ یہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت زیر بحث ہے نہ کہ مستقبل کے کسی رسول کی۔ کفار آپ کی رسالت کو جھٹلا رہے تھے، جس کا جواب ان آیات میں دیا گیا ہے۔ اس وجہ سے ان آیات کا ترجمہ مستقبل میں کرنا درست نہیں۔ آیات کا سیاق و سباق پڑھ لیجیے تو بات واضح ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ جن آیات و احادیث میں ختم نبوت کا بیان ہے، ان کی روشنی میں ان آیات کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ آیات کریمہ کا مکمل سیاق و سباق یہ ہے:

وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ يَكَادُونَ يَسْطُونَ بِالَّذِينَ يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا قُلْ أَفَأُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِنْ ذَلِكُمْ النَّارُ وَعَدَهَا اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَبِئْسَ الْمَصِيرُ (72) يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَاباً وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمْ الذُّبَابُ شَيْئاً لا يَسْتَنقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ (73) مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ (74) اللَّهُ يَصْطَفِي مِنْ الْمَلائِكَةِ رُسُلاً وَمِنْ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ (75) يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الأُمُورُ (76) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (77) وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمْ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيداً عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ (78)

اور جب ان کو ہماری صاف صاف آیات سنائی جاتی ہیں تو تم دیکھتے ہو کہ منکرینِ حق کے چہرے بگڑنے لگتے ہیں اور ایسا محسُوس ہوتا ہے کہ ابھی وہ اُن لوگوں پر ٹوٹ پڑیں گے جو انہیں ہماری آیات سناتے ہیں۔ ان سے کہو "میں بتاؤں تمہیں کہ اس سے بدتر چیز کیا ہے؟ آگ، اللہ نے اُسی کا

وعدہ اُن لوگوں کے حق میں کر رکھا ہے جو قبولِ حق سے انکار کریں، اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔" لوگو، ایک مثال دی جاتی ہے، غور سے سنو۔ جن معبودوں کو تم خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو وہ سب مِل کر ایک مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو وہ اسے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ مدد چاہنے والے بھی کمزور اور جن سے مدد چاہی جاتی ہے وہ بھی کمزور۔ اِن لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہ پہچانی جیسا کہ اس کے پہچاننے کا حق ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ قوت اور عزت والا تو اللہ ہی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ [اپنے فرامین کی ترسیل کے لیے] ملائکہ میں سے بھی پیغام رساں منتخب کرتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔ وہ سمیع اور بصیر ہے۔ جو کچھ اُن کے سامنے ہے اُسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اُن سے اوجھل ہے اس سے بھی وہ واقف ہے، اور سارے معاملات اسی کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، رکوع اور سجدہ کرو، اپنے رب کی بندگی کرو، اور نیک کام کرو، شاید کہ تم کو فلاح نصیب ہو۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ اُس نے تمہیں اپنے کام کے لیے چن لیا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ قائم ہو جاؤ اپنے باپ ابراہیمؑ کی ملت پر۔ اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام "مسلم" رکھا تھا اور اِس [قرآن] میں بھی [تمہارا یہی نام ہے۔] تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ۔ پس نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور اللہ سے وابستہ ہو جاؤ۔ وہ ہے تمہارا مولیٰ، بہت ہی اچھا ہے وہ مولیٰ اور بہت ہی اچھا ہے وہ مددگار۔[13] (الحج)

[نوٹ: امام شافعی کے نزدیک آیت 77 پر سجدہ تلاوت کرنا چاہیے۔]

وَلا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لأَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْماً وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ (178) مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّى يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنْ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ (179) وَلا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمْ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْراً لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (180) لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمْ الأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ (181)

(اے پیغمبر) جو لوگ آج کفر کی راہ میں بڑی دوڑ دھوپ کر رہے ہیں ان کی سرگرمیاں تمہیں آزردہ نہ کریں، یہ اللہ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔ اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ رکھے، اور بالآخر ان کو سخت سزا ملنے والی ہے۔ جو لوگ ایمان کو چھوڑ کر کفر کے خریدار بنے ہیں وہ یقیناً اللہ کا کوئی نقصان نہیں کر رہے ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب تیار ہے، یہ ڈھیل جو ہم انھیں دیے جاتے ہیں اس کو یہ کافر اپنے حق میں بہتری نہ سمجھیں، ہم تو انھیں اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں کہ یہ خوب بارِ گناہ سمیٹ لیں، پھر ان کے لیے سخت ذلیل کرنے والی سزا ہے۔

اللہ مومنوں کو اس حالت میں ہرگز نہ رہنے دے گا جس میں تم اس وقت پائے جاتے ہو۔ وہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ کرکے رہے گا۔ مگر اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ تم کو غیب پر مطلع کر دے۔ غیب کی باتیں بتانے کے لیے تو وہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے، لہٰذا (اُمورِ غیب کے بارے میں) اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو۔ اگر تم ایمان اور خدا ترسی کی روش پر چلو گے تو تم کو بڑا اجر ملے گا۔

جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے اور پھر وہ بخل سے کام لیتے ہیں وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی ان کے لیے اچھی ہے۔ نہیں، یہ ان کے حق میں نہایت بری ہے۔ جو کچھ وہ اپنی کنجوسی سے جمع کر رہے ہیں وہی قیامت کے روز ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔ زمین اور آسمانوں کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔ اللہ نے ان لوگوں کا قول سنا جو کہتے ہیں کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔ ان کی یہ باتیں بھی ہم لکھ لیں گے، اور اس سے پہلے جو وہ پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے رہے ہیں وہ بھی ان کے نامۂ اعمال میں ثبت ہے۔ آل عمران)

مسلم علماء کا کہنا یہ ہے کہ ان آیات کریمہ کا سیاق و سباق یہ بتا رہا ہے کہ یہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت زیر بحث ہے اور آپ کے بعد کسی بھی نبوت و رسالت کا کوئی معاملہ یہاں زیر بحث نہیں ہے۔

نبیوں کے درجے پر پہنچنا

احمدی مزید یہ آیت پیش کرتے ہیں:

وَمَنْ يُطِعْ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُوْلَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ.

جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی، وہی ان کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ نے انعام فرمایا، انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین میں سے۔ (النساء 4:69)

احمدی کہتے ہیں کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کے نتیجے میں انسان درجہ بدرجہ ترقی کر کے صالحین، شہداء، صدیقین اور پھر انبیاء کے درجے پر فائز ہو سکتا ہے۔ اس کے جواب میں مسلمان کہتے ہیں کہ یہاں بھی اگر سیاق و سباق کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کی جزا زیر بحث ہے نہ کہ درجہ بدرجہ ترقی۔ اگر یہی ترقی زیر بحث ہوتی تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر کس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی۔ ان کو بدرجہ اولی نبوت کے مقام پر پہنچ جانا چاہیے تھا۔

رسولوں کی آمد

احمدی مزید یہ آیت پیش کرتے ہیں:

يَا بَنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي.

اے بنی آدم! جب تمہارے پاس تمہی میں سے رسول آئیں جو تم پر میری آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ (الاعراف 7:35)

احمدی کہتے ہیں کہ یہاں نسل انسانیت سے خطاب ہے جو کہ قیامت تک کے انسانوں کے لیے ہے کہ ان کے پاس اللہ کے رسول آتے رہیں گے۔ مسلمانوں کا موقف یہ ہے کہ آیت کریمہ کے سیاق و سباق سے واضح ہے یہاں خطاب مشرکین عرب سے ہو رہا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا رہے تھے نہ کہ مستقبل کے کسی پیغمبر کا معاملہ زیر بحث ہے۔ پورا سیاق یہ ہے:

يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ (31) قُلْ مَنْ

حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنْ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (32) قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَاناً وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لا تَعْلَمُونَ (33) وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلا يَسْتَقْدِمُونَ (34) يَا بَنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي فَمَنْ اتَّقَى وَأَصْلَحَ فَلا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلا هُمْ يَحْزَنُونَ (35) وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا أُوْلَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (36)

اے بنی آدم، ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اے محمدؐ، اِن سے کہو کس نے اللہ کی اُس زینت کو حرام کر دیا ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا تھا اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں؟ کہو، یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ایمان لانے والوں کے لیے ہیں، اور قیامت کے روز تو خالصتاً انہی کے لیے ہوں گی۔ اِس طرح ہم اپنی باتیں صاف صاف بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھنے والے ہیں۔

(اے محمد) اِن سے کہو کہ میرے ربّ نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ تو یہ ہیں: بے شرمی کے کام۔۔۔خواہ کھُلے ہوں یا چھُپے۔۔۔اور گُناہ اور حق کے خلاف زیادتی اور یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرو جس کے لیے اُس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور یہ کہ اللہ کے نام پر کوئی ایسی بات کہو جس کے متعلق تمہیں علم نہ ہو کہ وہ حقیقت میں اُس نے فرمائی ہے۔

ہر قوم کے لیے مہلت کی ایک مدّت مقرر ہے، پھر جب کسی قوم کی مدّت آن پوری ہوتی ہے تو ایک گھڑی بھر کی تاخیر و تقدیم نہیں ہوتی۔(اور یہ بات اللہ نے آغازِ تخلیق ہی میں صاف فرما دی تھی کہ) اے بنی آدم، یاد رکھو، اگر تمہارے پاس خود تم ہی میں سے ایسے رسول آئیں جو تمہیں میری آیات سُنا رہے ہوں، تو جو کوئی نافرمانی سے بچے گا اور اپنے رویّہ کی اصلاح کرلے گا اس کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے، اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلائیں گے اور ان کے مقابلہ میں سرکشی برتیں گے وہی اہلِ دوزخ ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ (الاعراف)

آیت کریمہ کا سیاق و سباق یہ ہے کہ مشرکین مکہ خانہ کعبہ کا طواف برہنہ ہو کر کرتے تھے اور اس موقع پر لباس پہننے کو تقوی کے خلاف سمجھتے تھے۔ اس پر اللہ تعالی نے تنقید کی ہے۔ یہاں مستقبل کی کسی رسالت کا کوئی معاملہ زیر بحث نہیں ہے۔

رسولوں سے خطاب

احمدی مزید یہ آیت پیش کرتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنْ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً.

اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو۔(المومنون 23:51)

احمدی کہتے ہیں کہ رسولوں کو پاکیزہ چیزیں کھانے کا حکم ہے۔ اگر نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے تو پھر وہ اس حکم پر عمل کیسے کریں گے۔ مسلمان کہتے ہیں کہ سیاق و سباق سے واضح ہے کہ یہاں سابقہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام زیر بحث ہیں نہ کہ مستقبل کا کوئی پیغمبر۔ پورا

سیاق یہ ہے:

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ (49) وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ (50) يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنْ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (51)

ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تا کہ وہ ہدایت پائیں۔ ہم نے ابن مریم اور ان کی والدہ کو نشانی بنایا اور انہیں ایک بلند جگہ پر ٹھکانہ دیا جو کہ اطمینان کی جگہ تھی اور جہاں چشمے رواں تھے۔ اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو۔ (المومنون 23)

عذاب کی وعید

احمدی مزید یہ آیات پیش کرتے ہیں:

وَإِنْ مِنْ قَرْيَةٍ إِلاَّ نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَاباً شَدِيداً كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُوراً.

جس آبادی کو بھی ہم قیامت سے پہلے ہلاک کریں گے یا اسے شدید عذاب دیں گے۔ وہ سب ایک کتاب میں تحریر ہو گا۔ (بنی اسرائیل 17:58)

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولاً.

ہم رسول بھیجنے سے پہلے عذاب دینے والے نہیں ہیں۔ (بنی اسرائیل 17:15)

احمدیوں کا کہنا یہ ہے کہ پہلی آیت کے مطابق عذاب قیامت تک آتا رہے گا اور بعد والی آیت کے مطابق عذاب کے لیے رسول کا آنا ضروری ہے۔ اس وجہ سے لازم ہے کہ قیامت تک رسول آتے رہیں۔

مسلمان اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ ان آیات کے سیاق و سباق سے بھی واضح ہے کہ یہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخاطبین پر عذاب زیر بحث ہے نہ کہ بعد کے کسی پیغمبر کے۔ تاریخ انسانی میں آخری مرتبہ مشرکین عرب پر غزوہ بدر اور پھر قتال مرتدین کی صورت میں اللہ کا عذاب نازل ہوا تھا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عذاب کا یہ سلسلہ آنا ہی ہوتا تو پھر ایسا کیوں نہیں ہوا کہ آپ کے بعد کسی پیغمبر نے نبوت کا دعوی کیا ہو اور اللہ تعالی نے اس کے مخاطبین پر عذاب دیا ہو۔ خود مرزا صاحب نے دعوی نبوت کیا اور اپنے مخاطبین کو عذاب کی وعیدیں بھی سنائیں مگر ان پر تو کوئی عذاب نازل نہیں ہوا۔

مسلمانوں کا کہنا یہ ہے کہ احمدی حضرات ان تمام آیات کو ان کے سیاق و سباق سے کاٹ کر اپنے نقطہ نظر کے حق میں پیش کرتے ہیں۔ کوئی بھی شخص اگر خالی الذہن ہو کر ان آیات کو ان کے سیاق و سباق میں پڑھے گا، وہ کبھی بھی یہ مطلب اخذ نہیں کر سکے گا کہ ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کا کوئی نبی مراد ہے۔

ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا امکان

احمدی حضرات نبوت کے جاری رہنے کے امکان کے سلسلے میں یہ حدیث بھی پیش کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَبْدُ القدوس بْن مُحَمَّد. حَدَّثَنَا داود بْن شبيب الباهلي. حَدَّثَنَا إبراهيم بْن عثمان. حَدَّثَنَا الحكم بْن عتيبة، عَن مقسم، عَن ابن عباس؛ قَالَ: لما مات إبراهيم ابن رَسُول اللَّهِ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلَّمْ صلى رَسُول اللَّهِ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلَّمْ وقال: إن له مرضعاً في الجنة. ولو عاش لكان صديقاً نبياً. ولو عاش لعتقت أخواله القبط، وما استرق قبطي.

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم [رضی اللہ عنہ شیر خوارگی میں] فوت ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا: "اس کے لیے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے۔ اگر وہ زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا۔ اگر زندہ رہتا تو اپنے ننھیال یعنی قبطیوں [مصر کے اصل باشندہ] کو آزاد کروا لیتا اور پھر قبطی کبھی غلام نہ بنتے۔ (ابن ماجہ، کتاب الجنائز، حدیث 1511)

مسلمان اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ احمدی حضرات نے حدیث تو بیان کر دی ہے مگر اس کے فوراً بعد امام ابن ماجہ کا تبصرہ نقل نہیں کیا۔ تبصرہ یہ ہے:

فِي الزَوائِد: في إسناده إبراهيم بْن عثمان أبو شيبة قاضي واسط، قال فيه البخاري: سكتوا عنه. وقال ابن المبارك: ارم به. وقال ابن معين: ليست بثقة. وقال أحمد: منكر الحديث. وقال النسائي: متروك الحديث..

زوائد میں ہے کہ اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ ہیں جو کہ واسط کے قاضی تھے۔ ان کے بارے میں امام بخاری کا کہنا ہے کہ محدثین ان کے بارے میں خاموش ہیں۔ ابن مبارک کا کہنا ہے کہ ان پر الزامات ہیں۔ ابن معین کا کہنا ہے کہ وہ ثقہ نہ تھے۔ احمد کا کہنا ہے کہ ان کی احادیث منکر تھیں۔ نسائی کا کہنا ہے کہ ان کی احادیث کو ترک کیا جاتا تھا۔ (ابن ماجہ، کتاب الجنائز، حدیث 1511)

احمدی کہتے ہیں کہ اس حدیث کی دیگر اسناد بھی موجود ہیں مگر انہوں نے یہ اسناد پیش نہیں کی ہیں۔ انہوں نے صرف ملا علی القاری کا ایک قول نقل کیا ہے مگر اس حدیث کی دیگر اسناد پیش نہیں کر سکے۔ درایت کی رو سے بھی یہ حدیث باطل ہے کہ یہ ختم نبوت سے متعلق دیگر تمام احادیث کے خلاف ہے۔

عقلی دلائل

احمدی حضرات نبوت کے جاری رہنے کے حق میں کچھ عقلی دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔ ان کا موقف یہ ہے کہ نبوت اللہ تعالی کی رحمت ہے، اسے جاری رہنا چاہیے تاکہ لوگ راہ راست پر آتے رہیں۔ مسلمان اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالی انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو اس وجہ سے نہیں بھیجتا رہا ہے کہ وہ کسی پر اسرار ذریعے سے لوگوں کے ذہنوں کو تبدیل کر کے انہیں راہ راست پر لائیں۔ اللہ تعالی نے انسان کو عقل و شعور کے ساتھ ارادہ و اختیار کی آزادی دی ہے۔ پیغمبر کا کام صرف یہ رہا ہے کہ وہ اللہ تعالی کی طرف لوگوں کو بلائیں اور اس کی دی گئی ہدایت کو ٹھیک ٹھیک پیش کر دیں۔ اس کے بعد یہ لوگوں کی مرضی ہے کہ وہ اس دعوت کو قبول کریں یا نہ کریں۔ تمام انبیاء کے معاملے میں ایسا ہی ہوا اور انہوں نے کسی شخص کو زبردستی راہ راست پر آنے پر مجبور نہیں کیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے انبیاء کا معاملہ یہ تھا کہ ان کی دعوت کو ان کی قوموں نے محفوظ نہ رکھا تھا اور اس میں طرح

طرح کی تحریفات کر دی تھیں۔یہی وجہ تھی کہ مزید انبیاء بھیجنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ پھر ان تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی دعوت مخصوص اقوام کے لیے تھی۔اس وجہ سے ضرورت تھی کہ ایک ایسا رسول بھیجا جائے جس کی نبوت و رسالت عالمی ہو۔اس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کے باوجود آپ کا پیغام قرآن و سنت کی شکل میں واضح طور پر موجود ہے جو نبوت کے تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔اگر بفرض محال اس وقت کوئی نیا نبی آ بھی جائے تو اس سے نسل انسانیت کو کوئی فائدہ نہ ہو گا کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پہلے سے صحیح حالت میں موجود ہے۔اس وجہ سے اب کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں ہے اور جو لوگ اپنی مرضی سے ہدایت حاصل کرنا چاہیں، ان کے لیے قرآن و سنت کی شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پیغام موجود ہے۔

اسائن منٹس

- ختم نبوت کے حق میں مسلمانوں کے بنیادی دلائل کیا ہیں؟
- احمدی اپنے نقطہ نظر کے حق میں کیا دلائل پیش کرتے ہیں اور مسلمانوں کا جواب کیا ہے؟

---

[1] سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن: ضمیمہ ختم نبوت۔ جلد4، ص139۔لاہور: اسلامک پبلی کیشنز۔(www.quranurdu.com (ac. 30 Sep 2007

[2] ملک عبدالرحمن خادم۔احمدیہ پاکٹ بک۔ص290۔ربوہ: مجلس خدام الاحمدیہ (www.alislam.org (acc. 2 July 2010

[3] ابن منظور افریقی۔لسان العرب۔باب الخاء۔

[4] مرزا غلام احمد قادیانی۔ایک غلطی کا ازالہ۔ص3۔(www.aaiil.org (acc. 11 Apr 2011

[5] محمد شفیع۔ختم نبوت۔ص126-125۔کراچی: ادارۃ المعارف۔(www.khatm-e-nubuwwat.com (ac. 7 Jan 2011

[6] ملک عبدالرحمن خادم۔حوالہ بالا۔ص306

[7] حوالہ بالا۔ص311

[8] حوالہ بالا۔ص314

[9] دیکھیے شمس الدین ذہبی کی میزان الاعتدال، راوی نمبر4302, 4303

[10] دیکھیے، میزان الاعتدال، راوی نمبر10321-10310

[11] دیکھیے میزان الاعتدال۔راوی نمبر2058-2048

[12] محی الدین ابن عربی۔الفتوحات المکیۃ (عربی)۔(www.al-mostafa.com (ac. 15 Apr 2011

[13] ترجمہ، سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن۔

باب 6: نزول عیسی علیہ الصلوۃ والسلام

سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی دوبارہ تشریف آوری سے متعلق احمدی حضرات کا یہ موقف ہے کہ سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام وفات پا چکے ہیں، اس وجہ سے ان کی دوبارہ آمد دنیا میں ناممکن ہے۔ اس وجہ سے لازم ہے کہ احادیث میں جس مسیح کی تشریف آوری کا ذکر ہے، وہ حضرت عیسی علیہ السلام نہیں ہو سکتے بلکہ کوئی اور شخصیت ہوں گے اور وہ مرزا صاحب ہی ہیں۔

اکثر مسلم علماء اس کے جواب میں وہ دلائل پیش کرتے ہیں جن کے مطابق سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کو آسمان پر زندہ اٹھا لیا گیا تھا۔ بعض مسلم علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بحث ہی غیر متعلق ہے کیونکہ اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام وفات پا چکے ہیں، تب بھی اللہ تعالی کے لیے کیا مشکل ہے کہ وہ آپ کو دوبارہ زندہ کر کے دنیا میں بھیج دے۔ اس وجہ سے سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات و حیات کی بحث ہی اس معاملے میں غیر متعلق ہے۔ احمدی حضرات اس ضمن میں قرآن مجید کی بعض آیات پیش کرتے ہیں جن کے مطابق فوت شدہ لوگوں کو واپس دنیا میں بھیجا نہیں جاتا۔ مسلمان یہ کہتے ہیں کہ ان آیات میں اللہ تعالی کے عمومی قاعدہ کا بیان ہے۔ خود حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی مردوں کو زندہ کیا تو وہ بطور معجزہ اس عام قانون سے استثنا تھا۔

اہم بحث یہ ہے کہ جن احادیث میں مسیح یا مہدی کی آمد کی خبر دی گئی ہے، کیا ان کا انطباق مرزا صاحب پر کیا جانا ممکن ہے؟ پہلے ہم ان احادیث کو پیش کرتے ہیں اور پھر اس معاملے میں جانبین کا موقف پیش کرتے ہیں کہ کیا مرزا صاحب کو مسیح قرار دیا جا سکتا ہے؟

نزول مسیح علیہ الصلوۃ والسلام سے متعلق احادیث

سیدنا مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کے نزول سے متعلق یہ احادیث، کتب حدیث میں وارد ہوئی ہیں۔ ہم یہاں صرف وہی احادیث درج کر رہے ہیں جو صحیح یا حسن کے درجے میں ہیں۔

حدثنا قتيبة بن سعيد: حدثنا الليث، عن ابن شهاب، عن ابن المسيب: أنه سمع أبا هريرة رضي الله عنه يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (والذي نفسي بيده، ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكما مقسطا، فيكسر الصليب، ويقتل الخنزير، ويضع الجزية، ويفيض المال حتى لا يقبله أحد).

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! عنقریب تمہارے درمیان ابن مریم ایک عادل حکمران کے طور پر نازل ہوں گے۔ وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو ختم کر دیں گے اور مال اتنا عام ہو جائے گا کہ اسے کوئی قبول نہ کرے گا۔" (بخاری، کتاب البیوع، حدیث 2109، مسلم 242)

حدثنا علي بن عبد الله: حدثنا سفيان: حدثنا الزهري قال: أخبرني سعيد بن المسيب: سمع أبا هريرة رضي الله عنه، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (لا تقوم الساعة حتى ينزل فيكم ابن مريم حكما، مقسطا، فيكسر الصليب، ويقتل

الخنزير، ويضع الجزية، ويفيض المال حتى لا يقبله أحد).

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک تمہارے درمیان ابن مریم بطور ایک عادل حکمران کے نازل نہ ہوں۔ وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو ختم کر دیں گے اور مال اتنا عام ہو جائے گا کہ کوئی اسے قبول نہ کرے گا۔" (بخاری، کتاب، حدیث 2344)

حدثنا أحمد بن محمد المكي قال: سمعت إبراهيم بن سعد قال: حدثني الزهري، عن سالم، عن أبيه قال: لا والله، ما قال النبي صلى الله عليه وسلم لعيسى أحمر، ولكن قال: (بينما أنا نائم أطوف بالكعبة، فإذا رجل آدم، سبط الشعر، يهادى بين رجلين، ينطف رأسه ماء، أو يهراق رأسه ماء، فقلت: من هذا؟ قالوا: ابن مريم، فذهبت ألتفت، فإذا رجل أحمر جسيم، جعد الرأس، أعور عينه اليمنى، كأن عينه عنبة طافية، قلت: من هذا؟ قالوا: هذا الدجال، وأقرب الناس به شبها ابن قطن). قال الزهري: رجل من خزاعة، هلك في الجاهلية.

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسی علیہ السلام کو سرخ قرار نہیں دیا بلکہ فرمایا: "میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کعبہ کا طواف کر رہا ہوں۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گندمی رنگ والا شخص ہے، جس کے بال سیدھے ہیں، وہ دو افراد کے درمیان چل رہا ہے اور اپنے سر سے پانی ٹپکا رہا ہے یا بالوں کو نچوڑ رہا ہے۔ میں نے پوچھا: "یہ کون ہیں؟" وہ (فرشتے) بولے: "یہ ابن مریم ہیں۔" میں ادھر ادھر دیکھنے لگا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سرخ رنگ کا بھاری جسم والا شخص ہے جس کے بال الجھے ہوئے ہیں اور دائیں آنکھ ابل کر باہر آئی ہوئی ہے جیسے پھولا ہوا انگور ہو۔ میں نے پوچھا: "یہ کون ہے؟" وہ بولے: "یہ دجال ہے۔" لوگوں میں اس سے سب سے زیادہ مشابہ ابن قطن ہے۔ زہری کہتے ہیں: ابن قطن بنو خزاعہ کا ایک شخص تھا جو دور جاہلیت میں فوت ہوا۔ (بخاری، کتاب الانبیاء، حدیث 3257)

حدثنا إسحاق: أخبرنا يعقوب بن إبراهيم: حدثنا أبي، عن صالح، عن ابن شهاب: أن سعيد بن المسيب: سمع أبا هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (والذي نفسي بيده، ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا، فيكسر الصليب، ويقتل الخنزير، ويضع الجزية، ويفيض المال حتى لا يقبله أحد، حتى تكون السجدة الواحدة خير من الدنيا وما فيها). ثم يقول أبو هريرة: واقرؤوا إن شئتم: {وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به من قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا}.

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب تمہارے درمیان ابن مریم بطور ایک عادل حکمران کے نازل ہوں گے۔ وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو ختم کر دیں گے اور مال اتنا عام ہو جائے گا کہ کوئی اسے قبول نہ کرے گا۔ اس دور کا ایک سجدہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہو گا۔" پھر ابوہریرہ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اس آیت کی تلاوت کرو: "اہل کتاب میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہتا جو موت سے قبل آپ پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوں گے۔" (بخاری، کتاب، حدیث 3265)

حدثنا قتيبة بن سعيد. حدثنا ليث عن سعيد بن أبي سعيد، عن عطاء بن ميناء، عن أبي هريرة؛ أنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "والله! لينزلن ابن مريم حكما عادلا. فليكسرن الصليب. وليقتلن الخنزير. ولضعن الجزية. ولتتركن القلاص فلا يسعى عليها. ولتذهبن الشحناء والتباغض والتحاسد. وليدعون (وليدعون) إلى المال فلا يقبله أحد".

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی قسم! تمہارے درمیان ابن مریم بطور ایک عادل

حکمر ان کے نازل ضرور ہوں گے۔ وہ صلیب کو ضرور توڑیں گے اور خنزیر کو قتل ضرور کریں گے، جزیہ کو ضرور ختم کر دیں گے اور جوان اونٹنیوں کو کھلا چھوڑ دیا جائے گا تو کوئی ان کی جانب متوجہ نہ ہو گا۔ لوگوں کے دلوں سے کینہ، باہمی بغض اور باہمی حسد ختم ہو جائے گا۔ انہیں مال لینے کے لیے بلایا جائے گا تو کوئی اسے قبول نہ کرے گا۔" (مسلم، کتاب الایمان، حدیث 243)

حدثني حرملة بن يحيى. أخبرنا ابن وهب. أخبرني يونس عن ابن شهاب؛ قال: أخبرني نافع، مولى أبي قتادة الأنصاري؛ أن أبا هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "كيف أنتم إذا نزل ابن مريم فيكم، وإمامكم منكم؟".

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے تو کیا معاملہ ہو گا جب کہ امام تم میں سے ایک ہو گا۔" (مسلم، کتاب الایمان، حدیث 244)

حدثني زهير بن حرب. حدثنا معلى بن منصور. حدثنا سليمان بن بلال. حدثنا سهيل عن أبيه، عن أبي هريرة؛ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال "لا تقوم الساعة حتى ينزل الروم بالأعماق، أم بدابق. فيخرج إليهم جيش من المدينة. من خيار أهل الأرض يومئذ. فإذا تصادفوا قالت الروم: خلوا بيننا وبين الذين سبوا منا نقاتلهم. فيقول المسلمون: لا. والله! لا نخلي بينكم وبين إخواننا. فيقاتلونهم. فينهزم ثلث لا يتوب الله عليهم أبدا. ويقتل ثلثهم، أفضل الشهداء عند الله. ويفتتح الثلث. لا يفتنون أبدا. فيفتتحون قسطنطينية. فبينما هم يقتسمون الغنائم، قد علقوا سيوفهم بالزيتون، إذ صاح فيهم الشيطان: إن المسيح قد خلفكم في أهليكم. فيخرجون. وذلك باطل. فإذا جاءوا الشام خرج. فبينما هم يعدون للقتال، يسوون الصفوف، إذ أقيمت الصلاة. فينزل عيسى ابن مريم صلى الله عليه وسلم. فأمهم. فإذا رآه عدو الله، ذاب كما يذوب الملح في الماء. فلو تركه لانذاب حتى يهلك. ولكن يقتله الله بيده. فيريهم دمه في حربته".

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک رومی اعماق یا دابق کے میدان میں نہ اتریں۔ ان کی جانب مدینہ سے ایک لشکر جائے گا جس میں اس وقت کے اہل زمین میں سے بہترین لوگ ہوں گے۔ جب وہ صف بندی کریں گے تو رومی [اس لشکر سے] کہیں گے: "تم ہمارے اور اس گروہ کے درمیان جنگ میں مت پڑو جن میں سے ہم نے کچھ کو قیدی بنا رکھا ہے۔" مسلمان کہیں گے: "نہیں۔ اللہ کی قسم! ہم تمہیں اور اپنے بھائیوں کو نہ چھوڑیں گے۔" پھر وہ ان سے جنگ کریں گے۔ ان میں سے ایک تہائی میدان چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور اللہ ان کی توبہ قبول نہ کرے گا۔ ایک تہائی ان میں سے قتل ہو جائیں گے جو اللہ کے نزدیک افضل ترین شہید ہوں گے۔ ایک تہائی فتح پائیں گے جو کبھی فتنوں کا شکار نہ ہوں گے۔

یہ لوگ قسطنطنیہ [موجودہ استنبول] کو فتح کر لیں گے اور مال غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے۔ انہوں نے اپنی تلواروں کو زیتون کے درختوں سے لٹکایا ہو گا، تو اس وقت شیطان پکار کر کہے گا: "دجال تمہارے پیچھے تمہارے اہل و عیال تک پہنچ چکا ہے۔" وہ نکل کھڑے ہوں گے مگر یہ بات غلط ہو گی۔ جب وہ شام کے قریب پہنچیں گے تو دجال نکل آئے گا۔ اس وقت وہ جنگ کی تیاری کر رہے ہوں گے اور صفیں سیدھی کر رہے ہوں گے۔ جب نماز قائم ہو گی تو عیسی بن مریم علیہ الصلوۃ والسلام نازل ہو جائیں گے اور مسلمانوں کی امامت فرمائیں گے۔ جب اللہ کا دشمن انہیں دیکھے گا تو وہ ایسے گھل جائے گا جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔ اگر عیسی اسے چھوڑ بھی دیں تو وہ گھل گھل کر ختم ہو جائے گا مگر اللہ ان کے ہاتھ سے اسے قتل کروائے گا اور وہ اپنے نیزے پر اس کا خون انہیں دکھائیں گے۔ (مسلم، کتاب الفتن، حدیث 2897)

حدثنا أبو خيثمة، زهير بن حرب وإسحاق بن إبراهيم وابن أبي عمر المكي – واللفظ لزهير – (قال إسحاق: أخبرنا. وقال الآخران: حدثنا) سفيان بن عيينة عن فرات القزاز، عن أبي الطفيل، عن حذيفة بن أسيد الغفاري قال: اطلع النبي

صلى الله عليه وسلم علينا ونحن نتذاكر. فقال "ما تذاكرون؟" قالوا: نذكر الساعة. قال "إنها لن تقوم حتى ترون قبلها عشر آيات". فذكر الدخان، والدجال، والدابة، وطلوع الشمس من مغربها، ونزول عيسى ابن مريم صلى الله عليه وسلم، ويأجوج ومأجوج. وثلاثة خسوف: خسف بالمشرق، وخسف بالمغرب، وخسف بجزيرة العرب. وآخر ذلك نار تخرج من اليمن، تطرد الناس إلى محشرهم ".

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم باتیں کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "آپ لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں؟" لوگ بولے: "ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "یہ اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک آپ دس نشانیاں نہ دیکھ لیں۔" پھر آپ نے [ان نشانیوں میں] دھواں، دجال، دابۃ الارض [ایک جانور جو کلام کرے گا]، مغرب سے طلوع شمس، عیسی بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول، یاجوج ماجوج کا خروج، زمین کا تین مرتبہ دھنسنا: ایک بار مشرق، ایک بار مغرب اور ایک بار جزیرۃ العرب میں، اور آخری نشانی یہ بتائی کہ یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو جمع ہونے کی جگہ لے جائے گی۔ (مسلم، کتاب الحج، حدیث 2901)

وحدثنا سعيد بن منصور وعمرو الناقد وزهير بن حرب. جميعا عن ابن عيينة. قال سعيد: حدثنا سفيان بن عيينة. حدثني الزهري عن حنظلة الأسلمي. قال: سمعت أبا هريرة رضي الله عنه يحدث عن النبي صلى الله عليه وسلم قال " والذي نفسي بيده ! ليهلن ابن مريم بفج الروحاء، حاجا أو معتمرا، أو ليثنينهما ".

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ابن مریم فج روحا کے مقام پر حج یا عمرہ یا دونوں کے لیے (احرام باندھ کر) تلبیہ پڑھیں گے۔ (مسلم، کتاب الحج، حدیث 1252)

أنا محمد بن بشار نا محمد بن جعفر نا شعبة عن النعمان بن سالم قال سمعت يعقوب بن عاصم بن عروة بن مسعود وقال عبد الله بن عمرو قال رسول الله يخرج الدجال فيبعث الله عزوجل عيسى بن مريم عليه السلام كأنه عروة بن مسعود الثقفي فيطلبه فيهلكه ثم يلبث الناس بعده تسع سنين ليس بين اثنين عداوة ثم يرسل الله عزوجل ريحا باردة من قبل الشام فلا تبقي أحدا في قلبه مثقال ذرة من إيمان إلا قبضته.

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دجال نکلے گا تو اللہ عزوجل عیسی بن مریم کو بھیجے گا جو کہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مشابہ ہوں گے۔ وہ اسے تلاش کر کے قتل کر دیں گے۔ پھر اس کے بعد وہ نو سال تک لوگوں میں رہیں گے اور ان کے درمیان کوئی دشمنی نہ ہو گی۔ پھر اللہ عزوجل شام کی جانب سے ایسی ٹھنڈی ہوا بھیجے گا جس سے ہر اس شخص کی روح کو قبض کر لیا جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان موجود ہو۔ (نسائی کبری، حدیث 11629)

حدثنا صفوان بن صالح الدمشقي المؤذِّن، ثنا الوليد، ثنا ابن جابر، حدثني يحيى بن جابر الطائي، عن عبد الرحمن بن جُبير بن نفير، عن أبيه، عن النَّوَّاس بن سمعان الكلابيّ، قال: ذكر رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم الدَّجّال فقال: "إن يخرج وأنا فيكم فأنا حجيجه دونكم، وإن يخرج ولست فيكم فامرؤٌ حجيج نفسه، واللّه خليفتي على كلِّ مُسْلِمٍ، فمن أدركه منكم فليقرأ عليه فواتح سورة الكهف فإنَّها جواركم من فتنته" قلنا: وما لبثه في الأرض؟ قال: "أربعون يوماً: يومٌ كسنة، ويومٌ كشهرٍ، ويومٌ كجمعةٍ وسائر أيامه كأيامكم" فقلنا: يارسول اللّه، هذا اليوم الذي كسنةٍ أتكفينا فيه صلاة يوم وليلةٍ؟ قال: "لا، اقدروا له قدره، ثمَّ ينزل عيسى ابن مريم عليه السلام عند المنارة البيضاء شرقيَّ دمشق فيدركه عند باب لُدٍّ فيقتله".

سیدنا نواس بن سمعان الکلابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا: "اگر وہ میرے ہوتے ہوئے نکل آیا تو میں خود اس کے خلاف حجت قائم کروں گا۔ اگر وہ میرے بعد نکلا تو پھر ہر شخص خود اس کے خلاف حجت قائم کر لے۔ میرے پیچھے اللہ ہر مسلمان کا نگہبان ہے۔ جو شخص اس کا سامنا کرے، وہ اس پر سورۃ الکہف کی ابتدائی آیات پڑھے کہ وہ اس کے فتنہ کے خلاف تمہاری پناہ ہیں۔" ہم نے عرض کیا: "وہ زمین پر کتنا عرصہ رہے گا؟" فرمایا: "چالیس دن۔ ان میں سے ایک دن سال کے برابر، ایک دن مہینے کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہو گا۔ باقی دن تمہارے عام دنوں جیسے ہوں گے۔" ہم نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! اس سال والے دن میں ہم ایک دن رات کی نمازیں کیسے پڑھیں؟" فرمایا: "اس کا [عام دنوں سے] اندازہ کر لینا۔ پھر عیسی بن مریم علیہ السلام دمشق کے مشرق میں ایک سفید مینار کے پاس نازل ہوں گے۔ دجال انہیں باب لد کے مقام پر ملے گا جہاں وہ اسے قتل کر دیں گے۔" (ابو داؤد، کتاب الملاحم، حدیث 4321)

هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ. حدّثنا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ. حدّثنا عَبْدُ الرَّحْمنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ. حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ. حَدَّثَنِي أَبِي؛ أَنَّهُ سَمِعَ النَّوَّاسَ بْنَ سَمْعَانَ الْكِلاَبِيَّ يَقُولُ: ... إِذْ بَعَثَ اللهُ عِيسى بْنَ مَرْيَمَ. فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ، شَرْقِيَّ دِمَشْقَ. بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ. وَاضِعاً. كَفَّيْهِ عَلَى أَجْنحَةِ مَلَكَيْنِ. إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ. وَإِذَا رَفعضهُ يَنْحَدِرُ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ. وَلاَ يَحلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُرِيحَ نَفسهِ إِلاَّ مَاتَ. وَنَفَسُهُ يَنْتَهِي حَيْثُ يَنْتَهِي طَرَفُهُ. فَيَنْطَلِقُ حَتَّى يُدْرِكَهُ عِنْدَ بَابِ لُدٍّ، فَيَقْتُلُهُ. . ثُمَّ يَأْتِي نَبِيُّ اللهِ عِيسى قَوْماً قَدْ عَصَمَهُمُ اللهُ. فَيَمْسَحُ وُجُوهَهُمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ. فَبَيْنَمَاهُمْ كَذلِكَ إِذْ أَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ: يَاعِيسى إِنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَاداً لِي. لاَ يَدَانِ لأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ. وَأَحْرِزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ. وَيَبْعَثُ اللهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ، وَهُمْ، كَمَا قَالَ اللهُ، مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ، فَمَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلَى بُحَيْرَةِ الطَّبَرِيَّةِ. فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهَا. ثُمَّ يَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُولُونَ: لَقَدْ كَانَ فِي هذَا مَاءٌ، مَرَّةً. وَيَحْضُرُ نَبِيُّ اللهِ عِيسى وَأَصْحَابُهُ. حَتَّى يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لأَحَدِهِمْ خَيْراً مِنْ مَائَةِ دِينَارٍ لأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ. فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللهِ عِيسى وَأَصْحَابُهُ إِلَى اللهِ. فَيُرْسِلُ اللهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِي رِقَابِهِمْ. فَيُصْبِحُونَ فَرْسَى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ. وَيَهْبِطُ نَبِيُّ اللهِ عِيسى وَأَصْحَابُهُ فَلاَ يَجِدُونَ مَوْضِعَ شِبْرٍ إِلاَّ قَدْ مَلأَهُ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ وَدِمَاؤُهُمْ. فَيَرْغَبُونَ إِلَى اللهِ سُبْحَانَهُ. فَيُرْسِلُ عَلَيْهِمْ طَيْراً كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ. فَتَحْمِلُهُمْ فَتطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءِ اللهُ. ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ عَلَيْهِمْ مَطَراً لاَيُكِنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلاوَبَرٍ. فَيَغْسِلُهُ حَتَّى يَتْرُكَهُ كَالزَّلَقَةِ. ثُمَّ يُقَالُ لِلأَرْضِ: أَنْبِتِي ثَمَرَتَكِ. وَرُدِّي بَرَكَتَكِ. فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَة. فَتُشْبِعُهُمْ. وَيسْتَظِلُّونَ بِقِحْفِهَا. وَيُبَارِكُ اللهُ فِي الرِّسْلِ حَتَّى إِنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الإِبِلِ تَكْفِي الفِئَامِ مِنض النَّاسِ. وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ تَكْفِي الْقَبِيلَةَ. وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْغَنَمِ تَكْفِي الفَخِذَ. فَبَيْنَمَاهُمْ كَذلِكَ، إِذْ بَعَثَ اللهُ عَلَيْهِمْ رِيحاً طَيِّبَةً. فَتَأْخُذُ تَحْتَ آبَاطِهِمْ. فَتَقْبِضُ رُوحَ كُلِّ مُسْلِمٍ. وَيَبْقَى سَائِرُ النَّاسِ يَتَهَارَجُونَ كَمَا تَتَهَارَجُ الْحُمُرُ. فَعَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ)).

سیدنا نواس بن سمعان الکلابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [دجال سے متعلق وہی تفصیلات جو اوپر ابو داؤد کی حدیث میں ہیں۔ پھر فرمایا:] اس وقت جب اللہ عیسی بن مریم کو مبعوث فرمائے گا جو کہ دمشق کے مشرق میں دو فرشتوں کے درمیان سفید مینار کے پاس نازل ہوں گے۔ ان کے دونوں ہاتھ ان فرشتوں کے کندھوں پر ہوں گے۔ جب وہ سر جھکائیں گے تو ان کے سر سے پسینہ ٹپکے گا اور جب اسے اٹھائیں گے تو موتیوں کی مانند اس میں سے پسینے کے قطرے گریں گے۔ جو کافر بھی ان کے سانس کا اثر سونگھے گا، ہلاک ہو جائے گا اور ان کے سانس کا اثر حد نگاہ تک جائے گا۔ وہ [دجال کا] تعاقب کریں گے یہاں تک کہ "باب لد" کے مقام پر اسے جا پکڑیں گے اور قتل کر دیں گے۔

پھر اللہ کے نبی عیسی ان لوگوں کے پاس آئیں گے جنہیں اللہ نے [فتنہ دجال] سے بچا لیا ہو گا۔ آپ ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے اور انہیں

جنت میں ان کے درجات بتائیں گے۔ وہ ان کے درمیان ہوں گے کہ جب اللہ ان کی جانب وحی بھیجے گا: "اے عیسی! میں نے اپنے بندوں کو نکال دیا ہے، ان سے کوئی لڑ نہیں سکتا۔ میرے بندوں کو لے کر طور کی طرف چلے جایئے۔" اللہ اس وقت یاجوج وماجوج کو نکال دے گا اور وہ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: "ہر گھاٹی سے اترتے معلوم ہوں گے۔" ان کا پہلا گروہ جب بحیرۃ طبریہ (Sea of Galilee) [یہ موجودہ اسرائیل اور شام کی سرحد پر ہے] کے پاس سے گزرے گا تو اس میں جو کچھ ہو گا، اسے پی جائے گا۔ پھر ان کا دوسرا گروہ وہاں سے گزرے گا تو کہے گا: "یہاں کبھی پانی ہوا کرتا تھا۔"

اللہ کے نبی عیسی اور ان کے ساتھی رکے رہیں گے یہاں تک کہ بیل کے ایک سر کی قیمت تمہارے آج کے سو دینار تک پہنچ جائے گی۔ پھر اللہ نے نبی عیسی اور ان کے ساتھی اللہ سے دعا کریں گے۔ اللہ ان کی گردنوں میں ایک ایسا پھوڑا پیدا کر دے گا کہ وہ اگلی صبح بیک وقت مرے پڑے ہوں گے۔ اللہ کے نبی عیسی اور ان کے ساتھیوں پہاڑ سے اتریں گے تو انہیں ایک بالشت برابر بھی ایسی جگہ نہ ملے گی جو ان کی چکنائی، بدبو اور خون سے بھری ہوئی نہ ہو۔ وہ اللہ سبحانہ سے دعا کریں گے تو وہ ان کی جانب بختی اونٹوں کی گردنوں جیسے پرندے بھیجے گا۔ وہ انہیں اٹھا کر جہاں اللہ چاہے گا، پھینک آئیں گے۔ پھر اللہ بارش بھیجے گا اور مٹی کا کوئی گھر اسے نہ روک سکے گا، وہ اس [زمین] کو دھو کر آئینہ کی طرح صاف کر دے گا۔

پھر زمین سے کہا جائے گا: "اپنا پھل اگاؤ اور اپنی برکت کو لوٹا دو۔" اس وقت ایک گروہ ایک انار کھائے گا تو وہ ان کے لیے کافی ہو گا۔ وہ اس کے چھلکوں کے سائے میں بیٹھیں گے۔ اللہ انہیں اتنی برکت دے گا کہ ایک دودھ دینے والی اونٹنی لوگوں کی کئی جماعتوں کے لیے کافی ہو گی۔ ایک دودھ دینے والی گائے قبیلہ کے لیے کافی ہو گی اور دودھ دینے والی بکری چھوٹے قبیلے کے لیے کافی ہو گی۔ وہ [عیسی] ان کے درمیان اسی طرح رہیں گے جب اللہ ان کی جانب ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جس کا اثر ان کے بغلوں کے نیچے محسوس ہو گا۔ ہر مسلم کی روح قبض ہو جائے گی اور باقی لوگ اس طریقے سے لڑتے جھگڑتے رہ جائیں گے جیسے وحشی گدھے لڑتے ہیں۔ انہی لوگوں پر قیامت قائم ہو گی۔" (ابن ماجہ، کتاب الفتن، حدیث 4075، ترمذی 2240)

احادیث مسیح کا مرزا صاحب پر انطباق

یہ وہ احادیث ہیں جو صحیح کے درجے میں ہیں۔ احمدی حضرات کا موقف یہ ہے کہ ان احادیث میں جن "عیسی بن مریم" کا ذکر ہے، وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ مرزا صاحب نے اس موضوع پر ایک کتاب "ازالہ اوہام" لکھی ہے۔ ان کا نقطہ نظر ہم اس کتاب سے پیش کریں گے۔ اس کے علاوہ "احمدیہ تبلیغی پاکٹ بک" کے حصہ پنجم میں احمدی مبلغ عبد الرحمن خادم صاحب نے اس موضوع سے متعلق اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے۔

احمدی حضرات بالعموم ان احادیث میں بیان کردہ نشانیوں کو لغوی معنوں میں نہیں لیتے بلکہ انہیں تشبیہ اور استعارہ کے معنی میں لیتے ہیں اور ان کی تاویل کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کا کہنا یہ ہے کہ یہ نشانیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکاشفہ [خواب] میں دکھائی گئی تھیں جس کی وجہ سے انہیں لفظی مفہوم میں لینا درست نہیں ہے بلکہ انہیں رموز اور علامتی اشاروں (Symbolic Indicators) کے طور پر لینا چاہیے۔ ہمیں احمدی حضرات کی کتب میں جن نشانیوں سے متعلق جواب کا علم ہوا ہے، وہ ہم نے یہاں درج کر دیا ہے۔ جن نشانیوں

کے بارے میں ان کے موقف کا ہمیں علم نہیں ہو سکا ہے، ان سے متعلق اگر کوئی احمدی صاحب اپنی متفق علیہ کتب سے ان نشانیوں سے متعلق اپنے نقطہ نظر سے آگاہ کر سکیں تو اگلے ورژن میں اسے اپ ڈیٹ کر دیا جائے گا۔

مسلمانوں کا موقف یہ ہے کہ ان احادیث کا اطلاق ہر گز مرزا صاحب پر نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ ان میں بیان کردہ کسی نشانی پر مرزا صاحب پورا نہیں اترتے ہیں۔ مسلمان ان نشانیوں کو حقیقی معنی میں لیتے ہیں اور ان کی بالعموم کوئی تاویل نہیں کرتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ سوائے ایک دجال اور حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کے طواف والی حدیث کے بقیہ تمام احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری کے واقعات بیان ہوئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نشانیاں اسی لیے بیان فرمائی ہیں کہ اصلی اور جعلی مسیح میں فرق کیا جا سکے۔ اگر ان نشانیوں کو محض علامتی اشارات کے لیا جائے تو پھر ہر دوسرا شخص مسیح ہونے کا دعوی کر کے ان احادیث کی جیسے چاہے گا، تشریح کرتا پھرے گا۔

پہلے ہم ان احادیث میں بیان کردہ ایک ایک نشانی کو لے کر مسلمانوں کا موقف بیان کریں گے اور ساتھ ہی یہ بھی دیکھیں گے کہ احمدی حضرات ان نشانیوں کو کس طرح سمجھتے ہیں۔

نازل ہونے والے کا نام

مسلمانوں کا کہنا یہ ہے کہ نازل ہونے والے کا نام "ابن مریم" اور "عیسی بن مریم" آیا ہے۔ اس نام کی ایک ہی ہستی دنیا میں مشہور ہیں اور وہ اللہ کے جلیل القدر پیغمبر سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔ مرزا صاحب کا نام "غلام احمد" تھا اور ان کی والدہ کا نام "چراغ بی بی"۔ انہیں کس طرح "ابن مریم" قرار دیا جا سکتا ہے۔

احمدی حضرات کا موقف یہ ہے کہ ان احادیث میں "عیسی بن مریم" سے مراد وہ حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام نہیں ہیں جو اب سے دو ہزار برس پہلے فلسطین میں تشریف لائے۔ ان کے لیے وہ "مسیح ناصری" کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ ان احادیث میں "عیسی بن مریم" سے مراد مرزا صاحب ہیں کیونکہ مسیح ناصری وفات پا چکے ہیں۔ اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مرزا صاحب میں کچھ ایسی خصوصیات ہیں جن کے باعث وہ حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام سے مشابہ ہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنے لیے پہلے "مثیل مسیح" کا لقب اختیار کیا جس کا مطلب ہے مسیح علیہ السلام کے مماثل شخصیت۔ اس کے بعد انہوں نے یہ دعوی کیا کہ احادیث میں جس ہستی کی آمد کا ذکر ہے، وہ مرزا صاحب ہی ہیں۔ ان کا دعوی ہے کہ جس طرح یہود کی ظاہر پرستی کے خلاف سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام نے تورات کی صحیح تعلیم واضح فرمائی، اسی طرح مسلمانوں کی ظاہر پرستی کے توڑ کے لیے مرزا صاحب نے قرآن کی اصل تعلیم واضح کی۔ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:

> یہ بھی وجہ مماثلت ہے کہ جیسے مسیح بن مریم نے انجیل میں توریت کا صحیح خلاصہ اور مغز اصلی پیش کیا تھا، اسی کام کے لیے یہ عاجز مامور ہے، تاکہ غافلوں کے سمجھانے کے لیے قرآن شریف کی اصلی تعلیم پیش کی جائے۔ مسیح صرف اسی کام کے لیے آیا تھا کہ توریت کے احکام شدومد کے ساتھ

ظاہر کرے۔ ایسے ہی یہ عاجز بھی اسی کام کے لیے بھیجا گیا ہے کہ قرآن شریف کے احکام بوضاحت بیان کر دیوے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ مسیح، موسی کو دیا گیا اور یہ مسیح مثیل موسی [یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم] کو عطا کیا گیا۔ سو یہ تمام مشابہت تو ثابت ہے اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیے گا، وہ ہر گز نہیں مرے گا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے، اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدائے تعالی کی طرف سے نہیں آیا۔ لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مردہ دلوں کے لیے آب حیات کا حکم رکھتی ہے، دوسری جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جرم [مجھے جھٹلانے] کا کوئی عذر نہیں کہ تم نے اس کے سرچشمہ سے انکار کیا، جو آسمان پر کھولا گیا، زمین پر اس کو کوئی بند نہیں کر سکتا۔[1]

اس کے جواب میں مسلمانوں کا موقف یہ ہے کہ مرزا صاحب کی بات محض ایک دعوی ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کے کسی مثیل کی آمد کی خبر دینا ہوتی تو احادیث میں صاف صاف بتا دیا جاتا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی مانند ایک شخص امت میں ہو گا، تاکہ امت کو کوئی التباس نہ ہوتا۔ احادیث میں "عیسی بن مریم" اور "ابن مریم" کے الفاظ ہیں۔ اگر انہیں ظاہری معنی سے ہٹا کر مجاز کے رنگ میں قبول کر لیا جائے تو پھر کوئی بھی شخص اپنی جانب سے حکمت اور فلسفہ کی کچھ باتیں کر کے مثیل مسیح ہونے کا دعوی کر سکتا ہے۔ اس کے بعد تو پھر شریعت کے ہر حکم کو مجاز قرار دے کر اس کی کوئی بھی توجیہ کی جا سکتی ہے اور ان کے صریح معنی کی بجائے ایسے معنی نکالے جا سکتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ہر گز نہیں ہیں۔ پھر تو کوئی بھی شخص کوئی بھی بات کہہ سکتا ہے اور اس کے حق میں قرآن و حدیث کو کسی بھی طریقے سے توڑ مروڑ کر پیش کر سکتا ہے۔

رہا مرزا صاحب کا یہ دعوی کہ جو حکمت و دانش ان کے ذہن سے نکلتی ہے، اس کی کوئی مثال موجود نہیں ہے تو مسلمانوں کی پوری تاریخ اس حکمت و دانش سے بھری پڑی ہے۔ جن حضرات نے امام شافعی، غزالی، رازی، شاطبی، شاہ ولی اللہ وغیرہم کا مطالعہ کیا ہے، وہ جانتے ہیں کہ امت مسلمہ نے ہمیشہ دینی احکام کی روح پر غور و فکر جاری رکھا۔ یہ درست ہے کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ یہود کی طرح ظاہر پرستی کا شکار ہوئے لیکن ان کے ہاں دین کی روح کو سمجھنے والے ہر دور میں باقی رہے ہیں۔ کوئی بھی شخص پوری غیر جانبداری سے ان حضرات کے کام کا مطالعہ کر کے مرزا صاحب کے کام سے اس کا موازنہ کر سکتا ہے اور اس طرح مرزا صاحب کے اس دعوے "وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے، اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدائے تعالی کی طرف سے نہیں آیا۔ لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مردہ دلوں کے لیے آب حیات کا حکم رکھتی ہے، دوسری جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جرم [مجھے جھٹلانے] کا کوئی عذر نہیں " کو با آسانی پرکھا جا سکتا ہے۔

عادل حکمران

مسلمانوں کا کہنا یہ ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام ایک عادل حکمران ہوں گے۔ مرزا صاحب کو کہیں بھی حکومت و اقتدار نہ ملا۔

صلیب کو توڑنا اور خنزیر کو قتل کرنا

صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔، مسلمانوں کا کہنا یہ ہے کہ مرزا صاحب نے نہ صلیب توڑی اور نہ ہی خنزیر کو قتل کیا۔

اس کے جواب میں مرزا صاحب صلیب توڑنے اور خنزیر کو قتل کرنے کو مجازی معنی میں لیتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ صلیب توڑنے سے مراد عیسائیت کا رد ہے جس میں وہ ساری عمر مشغول رہے۔ خنزیر کو قتل کرنے سے وہ خنزیر صفت لوگوں خاص کر کفار کے عقائد کو اپنی دلیل سے قوت سے رد کرنا مراد لیتے ہیں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> دوسری علامت خاصہ یہ ہے کہ جب وہ مسیح موعود آئے گا تو صلیب کو توڑے گا اور خنزیروں کا قتل کرے گا اور دجال یک چشم کو قتل کر ڈالے گا اور جس کافر تک اس کی دم کی ہوا پہنچے گی، وہ فی الفور مر جائے گا۔ سو اس علامت کی اصل حقیقت جو روحانی طور پر مراد رکھی گئی ہے، یہ ہے کہ مسیح دنیا میں آکر صلیبی مذہب کی شان و شوکت کو اپنے پیروں کے نیچے کچل ڈالے گا اور ان لوگوں کو جن میں خنزیروں کی بے حیائی اور خوکوں کی بے شرمی اور نجاست خواری ہے، ان پر دلائل قاطعہ کا ہتھیار چلا کر ان سب کا کام تمام کرے گا اور وہ لوگ جو صرف دنیا کی آنکھ رکھتے ہیں مگر دین کی آنکھ بکلی ندارد بلکہ ایک بد نما ٹینٹ اس میں نکلا ہوا ہے، ان کو بین حجتوں کی سیف قاطعہ سے ملزم کر کے ان کی منکرانہ ہستی کا خاتمہ کر دے گا اور نہ صرف ایسے یک چشم لوگ بلکہ ہر ایک کافر جو دین محمدی کو نظر استحقار دیکھتا ہے، مسیحی دلائل کے جلالی دم سے روحانی طور پر مارا جائے گا۔ غرض یہ سب عبارتیں استعارہ کے طور پر واقعہ ہیں جو اس عاجز پر بخوبی کھولی گئی ہیں۔ اب چاہے کوئی اس کو سمجھے یا نہ سمجھے لیکن آخر کچھ مدت اور انتظار کر کے اور اپنی بے بنیاد امیدوں سے یاس کلی کی حالت میں ہو کر ایک دن سب لوگ اس طرف رجوع کریں گے۔[2]

اس کے جواب میں مسلمان کہتے ہیں کہ اگر صلیب توڑنے اور خنزیر کو قتل کرنے سے وہی مراد لیا جائے جو مرزا صاحب کہہ رہے ہیں تو پھر یہ کام صرف انہی نے نہیں کیا بلکہ ان کے دور کے بہت سے اور لوگوں نے بھی کیا۔ پھر مرزا صاحب کے رد عیسائیت کے نتیجے میں صلیبی مذہب کی شان و شوکت میں کوئی فرق نہ آیا اور نہ ہی عیسائیوں کی منکرانہ ہستی کا خاتمہ ہوا۔

فتنہ دجال اور اس کا قتل

مسلمان کہتے ہیں کہ اوپر بیان کردہ احادیث سے واضح ہے کہ سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی آمد سے پہلے کانے دجال کا خروج ہو گا۔ اس کا فتنہ چالیس روز تک برپا رہے گا جس میں ایک دن سال برابر، دوسرا مہینے برابر اور تیسرا ہفتے برابر ہو گا۔ یہ دجال حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کے ہاتھوں "باب لد" کے مقام پر قتل ہو گا جس کا خون وہ اپنے ساتھیوں کو دکھائیں گے۔ دجال کے خاتمہ سے پہلے رومیوں سے ایک جنگ ہو گی جس میں قسطنطنیہ فتح ہو گا۔ مرزا صاحب کے منظر عام پر آنے سے پہلا ایسا کچھ نہ ہوا اور نہ ہی دجال قتل ہوا اور نہ ہی مرزا صاحب نے اس کا خون کسی کو دکھایا۔

مرزا صاحب کا نقطہ نظر اس معاملے میں اوپر واضح ہو چکا ہے کہ وہ کانے دجال سے مراد ان دنیاداروں کو سمجھتے ہیں جن کے نزدیک دین

کی کوئی اہمیت نہیں۔ ان کے نزدیک دجال کے قتل سے مراد ان لوگوں کو دلائل کی قوت سے قتل کرنا ہے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ احادیث میں جس دجال کا ذکر ہے، وہ ابن صیاد نامی یہودی تھا جس کا ذکر صحیح مسلم کی بعض روایات میں ہے۔[3] اوپر صحیح بخاری و مسلم کی حدیث بیان ہوئی ہے کہ كيف أنتم إذا نزل ابن مريم فيكم، وإمامكم منكم؟یعنی "وہ کیا معاملہ ہو گا جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے اور امام تمھی میں سے ہو گا؟" اسے مرزا صاحب ان معنوں میں لیتے ہیں کہ "وہ کیا معاملہ ہو گا جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے اور تم میں سے ہی ایک امام ہوں گے ؟"

مسلمان اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس جملے میں واؤ حالیہ ہے۔ عربی زبان میں یہ اسلوب موجود ہے کہ جب کسی کام کے ساتھ دوسری اشیاء یا افراد کی حالت بیان کرنا مقصود ہو تو اس حالت کو واؤ کے بعد بیان کیا جاتا ہے۔ اس جملے کا مطلب یہ ہو گا کہ "وہ کیا معاملہ ہو گا جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے، اس حالت میں کہ امام تمھی میں سے ہو گا؟" رہی یہ بات کہ "تم میں سے ایک امام ہوں گے" تو یہ بات اس وجہ سے درست نہیں ہے کہ دیگر احادیث سے واضح ہے کہ ابن مریم علیہ الصلوۃ والسلام تشریف آوری کے بعد مسلمانوں کے ایک امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

جزیہ کا موقوف ہونا اور مال کی کثرت

بخاری کی حدیث کے مطابق سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام جزیہ کو موقوف کر دیں گے اور مال کی اتنی کثرت ہو گی کہ زکوۃ کو قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ ابن ماجہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دودھ اور زرعی پیداوار کی فراوانی ہو گی۔ مسلمانوں کا کہنا یہ ہے کہ مرزا صاحب کے دور میں ایسی کوئی فراوانی نہیں ہوئی بلکہ مسلمان شدید مالی مشکلات کا شکار رہے۔

اس کے جواب میں احمدی حضرات کہتے ہیں کہ "مال بانٹنے سے مراد وہ علوم آسمانی اور حقائق و معارف کا خزانہ ہے جو مسیح موعود نے لوگوں کو دیا اور جس کو تمہارے جیسے بد قسمت قبول نہیں کرتے۔" وہ مزید کہتے ہیں کہ اس مال سے مراد وہ انعامات بھی ہیں جو مرزا صاحب نے اپنے مخالفین کو چیلنج کرتے ہوئے مقرر کیے۔[4]

کینہ، بغض اور حسد کا خاتمہ

مسلمانوں کا کہنا ہے کہ صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کے دور میں کینہ، بغض اور حسد کا خاتمہ ہو جائے گا۔ مرزا صاحب کے دور میں ایسا کچھ نہ ہوا۔

فج روحا کے مقام سے عمرہ یا حج کا احرام

مسلمانوں کا کہنا ہے کہ صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام فج روحاء کے مقام سے احرام باندھیں گے۔ مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں حج یا عمرہ ادا نہیں کیا۔

اس کے جواب میں احمدی حضرات مسلم کی اس حدیث پر تنقید کرتے ہیں اور اسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔ ان کا مزید کہنا یہ ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب بیان ہوا ہے اور خواب میں بیان کردہ واقعہ کا حقیقی مفہوم میں پورا ہونا ضروری نہیں ہوتا۔[5]

عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مشابہت

سیدنا عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں جو کہ اہل طائف کے سردار تھے۔ نسائی کی حدیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حلیہ سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام سے مشابہ قرار دیا۔ مسلمانوں کا کہنا یہ ہے کہ مرزا صاحب کی ان سے کوئی مشابہت نہ تھی۔

دمشق کے مشرق میں موجود مینار کے پاس نزول

ابو داؤد اور ابن ماجہ کی حدیث کے مطابق سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کا نزول دمشق کے مشرق میں ایک مینار کے پاس ہو گا۔ مسلمانوں کا کہنا یہ ہے کہ مرزا صاحب کا ایسا کوئی نزول نہیں ہوا۔ اس کے برعکس احمدیوں کا موقف یہ ہے کہ دمشق سے مراد قادیان ہے، نزول سے مراد احمدیت کی دعوت کا دنیا میں پھیلنا ہے اور مینار سے مراد وہ مینار ہے جس کی تعمیر کا آغاز مرزا صاحب نے قادیان میں کیا۔ مرزا صاحب دمشق سے متعلق اپنے الہام کی بنیاد پر لکھتے ہیں:

> پھر دمشق کے لفظ سے دمشق ہی مراد رکھنا دعوی بلا دلیل اور التزام مالا یلزم ہے۔۔۔ (حاشیہ: اب یہ بھی جاننا چاہیے کہ دمشق کا لفظ جو مسلم کی حدیث میں وارد ہے یعنی صحیح مسلم میں یہ جو لکھا ہے کہ حضرت مسیح دمشق کے منارہ سفید شرقی کے پاس اتریں گے، یہ لفظ ابتداء سے محقق لوگوں کو حیران کرتا چلا آیا ہے کیونکہ بظاہر کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ مسیح کو دمشق سے کیا مناسبت ہے اور دمشق کو مسیح سے کیا خصوصیت۔ ہاں اگر یہ لکھا ہوتا کہ مسیح مکہ معظمہ میں اترے گا یا مدینہ منورہ میں نازل ہو گا تو ان ناموں کا ظاہر پر حمل کرنا موزوں بھی ہوتا کیونکہ مکہ معظمہ خانہ خدا کی جگہ اور مدینہ منورہ رسول اللہ کا پایہ تخت ہے مگر دمشق میں تو کوئی ایسی خوبی کی بات نہیں جس کی وجہ سے تمام امکنہ متبرکہ چھوڑ کر نزول کے لیے دمشق کو مخصوص کیا جائے۔
>
> اس جگہ بلاشبہ استعارہ کے طور پر کوئی مرادی معنی مخفی ہیں جو ظاہر نہیں کیے گئے اور یہ عاجز ابھی اس بات کی تفتیش کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا کہ وہ معنی کیا ہیں کہ اسی اثنا میں میرے ایک دوست اور محب واثق مولوی حکیم نور الدین صاحب اس جگہ قادیان میں تشریف لائے اور انہوں نے اس بات کے لیے درخواست کی کہ جو مسلم کی حدیث میں لفظ دمشق و نیز اور ایسے چند مجمل الفاظ ہیں، ان کے انکشاف کے لیے جناب الہی میں توجہ کی جائے لیکن چونکہ ان دنوں میں میری طبیعت علیل اور دماغ ناقابل جدوجہد تھا، اس لیے میں ان تمام مقاصد کی طرف توجہ کرنے سے مجبور رہا۔ صرف تھوڑی سی توجہ کرنے سے ایک لفظ کی تشریح یعنی دمشق کی حقیقت میرے پر کھولی گئی اور نیز ایک صاف اور صریح کشف میں مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ ایک شخص حارث نام یعنی حراث آنے والا جو ابو داؤد کی کتاب میں لکھا ہے۔ یہ خبر صحیح ہے اور یہ پیش گوئی اور مسیح کے آنے کی پیش گوئی درحقیقت یہ دونوں اپنے مصداق کی رو سے ایک ہی ہیں یعنی ان دونوں کا مصداق ایک ہی شخص ہے جو یہ عاجز ہے۔

سو اول میں دمشق کے لفظ کی تعبیر جو الہام کے ذریعہ سے مجھ پر کھولی گئی بیان کرتا ہوں، پھر بعد اس کے ابو داؤد والی پیش گوئی جس طور سے مجھے سمجھائی گئی ہے، بیان کروں گا۔

پس واضح ہو کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر منجانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبہ کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادت اور خیالات کے پیرو ہیں۔ جن کے دلوں میں اللہ اور رسول کی کچھ محبت نہیں اور احکام الٰہی کی کچھ عظمت نہیں۔ جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور اپنے نفس امارہ کے حکموں کے ایسے مطیع ہیں کہ مقدسوں اور پاکوں کا خون بھی ان کی نظر میں سہل اور آسان امر ہے اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور خدائے تعالی کا موجود ہونا ان کی نگاہ میں ایک پیچیدہ مسئلہ ہے جو انہیں سمجھ نہیں آتا۔۔۔

دمشق کا لفظ محض استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے چونکہ امام حسین کا مظلومانہ واقعہ خدائے تعالی کی نظر میں بہت عظمت اور وقعت رکھتا ہے اور یہ واقعہ حضرت مسیح کے واقعہ سے ایسا ہمرنگ ہے کہ عیسائیوں کو بھی اس میں کلام نہیں ہو گی، اس لیے خدائے تعالی نے چاہا کہ آنے والے زمانہ کو بھی اس کی عظمت سے اور مسیحی مشابہت سے متنبہ کرے۔ اس وجہ سے دمشق کا لفظ بطور استعارہ لیا گیا تا پڑھنے والوں کی آنکھوں کے سامنے وہ زمانہ آجائے جس میں لخت جگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مسیح کی طرح کمال درجہ کے ظلم اور جور و جفا کی راہ سے دمشقی اشقیا کے محاصرہ میں آکر قتل کیے گئے۔ سو خدائے تعالی نے دمشق کو جس سے ایسے پر ظلم احکام نکلتے تھے اور جس میں ایسے سنگدل اور سیاہ دروں لوگ پیدا ہو گئے تھے۔ اس غرض سے نشانہ بنا کر لکھا کہ اب مثیل دمشق [یعنی قادیان] عدل اور ایمان پھیلانے کا ہیڈ کوارٹر ہو گا۔۔۔

یہ قصبہ قادیان بوجہ اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں، دمشق سے ایک مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے اور ظاہر ہے کہ تشبیہات میں پوری پوری تطبیق کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات ایک ادنی مماثلت کی وجہ سے بلکہ صرف ایک جزو میں مشارکت کے باعث سے ایک چیز کا نام دوسری چیز پر اطلاق کر دیتے ہیں مثلاً ایک بہادر انسان کو کہہ دیتے ہیں کہ یہ شیر ہے۔۔۔ سو خدائے تعالی نے اسی عام قاعدہ کے موافق اس قصبہ قادیان کو دمشق سے مشابہت دی اور اس بارے میں قادیان کی نسبت سے مجھے یہ بھی الہام ہوا کہ اخرج منہ الزیدیون یعنی اس میں یزیدی لوگ پیدا کیے گئے ہیں۔[6]

اس موقع پر مرزا صاحب نے اپنے ایک کشف کا ذکر بھی کیا ہے جس کے مطابق انہیں قادیان کا نام قرآن مجید میں نظر آیا تھا اور ان کے بھائی مرزا غلام قادر صاحب نے قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے یہ فقرہ انا انزلناہ قریباً من القادیان تلاوت کیا تھا۔

حدیث میں مینار کا جو ذکر آیا ہے تو مرزا صاحب نے اس کا اہتمام یہ کیا کہ قادیان کے مشرقی حصے میں ایک مینار تعمیر کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے چندہ بھی اکٹھا کیا تاہم اس مینار کی تعمیر ان کی زندگی میں مکمل نہ ہو سکی بلکہ ان کے بیٹے اور خلیفہ ثانی مرزا بشیر صاحب کے دور میں 1916 میں مرزا صاحب کی وفات کے آٹھ برس بعد مکمل ہوئی۔ لکھتے ہیں:

سو اسی تعبیر کے عین مطابق خدا تعالی کی طرف سے 1900 میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تحریک ہوئی کہ قادیان کی مسجد اقصی میں (جو حدیث کے مطابق دمشق سے ٹھیک مشرقی جانب واقع ہے) ایک سفید منار تعمیر کیا جائے نیز یہ خبر دی گئی کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ سے اس منار کی تعمیر کا گہرا تعلق ہے۔۔۔ حضرت اقدس نے یکم جولائی 1900 کو دوسرا اشتہار دیا۔۔۔ اس میں حضور نے مخلصین کو مخاطب کر کے لکھا: "خدا تعالی کا ارادہ تھا کہ قادیان میں منارہ بنے کیونکہ مسیح موعود کے نزول کی یہی جگہ ہے۔ سو اب یہ تیسری مرتبہ خدا تعالی نے آپ کو موقع دیا ہے کہ اس

ثواب کو حاصل کریں۔۔۔ مسیح موعود کا حقیقی نزول یعنی ہدایت اور برکات کی روشنی کا دنیا میں پھیلنا یہ اسی پر موقوف ہے کہ یہ پیش گوئی پوری ہو یعنی منارہ تیار ہو۔" [7]

اس کے جواب میں مسلمانوں کا کہنا یہ ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ ہم سے دشمنی تھی جو آپ نے قادیان کے لیے دمشق کا لفظ اختیار فرمایا۔ یہ بات تیرہ سو برس تک کسی کو سمجھ میں نہیں آئی اور مرزا صاحب کو بھی کشف ہی میں اس کا علم ہوا۔ اگر یزیدی الطبع لوگوں کی مناسبت ہی کا خیال تھا تو صاف الفاظ میں یہ فرما دیا ہوتا کہ حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کے مثیل کا نزول قادیان، پنجاب یا ہندوستان میں ہو گا تا کہ کسی شخص کو غلط فہمی نہ ہوتی۔ رہا قادیان کا دمشق سے مشرق میں واقع ہونا، تو دمشق کے مشرق میں بے شمار اور مقامات ہیں۔ اسی طرح جن لوگوں کو مرزا صاحب نے "یزیدی الطبع" قرار دیا ہے، تو اس قسم کے لوگ تو ہر شہر میں پائے جاتے ہیں۔ اس منطق کے تحت کہیں بھی اور کوئی بھی شخص مسیح یا مثیل مسیح ہونے کا دعوی کر سکتا ہے۔

سانس کا اثر

ابن ماجہ کی حدیث کے مطابق سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی سانس سے کفار ہلاک ہوں گے اور دجال گھلنے لگے گا۔ مسلمان کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کے ساتھ ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ مرزا صاحب کا موقف یہ ہے کہ اس سے مراد ان کے دلائل کی قوت ہے۔

یاجوج و ماجوج کا خروج

ابن ماجہ ہی کی حدیث کے مطابق دجال کے قتل کے بعد یاجوج وماجوج کی ایک فوج سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کے ساتھیوں پر حملہ آور ہو گی جس کے خلاف آپ دعا فرمائیں گے اور یہ فوج ہلاک ہو جائے گی۔ مسلمانوں کا کہنا یہ ہے کہ مرزا صاحب کے معاملے میں ایسا کچھ نہیں ہوا۔

مسلمانوں کا فوت ہونا

ابن ماجہ کی حدیث کے آخری حصے میں ہے کہ سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے میں یا آپ کے بعد ایسی ہوا چلے گی جس سے اہل ایمان کا خاتمہ ہو جائے گا اور بقیہ کفار رہ جائیں گے جن پر قیامت قائم ہو گی۔ مسلمان کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کے معاملے میں ایسا کچھ نہیں ہوا۔

ان تمام احادیث کی بنیاد پر مسلمانوں کا موقف یہ ہے کہ مرزا صاحب احادیث میں بیان کردہ کسی نشانی پر پورا نہیں اترتے جس کی وجہ سے انہیں مسیح موعود نہیں مانا جا سکتا۔ مرزا صاحب ان احادیث میں وارد علامات کو بطور استعارہ جو لیتے ہیں، اس سے متعلق مفتی محمد شفیع (1896-1976) لکھتے ہیں:

اگر یہی مرزائی لغت اور قادیانی زبان اور اس کے عجیب استعارات رہے تو قرآن و حدیث اور مذہب اسلام کا تو کہنا کیا، ساری دنیا کا گھروندہ اور عالم

کا نظام برباد ہو جائے گا۔ ایک شخص اگر زید کے گھر پر دعوی کرے کہ یہ میرا ہے اور مرزا صاحب کی طرح کہے کہ آسمانی دفتروں میں میرا ہی نام زید لکھا ہوا ہے اور مالک مکان کی جتنی علامات اور نشانات سرکاری کاغذوں میں درج ہیں، ان سب کا مستحق برنگ استعارات میں ہوں تو بتلایئے کہ آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہو گا؟ اسی طرح اگر ایک مرد کسی غیر منکوحہ عورت پر اسی حیلہ سے اپنی بی بی ہونے کا دعوی کرے یا کوئی عورت اسی مرزائی استعارہ کے بل پر کسی غیر مرد کو اپنا خاوند بتائے، یا کوئی ملازم دوسرے ملازم کی تنخواہ وصول کرلے، یا کوئی بھنگی بادشاہی محل میں گھس کر شاہی بیگمات کو اسی مرزائی فلسفہ کی طرف دعوت دے یا ایک قتل عمد کا مجرم اپنا جرم اسی مرزائی استعارات کے ذریعہ کسی دوسرے غریب کے سر ڈال دے اور کہے کہ آسمانی دفتروں میں اسی کا نام وہ ہے جو قاتل کے لیے لکھا ہے ہوا ہے، تو فرمایئے کہ مرزائی اصول اور ان کے استعارات کی دنیا کو جائز رکھتے ہوئے کسی کو کیا حق ہے کہ ان لوگوں کی زبان بند کر سکے یا ہاتھ روک سے؟ اور جب نوبت اس پر پہنچ گئی تو خود سمجھیے کہ دین و مذہب تو کیا خود دنیاداری کے بھی لالے پڑ جائیں گے۔

الغرض دنیا کے تمام معاملات بیع و شراء، لین دین، نکاح و طلاق، جزاء و سزا میں ایک شخص کی تعیین کے لیے جب اس کا نام اور ولدیت و سکونت وغیرہ دو چار وصف ذکر کر دیے جاتے ہیں تو اس شخص کی تعیین و تمیز ایسی حتمی اور یقینی ہو جاتی ہے کہ اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی اور کسی دوسرے کی مجال نہیں ہوتی کہ اس کے احوال و اقوال کو اپنی طرف منسوب کر سکے اور اس کی مملوکات میں تصرف کر سکے۔ نہ یہاں کوئی استعارہ چل سکتا ہے نہ مجاز۔ دنیا کے تمام کارخانے اسی اسلوب پر قائم ہیں۔

غضب ہے کہ جس شخص [حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام] کے متعلق خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چار نہیں، دس بیس نہیں، ایک سو اسی علامات و نشانات امت کو بتلائے ہوں [مفتی صاحب نے اپنی کتاب میں یہ تمام علامات جمع کر دی ہیں]، امت کو اب بھی اس کی تعیین میں شبہ رہے، اور آپ کے صاف و صریح ارشادات کو استعارات و مجاز کہہ کر ٹال دے۔۔۔ بلکہ بلاشبہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح تکذیب اور قرآن و حدیث کو جھٹلانا ہے۔[8]

اب ہم مرزا صاحب کے وہ دلائل پیش کرتے ہیں، جو اپنی نبوت کے حق میں پیش کرتے ہیں۔

مرزا صاحب کے دلائل

مرزا صاحب نے اپنے دعوی مسیحیت اور مہدویت سے متعلق کچھ دلائل پیش کیے ہیں۔ ان کی بنیاد ابو داؤد کی ایک حدیث ہے اور اس کے علاوہ وہ اپنے کشف و الہام کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔

حدیث حارث

حدیث یہ ہے:

وقال هارون: ثنا عمرو بن أبي قيس، عن مطرِّف بن طريف، عن أبي الحسن، عن هلال بن عمرو قال: سمعت عليّاً رضي الله عنه يقول: قال النبيُّ صلى الله عليه وسلم: "يَخْرُجُ رجُلٌ مِنْ وَرَاءَ النَّهْرِ يُقالُ لهُ الحارِثُ بنُ حَرَّاثٍ عَلَى مُقَدَّمَتِهِ رجلٌ يُقالُ لهُ منْصُورٌ، يُوطِّىءُ أو يُمَكِّنُ لآلِ محمَّدٍ كما مَكَّنَتْ قُرَيْشٌ لرَسُولِ اللّهِ صلى الله عليه وسلم، وَجَبَ عَلَى كلِّ مُؤْمِن

نصْرُهُ" أو قال "إجابَتُهُ".

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک شخص وراء النہر[موجودہ ازبکستان، ترکمانستان وغیرہ] کے علاقے سے نکلے گا، اس کا نام حارث بن حراث ہو گا۔ اس کے آگے ایک شخص ہو گا جس کا نام منصور ہو گا۔ وہ آل محمد کو وہ مقام دے گا جیسا کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا۔ اس شخص کی مدد کرنا یا اس کی دعوت کو قبول کرنا ہر مومن پر واجب ہو گا۔" (ابو داؤد، کتاب المہدی، حدیث 4290)

مرزا صاحب کا دعوی ہے کہ اس حدیث میں جس حارث بن حراث کا ذکر ہے، وہ مرزا صاحب ہی ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اس شخص کی پانچ علامات حدیث میں بیان ہوئی ہیں، جن پر مرزا صاحب پورا اترتے ہیں۔ انہوں نے ازالہ اوہام میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

- مذکورہ حارث کی پہلی علامت کہ وہ حق کے طالبوں اور سچائی کے بھوکوں پیاسوں کو تقویت دے گا۔ مرزا صاحب کا دعوی ہے کہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔
- دوسری علامت یہ ہے کہ حارث کا تعلق ماوراء النہر سے ہو گا۔ مرزا صاحب کا کہنا یہ ہے کہ ان کے آباؤ اجداد اسی علاقے سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے تھے۔
- تیسری علامت یہ ہے کہ وہ شخص کھیتی باڑی سے متعلق ہو گا۔ غالباً انہوں نے "حارث" کا لغوی ترجمہ کیا ہے جس کا معنی ہے کسان۔ مرزا صاحب کا کہنا یہ ہے کہ ان کے آباؤ اجداد کا پیشہ زراعت رہا ہے۔
- چوتھی علامت یہ ہے کہ وہ آل محمد کو تقویت دے گا۔ مرزا صاحب آل محمد سے مراد مسلمانوں کے متقی و پرہیز گار لوگ لیتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ انہوں نے متقی مسلمانوں کو تقویت دی۔
- پانچویں علامت اس شخص کی یہ ہے کہ وہ امیروں اور بادشاہوں اور باجمعیت اشخاص کی صورت میں ظاہر نہیں ہو گا بلکہ اس اعلی درجے کے کام کے لیے اپنی قوم کا محتاج ہو گا۔ مرزا صاحب کا کہنا یہ ہے کہ ان کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا۔

اس کے جواب میں مسلم علماء کا موقف یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا ہی درست نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں ابو الحسن اور ہلال بن عمرو نامی دو راوی موجود ہیں جن کے بارے میں محدثین کو علم نہیں ہو سکا ہے کہ وہ کون لوگ تھے، ان کے نظریات کیا تھے اور وہ کس حد تک قابل اعتماد تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حدیث میں واضح ہے کہ متعلقہ شخص ماوراء النہر کے علاقے سے نکلے گا۔ مرزا صاحب تو کبھی اس علاقے میں گئے ہی نہیں۔ ان کے آباؤ اجداد کا تعلق اس علاقے سے ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ماوراء النہر کے علاقے سے نکلے ہیں۔ اس طرح تو کوئی بھی شخص کسی بھی علاقے سے زبردستی اپنا تعلق جوڑ سکتا ہے۔

مرزا صاحب کے کشف و الہام

اوپر بیان کردہ تمام احادیث کی جو توضیح مرزا صاحب نے کی ہے، ان کی بنیاد ان کے اپنے کشف و الہام ہیں جو کہ ان کے نزدیک حجت قاطعہ ہیں۔ لکھتے ہیں:

اب ظاہر ہے کہ جس قدر ہم نے اپنے الہامی عقیدہ کی تائید میں دلائل عقلی و نقلی و شرعی لکھے ہیں، وہ ہمارے اثبات مدعا کے لیے کافی ہیں اور اگر اس جگہ ہم بطور فرض محال تسلیم بھی کر لیں کہ ہم بکلی شبہات پیش آمدہ کا تصفیہ نہیں کر سکے تو اس میں بھی ہمارا کچھ حرج نہیں کیونکہ الہام الٰہی اور کشف صحیح ہمارا موید ہے۔ اس لیے اسی قدر ہمارے لیے کافی ہے۔ ایک متدین عالم کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ الہام اور کشف کا نام سن کر چپ ہو جائے اور لمبی چون و چرا سے باز آجائے۔ اگر مخالف الرائے لوگوں کے ہاتھ میں بعض احادیث کی رو سے کچھ دلائل ہیں تو ہمارے پاس ایسے نقلی و شرعی دلائل ان سے کچھ تھوڑے نہیں۔ قرآن شریف ہمارے ساتھ ہے، ان کے ساتھ نہیں۔ صحیح بخاری کی حدیثیں ہماری موید ہیں، ان کی موید نہیں۔ علاوہ اس کے معقولی دلائل جو تجارب فلسفہ وطبعیہ سے لیے گئے ہیں، وہ سب ہمارے پاس ہیں، ان کے پاس ایک بھی نہیں اور ان تمام امور کے بعد الہام ربانی و کشف آسمانی ہمارے بیان کا شاہد ہے اور ان کے پاس اس اسرار پر کوئی ایسا شاہد نہیں۔

اس جگہ ہم اس بات کا لکھنا بے محل نہیں سمجھتے کہ الہام اور کشف کی حجت اور دلیل ہونے کے قائل اگرچہ بعض خشک متکلمین اور اصولی نہ ہوں لیکن ایسے تمام محدث اور صوفی جو معرفت کامل اور تفقہ تام کے رنگ سے رنگین ہوئے ہیں، بذوق تمام قائل ہیں۔۔۔

امام [عبدالوہاب شعرانی] اپنی کتاب میزان کے صفحہ 13 میں فرماتے ہیں کہ صاحب کشف مقام یقین میں مجتہدین کے مساوی ہوتا ہے اور کبھی بعض مجتہدین سے بڑھ جاتا ہے کیونکہ وہ اسی چشمہ سے چلو بھرتا ہے جس سے شریعت نکلتی ہے۔

اور پھر امام صاحب اس جگہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ صاحب کشف ان علوم کا محتاج نہیں جو مجتہدوں کے حق میں ان کی صحت اجتہاد کے لیے شرط ٹھہرائے گئے ہیں اور صاحب کشف کا قول بعض علماء کے نزدیک آیت اور حدیث کے مانند ہے۔

پھر صفحہ 33 میں فرماتے ہیں کہ بعض حدیثیں محدثین کے نزدیک محل کلام ہوتی ہیں مگر اہل کشف کو ان کی صحت پر مطلع کر دیا جاتا ہے۔۔۔۔

شیخ محی الدین ابن عربی نے جو فتوحات میں اس بارے میں لکھا ہے، اس میں سے بطور خلاصہ یہ مضمون ہے کہ اہل ولایت بذریعہ کشف آنحضرت صلعم [صلی اللہ علیہ وسلم] سے احکام پوچھتے ہیں اور ان میں سے جب کسی کو کسی واقعہ میں حدیث کی حاجت پڑتی ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نازل ہوتے ہیں اور آنحضرت جبرائیل سے وہ مسئلہ جس کی ولی کو حاجت ہوتی ہے، پوچھ کر اس ولی کو بتا دیتے ہیں۔ یعنی ظلی طور پر وہ مسئلہ بہ نزول جبرائیل منکشف ہو جاتا ہے۔ پھر شیخ ابن عربی نے فرمایا کہ ہم اس طریق سے آنحضرات صلعم [صلی اللہ علیہ وسلم] سے احادیث کی تصحیح کرا لیتے ہیں۔ بہتیری حدیثیں ایسی ہیں جو محدثین کے نزدیک صحیح ہیں اور ہمارے نزدیک صحیح نہیں اور بہتیری حدیثیں موضوع ہیں اور آنحضرت کے قول سے بذریعہ کشف صحیح ہو جاتی ہیں۔ تم کلام۔[9]

مرزا صاحب کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ اپنے نقطہ نظر کے حق میں وہ قرآن و حدیث کے علاوہ کشف و الہام کو پیش کرتے ہیں اور صوفیاء کے نزدیک کشف قرآن و حدیث کی طرح ہے

مسلمان اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اگر کشف و الہام کو حقانیت کی بنیاد مان لیا جائے تو پھر کوئی بھی شخص کسی بھی بات کا دعویٰ کر سکتا

ہے۔ کشف ہر شخص کا ذاتی تجربہ ہوتا ہے جس کی تصدیق کرنا دوسرے کے لیے ممکن نہیں ہوتا۔ ایک شخص نے کشف میں جو کچھ دیکھا ہے، ممکن ہے کہ دوسرا اس سے مختلف چیز دیکھے۔ جدید نفسیاتی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ کشف میں انسان وہی کچھ دیکھتا ہے جس کا کچھ نہ کچھ تصور اس کے ذہن میں پہلے سے موجود ہو۔ مثال کے طور پر اب سے پانچ سو سال پہلے کے کسی بزرگ کے بیان کردہ کشفی تجربات کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں کسی ایسی چیز جیسے ہوائی جہاز، کار، کمپیوٹر، انٹرنیٹ وغیرہ کا ذکر نہیں ملتا ہے جو دور جدید میں ایجاد ہوئی۔ اس وجہ سے کشف کوئی قطعی ذریعہ علم نہیں ہے۔

مرزا صاحب سے پہلے جن افراد نے نبوت کا دعوی کیا اور جنہیں مرزا صاحب بھی جھوٹا نبی مانتے ہیں جیسے مسیلمہ کذاب، سجاح، اسود عنسی وغیرہم تو انہوں نے بھی کشف و الہام کی بنیاد پر ہی نبوت کا دعوی کیا تھا۔ اب اگر ہر شخص کے ہر کشف کو ماننا لازم ہو تو ان لوگوں کے دعوی نبوت کو بھی درست ماننا پڑے گا۔ اس کے بعد نہ کوئی شریعت باقی رہ جائے گی اور نہ ہی قرآن و سنت کی کوئی ضرورت باقی رہے گی۔ لوگ کشف کی بنیاد پر آیات قرآنی کے نت نئے مفہوم اخذ کریں گے اور صحیح احادیث کو ضعیف اور موضوع و جعلی روایات کو صحیح احادیث قرار دیں گے۔ ظاہر ہے کہ جب براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرائیل علیہ السلام سے باتیں دریافت کی جا رہی ہوں تو پھر قرآن و حدیث کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ امت کی تاریخ میں ایسے بہت سے لوگ ہوئے ہیں جنہوں نے ایسا ہی کیا ہے اور ان کے دعاوی کی بنیاد کشف و الہام ہی تھی۔

جہاں تک علامہ شعرانی اور ابن عربی کی عبارات کا تعلق ہے تو اس سے متعلق مسلمانوں کا نقطہ نظر ہم واضح کر چکے ہیں۔ خاص کر ابن عربی کے نظریات کو تو علماء کی ایک بہت بڑی تعداد کفر قرار دیتی ہے۔ جو لوگ ان کے عقیدت مند ہیں، وہ ان عبارتوں کی نسبت ابن عربی سے درست نہیں سمجھتے بلکہ انہیں "الحاقی" قرار دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی کتابوں میں بعد میں کسی شخص نے اپنی طرف سے اضافے کر دیے ہیں۔

مرزا صاحب کی پیش گوئیاں

احمدی حضرات مرزا صاحب کی بعض پیش گوئیوں کا ذکر کرتے ہیں جو ان کی تواریخ کے مطابق پوری ہوئیں۔ مسلمانوں کی مرتب کردہ تواریخ کا مطالعہ کیا جائے تو اس سے بالکل ہی متضاد تصویر سامنے آتی ہے کہ بہت سی پیش گوئیاں پوری نہیں ہوئیں۔ چونکہ مرزا صاحب اور وہ تمام حضرات جن کا ان پیش گوئیوں میں ذکر ہے، اب سے لگ بھگ سو برس پہلے فوت ہو چکے ہیں، اس وجہ سے غیر جانبدارانہ طریقے پر ان پیش گوئیوں کی تصدیق کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے۔

مسلمانوں کا یہ نقطہ نظر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اگر کوئی شخص نبوت کا دعوی کرے تو اس سے کوئی نشانی طلب نہیں کی جائے گی کیونکہ اس کا دعوی صراحتاً قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ اگر وہ مدعی نبوت قرآن و حدیث سے کوئی استدلال پیش کرتا ہے تو اس کا جواب تو دیا جائے گا مگر اس کے دعوی کی دلیل میں کسی معجزے وغیرہ کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تو

ایسے شخص سے معجزہ طلب کرنے ہی کو کفر قرار دیتے ہیں۔ چونکہ اس موضوع پر احمدیوں اور مسلمانوں کے نقطہ نظر میں کوئی متفق علیہ بنیاد نہیں ہے، اس وجہ سے اس بحث کی تفصیل میں جانے کا کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ جن حضرات کو اس موضوع میں دلچسپی ہے، وہ مسلمانوں کے نقطہ نظر کا مطالعہ مولانا ابو الحسن علی ندوی کی کتاب "قادیانت: مطالعہ و جائزہ"، مولانا شاہ عالم گورکھپوری صاحب کی کتاب "محمدیہ پاکٹ بک" اور احمدیوں کے نقطہ نظر کا مطالعہ ملک عبدالرحمن خادم صاحب کی "احمدیہ پاکٹ بک" میں کر سکتے ہیں۔

مرزا صاحب کی شخصیت سے متعلق اعتراضات

بہت سے مسلمان مرزا صاحب کی ذاتیات سے متعلق اعتراض پیش کرتے ہیں اور احمدی حضرات ان کا جواب دیتے ہیں۔ اس کتاب کا اسلوب ان ذاتی مسائل کے بیان کا متحمل نہیں ہو سکتا ہے۔ جو حضرات اس معاملے میں مزید مطالعہ کرنا چاہیں وہ مسلمانوں کے اعتراضات کا مطالعہ مولانا ابو الحسن علی ندوی کی کتاب "قادیانت: مطالعہ و جائزہ"، مولانا شاہ عالم گورکھپوری کی کتاب "محمدیہ پاکٹ بک" اور احمدیوں کے نقطہ نظر کا مطالعہ ملک عبدالرحمن خادم کی "احمدیہ پاکٹ بک" میں کر سکتے ہیں۔

اسائنمنٹس

- حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی دوبارہ آمد سے متعلق احادیث کا مطالعہ کیجیے اور ان میں دی گئی نشانیوں کی ایک فہرست تیار کیجیے۔ ان میں سے کس نشانی کا انطباق مرزا صاحب پر کیا جا سکتا ہے؟
- مرزا صاحب نے اپنے دعاوی کی تائید میں کیا دلائل پیش کیے ہیں؟ ان کی ایک فہرست تیار کیجیے۔
- مرزا صاحب کے دلائل کا مسلمانوں نے کیا جواب دیا ہے؟

تعمیر شخصیت

اپنے ہر کام کو صاف اور فیئر بنائیے۔ کبھی دوسروں کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیجیے جو آپ اپنے ساتھ پسند نہ کرتے ہوں۔

---

[1] مرزا غلام احمد قادیانی۔ ازالہ اوہام۔ ص2-3۔(www.aaiil.org (acc. 11 Apr 2011

[2] حوالہ بالا۔

[3] حوالہ بالا۔ ص80

[4] ملک عبدالرحمن خادم۔ احمدیہ پاکٹ بک۔ ص671۔

[5] حوالہ بالا۔ ص667۔

[6] مرزا قادیانی۔ ازالہ اوہام۔ ص27-30۔

[7] دوست محمد شاہد۔ تاریخ احمدیت۔ جلد2۔ ص113۔

[8] مفتی محمد شفیع۔ ختم نبوت۔ ص396-397

[9] مرزا قادیانی۔ ازالہ اوہام۔ ص58-60

باب 7: احمدیوں کے ذیلی فرقے اور ان کی تکفیر

اس باب میں ہم احمدیت سے متعلق دو اہم مباحث کا مطالعہ کریں گے۔ ایک کا تعلق احمدی حضرات کے دو گروہوں قادیانی اور لاہوری جماعت سے ہے اور دوسرا مسئلہ احمدیوں کی تکفیر سے متعلق ہے۔

قادیانی اور لاہوری احمدی

احمدی حضرات مرزا صاحب کی وفات کے بعد چھ سال تک ایک ہی جماعت کی صورت میں متحد ہوئے۔ جب 1914 میں ان کے خلیفہ اول حکیم نور الدین صاحب فوت ہوئے تو ان کی جماعت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ مین اسٹریم احمدی "قادیانی" کہلائے جبکہ اس سے علیحدہ ہونے والی جماعت کا نام "جماعت احمدیہ لاہور" رکھا گیا جس کے لیڈر مولانا محمد علی صاحب (1874-1951) تھے جو کہ مرزا صاحب کے قریبی ساتھی رہ چکے تھے۔ دونوں جماعتوں کے ہاں بنیادی اختلافات یہ تھے:

- مسئلہ ختم نبوت اور مرزا صاحب کی نبوت
- مسلمانوں کی تکفیر کا مسئلہ
- مرزا صاحب کی خلافت

اب ہم ان مسائل پر تفصیل سے بحث کرتے ہیں۔ دونوں گروہ اپنے اپنے نقطہ نظر کے حق میں مرزا صاحب کی تحریریں پیش کرتے ہیں مگر اس قدر تفصیل میں جانا اس کتاب کے اسکوپ سے باہر ہے۔ یہاں ہم صرف دونوں گروہوں کا موقف پیش کریں گے۔

مسئلہ ختم نبوت اور مرزا صاحب کی نبوت

لاہوری اور قادیانی احمدیوں میں بنیادی اختلاف مسئلہ ختم نبوت پر ہے۔ لاہوری حضرات کے نزدیک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ان کے نزدیک مرزا صاحب نبی نہیں تھے بلکہ ایک مصلح اور مجدد تھے۔ اس کے برعکس قادیانی حضرات کا نقطہ نظر وہی ہے جس کا مطالعہ ہم پچھلے ابواب میں کر چکے ہیں کہ نبوت ابھی ختم نہیں ہوئی اور مرزا صاحب نبی ہیں۔ احمدیوں کے دونوں گروہ اس بات پر متفق ہیں کہ احادیث میں جو حضرت عیسی بن مریم علیہ الصلوۃ والسلام کی آمد کا ذکر ہے، اس سے مراد مرزا صاحب ہیں۔ اس کے لیے دونوں گروہ ہی احمدیوں کی مخصوص اصطلاح "مسیح موعود" استعمال کرتے ہیں۔ مولانا محمد علی صاحب اپنی بہت سی کتابوں کے آغاز میں اپنے عقائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

1. ہماری جماعت تمام ان عقائد و احکامات پر ایمان رکھتی ہے جو قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں درج ہیں اور ہم تمام ان امور کو اپنا دین

سمجھتے ہیں جن پر سلف صالحہ کا اتفاق ہے اور جن پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔ ہم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دلی ایمان سے آخر الانبیاء یقین کرتے ہیں۔

2. حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

3. حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جبرائیل کسی پر وحی نبوت لے کر نازل نہیں ہو سکتا۔

4. اگر جبرائیل وحی نبوت کا صرف ایک فقرہ ہی لے کر کسی شخص پر اترے تو قرآن کریم کا وہ دعوی جو الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ میں کیا گیا ہے، نعوذ باللہ باطل ہو جاتا ہے اور ختم نبوت کی مہر ٹوٹ جاتی ہے۔

5. حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ وحی نبوت منقطع ہے لیکن ولایت کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے کھلا ہے تاکہ امت کے ایمان و اخلاق کی آبیاری ہوتی رہے۔

6. اس امت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق صرف اولیاء کرام اور مجددین اور محدثین آسکتے ہیں، نبی نہیں آ سکتے۔

7. اس امت کے مجددین میں سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب چودھویں صدی کے کے مجدد ہیں اور آئندہ بھی حدیث کی پیشگوئی کے مطابق مجدد پیدا ہوتے رہیں گے۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مرزا صاحب نبی نہیں صرف مجددیت کے منصب پر فائز ہیں۔

8. حضرت میرزا صاحب کا ماننا بنیاد دین میں سے نہیں نہ جزو ایمانیات ہے، اس لیے ان کو نہ ماننے سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔

9. ایک مسلمان جب تک کلمہ طیبہ کا قائل ہے، اس کو کسی صورت میں کافر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ وہ مجرم ہو سکتا ہے لیکن کسی جرم معصیت کی بناء پر اس کو کافر کہہ کر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔

10. ہم حضرت مرزا صاحب کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم و غلام سمجھتے ہیں۔[1]

لاہوری احمدی حضرات کا موقف یہ ہے کہ مرزا صاحب کی تحریروں میں جہاں جہاں انہوں نے اپنے لیے "نبی" کا لفظ استعمال کیا ہے، اس سے مراد اصطلاحی نبی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد محدَّث (Oracle) ہے۔ اس کا مطلب ہے ایسا شخص جسے غیبی امور میں بذریعہ کشف راہنمائی مل جاتی ہو۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ مرزا صاحب نے نبی کا لفظ محض استعارہ (Allegory) کے طور پر استعمال کیا تھا جس کا معنی ہے "خبر دینے والا"۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ قادیانی حضرات نے اس لفظ کو اصل معنی یعنی اصطلاحی نبی کے معنی میں لے کر اسلام اور مرزا صاحب کی تعلیمات سے انحراف کیا ہے۔

مسئلہ تکفیر

قادیانی حضرات اس بنیاد پر تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں کہ انہوں نے مرزا صاحب کی نبوت کو ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ اس کے برعکس لاہوری حضرات مسلمانوں کی تکفیر نہیں کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اہل قبلہ کو کافر قرار دینا ایک سخت جرم ہے۔ اسی مسئلہ

پر اختلاف رائے کے نتیجے میں مولانا محمد علی اپنے ساتھیوں کو لے کر 1914 میں قادیانی جماعت سے الگ ہو گئے تھے۔ لکھتے ہیں:

> 1914 میں ہم نے قادیان سے الگ ہو کر لاہور میں "احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور" کی بنیاد رکھی۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ہم خلیفہ قادیان کے اس عقیدہ کو کہ تمام غیر احمدی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، صحیح نہ سمجھتے تھے۔ یہ عقیدہ بانی سلسلہ کی اپنی کھلی تعلیم اور عمل کے بھی خلاف تھا اور قرآن و حدیث کی صراحت کے بھی خلاف تھا۔ حضرت مولانا نور الدین مرحوم [خلیفہ اول] کی بیماری کے آخری ایام میں یہ مسئلہ اس قدر جماعت میں اختلاف کا موضوع بن چکا تھا کہ موجودہ خلیفہ صاحب قادیان [مرزا بشیر الدین محمود] نے دسمبر 1913 کے سالانہ جلسہ میں قادیان کی جامع مسجد میں ایک الگ مجمع بلا کر یہ اعلان کیا کہ اگر ان کی گردن کی دونوں طرف بھی تلوار رکھ دی جائے تو وہ غیر احمدیوں کو کافر کہنے سے نہ رکیں گے۔[2]

مسئلہ خلافت

قادیانی حضرات مرزا صاحب کی خلافت کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک اب تک مرزا صاحب کے پانچ خلفاء ہو چکے ہیں۔ خلیفہ ان کے نزدیک واجب الاطاعت ہوتا ہے اور قادیانی حضرات کی عقیدت و توجہ کا مرکز ہوتا ہے۔ ان کا دعوی یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے بعد خلفاء کی صورت میں ایک نظام جاری کیا تھا۔

اس کے برعکس لاہوری حضرات صرف پہلے خلیفہ حکیم نور الدین صاحب کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان کا موقف یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے جماعت کے امور ایک انجمن کے سپرد کیے تھے اور مرزا محمود احمد (قادیانیوں کے خلیفہ ثانی) نے اختیارات کو خلیفہ کی ذات میں مرتکز کر کے مرزا صاحب کی تعلیمات سے انحراف کیا تھا۔ دونوں گروہ اپنے اپنے نقطہ نظر کے حق میں مرزا صاحب کی تحریریں اور واقعات پیش کرتے ہیں۔ اس اختلاف کی تفصیل ڈاکٹر الہہ بخش صاحب کی کتاب "جماعت احمدیہ میں تفرقہ کے اصل اسباب" میں دیکھی جا سکتی ہے۔

احمدیوں کی تکفیر

اس مسئلے کا تعلق مسلمانوں سے ہے۔ مسلمانوں میں بہت سے جدید تعلیم یافتہ لوگ ایسے ہیں جن کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ احمدیوں کے بارے میں اہل مذہب کی جانب سے اتنی شدت کا رویہ کیوں اختیار کیا گیا ہے۔ جب ان کا احمدیوں سے واسطہ پڑتا ہے تو وہ دیکھتے ہیں کہ نماز، روزہ، حجاب اور دیگر احکامات پر احمدی بڑی سختی سے عمل پیرا ہیں اور دعوت و تبلیغ کا کام بڑے جذبے سے کر رہے ہیں اور اس ضمن میں مالی قربانیوں سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اس پر وہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ان حضرات کو علماء اور مسلم حکومتوں نے کافر قرار کیوں دیا ہے؟ یہ سوال بھی ان کے ذہن میں آتا ہے کہ مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کے لوگ بھی ایک دوسرے کو کافر قرار دے لیتے ہیں تو ان کے معاملے میں ایسا رویہ اختیار نہیں کیا جاتا، پھر احمدیوں کے ساتھ ہی یہ معاملہ کیوں کیا جاتا ہے؟ بعض لوگ اسے علماء کی فرقہ وارانہ تنگ نظری قرار دے دیتے ہیں اور بعض ان سے اتفاق رائے کر لیتے ہیں۔ اب ہم ان مسائل کو الگ الگ کر کے

دیکھتے ہیں:

سچی یا جھوٹی نبوت علیحدہ امت کو جنم دیتی ہے

یہ مسئلہ مختلف ادوار میں اٹھتا رہا ہے تاہم جدید تعلیم یافتہ طبقے کی جانب سے یہ مسئلہ پوری شدت کے ساتھ ابھر کر 1930 کی دہائی میں سامنے آیا۔ اس زمانے میں نہ صرف جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں بلکہ ہندو اور انگریز غیر مسلموں کی جانب سے بھی یہی سوال اٹھایا گیا۔ اس وقت اس طبقے میں علامہ محمد اقبال (1938-1877) بہت مقبول تھے۔ انہوں نے اس موضوع پر ایک مضمون لکھا تا کہ اس سوال کا جواب دیا جا سکے۔ انہوں نے مذہبی دلائل کو نظر انداز کرتے ہوئے خالصتاً تاریخی اور عقلی اعتبار سے اس مسئلے پر اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔ مناسب ہو گا کہ ہم یہاں ان کے انگریزی مضمون کے اہم حصوں کا ترجمہ نقل کر دیں تا کہ قارئین کے سامنے ان کا نقطہ نظر پوری طرح سامنے آ جائے۔ یہ ترجمہ لفظی نہیں ہے بلکہ ترجمانی کی نوعیت کا ہے کیونکہ انگریزی کے اسالیب کو اردو میں لفظی طور پر منتقل کیا جائے تو ان کی روح ہی تباہ ہو کر رہ جاتی ہے۔

قادیانیوں اور عام مسلمانوں کے درمیان اختلاف کے نتیجے میں جو مسئلہ پیدا ہوا ہے، وہ انتہائی اہم ہے۔ مسلمانوں نے کچھ عرصہ پہلے ہی اس مسئلے کی اہمیت کا ادراک کیا ہے۔ میں انگریزوں کو مخاطب کر کے ایک کھلا خط لکھنا چاہتا تھا جس میں اس مسئلے کے سیاسی اور سماجی نتائج کی وضاحت کرتا مگر بدقسمتی سے میری صحت نے مجھے اس کی اجازت نہیں دی۔ بہر حال میں اس مسئلے پر چند الفاظ لکھنے میں خوشی محسوس کر رہا ہوں جو کہ میرے خیال میں ہندوستانی مسلمانوں کی اجتماعی زندگی پر غیر معمولی اثرات مرتب کرے گا۔ میں شروع سے ہی یہ وضاحت کرنا چاہ رہا ہوں کہ میں مذہبی دلائل میں پڑنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا اور نہ ہی قادیانی تحریک کے بانی کے ذہن کا نفسیاتی تجزیہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس تحریر کے قارئین کو مذہبی دلائل سے دلچسپی نہ ہو گی اور نفسیاتی تجزیہ کا ابھی ہندوستان میں وقت نہیں آیا۔ میرا نقطہ نظر عام تاریخ اور مذاہب کے تقابلی مطالعہ کے ایک طالب علم کا نقطہ نظر ہے۔

ہندوستان بہت سی مذہبی قوموں کی سرزمین ہے اور مسلمان ایک ایسی مذہبی قوم ہیں جن کا معاملہ ان قوموں کی نسبت بہت گہرا ہے جن کی بنیاد جزوی طور پر مذہب اور جزوی طور پر نسل پر ہے۔ اسلام نسل پرستی کو کلی طور پر مسترد کرتا ہے اور اپنی بنیاد صرف مذہب پر بناتا ہے۔ یہ وہ بنیاد ہے جو مکمل طور پر روحانی ہے اور خونی رشتے سے کہیں زیادہ گہری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم معاشرہ ان قوتوں کے بارے میں بہت حساس ہے جو اس کی سالمیت کے لیے خطرہ بنیں۔ کوئی بھی ایسا مذہبی فرقہ، جو تاریخی اعتبار سے اسلام سے تعلق رکھتا ہو اور ایک نئی نبوت کا دعوی کرے اور ان تمام مسلمانوں کو جو اس دعوی نبوت کا اقرار نہ کریں کافر قرار دے دے، کو یقینی طور پر اسلام کی سالمیت کے لیے خطرہ قرار دیا جانا چاہیے۔ یہ بات اس وجہ سے اہم ہے کہ مسلم معاشرہ کی سالمیت کا انحصار ہی ختم نبوت کے عقیدہ پر ہے۔

ختم نبوت کا عقیدہ انسانیت کی ثقافتی تاریخ میں سب سے اہم عقیدہ ہے۔ اس کی حقیقت کو وہی سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے اسلام سے پہلے مغربی اور وسطی ایشیا میں مجوسی کلچر کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہو۔ جدید تحقیق کے مطابق، مجوسی کلچر میں زرتشتی مذہب، یہودیت، عیسائیت، کلدانیت اور صابئی مذاہب کا مجموعہ تھا۔ ان قوموں میں نبوت کے جاری رہنے کا عقیدہ ایک لازمی امر تھا۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مجوسی کلچر سے تعلق رکھنے والے لوگ اس امید میں رہا کرتے تھے [کہ کوئی نبی آنے والا ہے۔] جدید انسان اس امید سے آزاد ہو چکا ہے۔ مجوسی کلچر کے اس رویے کا نتیجہ یہ نکلتا تھا

کہ پرانے فرقے ختم ہوتے رہتے اور مستقل طور پر مذہبی ایڈونچر کی بنیاد پر نت نئے فرقے بنتے رہتے۔

اسلام کے دور جدید میں، جدید پریس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جاہل اور پرجوش ملا ازم نے اس قبل از اسلام مجوسی نظریے کو بیسویں صدی میں زندہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ واضح ہے کہ اسلام جو کہ دنیا کی مختلف کمیونیٹیز کو ایک عالمی امت کی صورت میں یکجا کرنے کا دعوی کرتا ہے، ایسی کسی تحریک کے ساتھ دوستی کا رویہ اختیار نہیں کر سکتا ہے جو اس کی سالمیت کے لیے خطرہ ہوں اور انسانی معاشرے میں مزید تقسیم کا باعث بنیں۔

قبل از اسلام کی مجوسیت کے جدید احیاء کی دو شکلوں [احمدی اور بہائی مذاہب] میں سے میرے نزدیک بہائی مذہب قادیانیت کی نسبت زیادہ دیانتدار ہے کیونکہ اس نے کھلے عام اسلام سے علیحدگی اختیار کر لی ہے جبکہ قادیانیت نے اسلام کے نہایت ہی اہم ظاہری احکام کو برقرار رکھتے ہوئے اندر سے ایسے نظریات اختیار کر لیے ہیں جو اسلام کی روح اور مقاصد کے مکمل طور پر خلاف ہے۔

ان کے نزدیک خدا کا یہ تصور کہ وہ اپنے مخالفین کو مسلسل زلزلوں اور طاعون کے ذریعے تباہ کرتا ہے [مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کی طرف اشارہ ہے؛] ان کا یہ تصور کہ نبی، پیش گوئی کرنے والے کے ہم معنی ہے؛ ان کا یہ تصور کہ مسیح آتے رہیں گے؛ اپنی نوعیت کے اعتبار سے مکمل طور پر یہودی تصورات ہیں اور اسے ہم آسانی سے قدیم یہودیت کی طرف واپسی کہہ سکتے ہیں۔

پروفیسر ببر نے پولینڈ میں مسیح موعود کا دعوی کرنے والے بال شیم کی جو تفصیل دی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نظریہ یہ تھا کہ "مسیح کی روح زمین پر مختلف انبیاء کی صورت میں ظاہر ہوئی اور اب تک مقدس ہستیوں کی صورت میں ظاہر ہوتی رہی ہے جو کہ صادق کہلاتے ہیں۔" مسلم ایران میں قبل از اسلام مجوسی تصورات کے زیر اثر نئے الفاظ بروز، حلول اور ظل ایجاد کیے گئے تاکہ اس ہمیشہ جاری رہنے والی نبوت کے تصور کے لیے بنیاد فراہم کی جا سکے۔ اسی مجوسی تصور کو بیان کرنے کے لیے نئے الفاظ ایجاد کرنا ضروری تھا تاکہ مسلمانوں کی حساسیت کو جھٹکا نہ لگے۔ لفظ "مسیح موعود" مسلمانوں کے مذہبی علمی کام کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ یہ ایسا تصور ہے جس کی جڑیں قبل از اسلام مجوسیت کے اندر موجود ہیں۔ قدیم دور کے اسلامی اور تاریخی لٹریچر میں ہمیں یہ لفظ کہیں نہیں ملتا ہے۔۔۔۔

ہندوستانی مسلمانوں نے قادیانی تحریک کے خلاف مزاحمت میں جس شدت اور جوش کا مظاہرہ کیا ہے، وہ جدید سوشیالوجی کے ایک طالب علم کے لیے آسانی سے قابل فہم ہے۔[3]

بعد میں 1953 اور 1974 کی تحریک ختم نبوت میں یہ مسئلہ مزید ابھر کر سامنے آیا کہ احمدیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ اقلیت قرار کیوں دیا جائے؟ اس مسئلے پر سید ابو الاعلی مودودی نے تفصیل سے اپنی کتاب "قادیانی مسئلہ" میں گفتگو کی ہے۔ انہوں نے یہ استدلال پیش کیا کہ احمدی حضرات نے "ختم نبوت" کی بالکل الگ تشریح کی ہے، جو کہ مسلمانوں کے اجماع کے بالکل خلاف ہے اور اس نئی توجیہ کے ساتھ مرزا غلام احمد صاحب کو نبی قرار دیا ہے۔ احمدی حضرات تمام مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے، انہیں اپنی بیٹی رشتے میں دینے کو حرام سمجھتے ہیں اور ان کی نماز جنازہ پڑھنے کو بھی جائز نہیں سمجھتے۔ مشہور ہے کہ احمدی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان نے بانی پاکستان محمد علی جناح کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی۔ سید مودودی لکھتے ہیں:

یہ قطع تعلق صرف تحریر و تقریر ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ پاکستان کے لاکھوں آدمی اس بات کے شاہد ہیں کہ قادیانی عملاً بھی مسلمانوں سے کٹ کر ایک الگ امت بن چکے ہیں۔ نہ وہ ان کے ساتھ نماز کے شریک، نہ جنازے کے، نہ شادی بیاہ کے۔ اب اس کے بعد آخر کون سی معقول وجہ رہ

جاتی ہے کہ ان کو اور مسلمانوں کو زبردستی ایک امت میں باندھ رکھا جائے؟ جو علیحدگی نظریے اور عمل میں فی الواقع رونما ہو چکی ہے اور پچاس برس سے قائم ہے، آخر اب اسے آئینی طور پر کیوں نہ تسلیم کر لیا جائے؟

حقیقت یہ ہے کہ قادیانی تحریک نے ختم نبوت کی ان حکمتوں اور مصلحتوں کو اب تجربے سے ثابت کر دیا ہے جنہیں پہلے محض نظری حیثیت سے سمجھنا لوگوں کے لیے مشکل تھا۔ پہلے ایک شخص یہ سوال کر سکتا تھا کہ آخر کیوں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد دنیا سے ہمیشہ کے لیے انبیاء کی بعثت کا سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ لیکن اب اس قادیانی تجربے نے عملاً یہ ثابت کر دیا کہ امت مسلمہ کی وحدت اور استحکام کے لیے ایک نبی کی متابعت پر تمام کلمہ گویان توحید کو مجتمع کر دینا اللہ تعالی کی کتنی بڑی رحمت ہے اور نئی نئی نبوتوں کے دعوے کس طرح ایک امت کو پھاڑ کر اس کے اندر مزید امتیں بنانے اور اس کے اجزاء کو پارہ پارہ کر دینے کے موجب ہوتے ہیں۔ [4]

مسلمانوں میں باہمی تکفیر کا مسئلہ اور احمدی

یہ سوال بھی پیش کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے مختلف فرقے بھی ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں تو پھر احمدیوں ہی کو کافر قرار کیوں دیا جائے؟ اس کے جواب میں مسلم علماء کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے دیگر فرقوں کا معاملہ یہ نہیں ہے کہ وہ بالاتفاق ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہوں۔ ہر فرقے میں بعض ایسے افراد ہیں جو دوسرے فرقے والوں کو کافر سمجھتے ہیں مگر ایسا نہیں ہے کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں کے تمام افراد نے کسی گروہ کے کفر سے متعلق اتفاق رائے کر لیا ہے۔ ہر فرقے کے لوگوں کی اکثریت دوسرے فرقے کے لوگوں کو مسلمان ہی سمجھتی ہے۔ صرف چند انتہا پسند ہوتے ہیں جو دوسرے فرقوں کے لوگوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ احمدیوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے اور مسلمانوں کے تمام گروہ ان کے کفر پر متفق ہیں کیونکہ نئی نبوت کو ماننے کے نتیجے میں نئی امت ہی پیدا ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح احمدی بھی تمام غیر احمدیوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ مودودی صاحب لکھتے ہیں:

> مسلمانوں کے جن گروہوں کی باہمی تکفیر بازی کو آج حجت بنایا جا رہا ہے، ان کے سربرآوردہ علماء ابھی ابھی [1953 میں] کراچی میں سب کے سامنے جمع ہوئے تھے اور انہوں نے بالاتفاق اسلامی حکومت کے اصول مرتب کیے تھے [جو کہ بائیس نکات کی صورت میں مشہور ہوئے۔] ظاہر ہے کہ انہوں نے ایک دوسرے کو مسلمان سمجھتے ہوئے ہی یہ کام کیا۔ اس سے بڑھ کر اس بات کا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایک دوسرے کے بعض عقائد کو کافرانہ عقائد کہنے اور سمجھنے کے باوجود ایک دوسرے کو خارج از دائرہ اسلام نہ کہتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں؟ لہذا یہ اندیشہ بالکل فرضی ہے کہ قادیانیوں کو الگ کرنے کے بعد مختلف گروہوں کو امت سے کاٹ پھینکنے کا ایک سلسلہ چل پڑے گا۔
>
> ثالثاً، قادیانیوں کی تکفیر کا معاملہ دوسرے گروہوں کی باہمی تکفیر بازی سے بالکل مختلف نوعیت رکھتا ہے۔ قادیانی ایک نئی نبوت لے کر اٹھے ہیں جو لازماً ان تمام لوگوں کو ایک امت بناتی ہے جو اس نبوت پر ایمان لے آئیں اور ان تمام لوگوں کو کافر بنا دیتی ہے جو اس پر ایمان نہ لائیں۔ اسی بنا پر قادیانی تمام مسلمانوں کی تکفیر پر متفق ہیں اور تمام مسلمان ان کی تکفیر پر متفق۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک بہت بڑا بنیادی اختلاف ہے جس کو مسلمانوں کے باہمی فروعی اختلافات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ [5]

احمدیوں کی تکفیر سے متعلق یہ سوال بھی اٹھایا گیا کہ ان کے علاوہ بھی تو بہت سے ایسے گروہ موجود ہیں جو اسلام کے بنیادی عقائد سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ذکری فرقہ، بخشی گروہ، دروز فرقہ وغیرہ کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔، پھر تکفیر کی یہ مہم احمدیوں سے ہی

متعلق کیوں ہے ؟ اس کے جواب میں مولانا لکھتے ہیں:

بلاشبہ مسلمانوں میں قادیانیوں کے علاوہ بعض اور گروہ بھی ایسے موجود ہیں جو اسلام کی بنیادی حقیقتوں میں مسلمانوں سے اختلاف رکھتے ہیں اور مذہبی معاشرتی تعلقات منقطع کر کے اپنی جداگانہ تنظیم کر چکے ہیں لیکن چند وجوہ ایسے ہیں جن کی بناء پر ان کا معاملہ قادیانیوں سے بالکل مختلف ہے۔

وہ مسلمانوں سے کٹ کر بس الگ تھلگ ہو بیٹھے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے چند چھوٹی چھوٹی چٹانیں ہوں جو سرحد پر پڑی ہوئی ہوں۔ اس لیے ان کے وجود پر صبر کیا جاسکتا ہے لیکن قادیانی مسلمانوں کے اندر مسلمان بن کر گھستے ہیں، اسلام کے نام سے اپنے مسلک کی اشاعت کرتے ہیں، مناظرہ بازی اور جارحانہ تبلیغ کرتے پھرتے ہیں اور مسلم معاشرے کے اجزاء کو توڑ توڑ کر اپنے جداگانہ معاشرے میں شامل کرنے کی مسلسل کوشش کر رہے ہیں۔ ان کی بدولت مسلم معاشرے میں اختلال و انتشار کا ایک مستقل فتنہ برپا ہے جس کی وجہ سے ان کے معاملے میں ہمارے لیے وہ صبر ممکن نہیں ہے جو دوسرے گروہوں کے معاملے میں کیا جاسکتا ہے۔

ان گروہوں کا مسئلہ ہمارے لیے صرف ایک دینیاتی مسئلہ ہے کہ آیا اپنے مخصوص عقائد کی بنا پر وہ اسلام کے پیرو سمجھے جاسکتے ہیں یا نہیں۔ اگر بالفرض وہ اسلام کے پیرو نہ بھی مانے جائیں تو جس جمود کی حالت میں وہ ہیں، اس کی وجہ سے ان کا مسلمانوں میں شامل رہنا ہمارے لیے نہ خطرہ ایمان ہے اور نہ کوئی معاشرتی، معاشی یا سیاسی مسئلہ ہی پیدا کرتا ہے۔ لیکن مسلمانوں میں قادیانی مسلک کی مسلسل تبلیغ ایک طرف لاکھوں ناواقف دین مسلمانوں کے لیے ایمان کا خطرہ بنی ہوئی ہے اور دوسری طرف جس خاندان میں بھی ان کی یہ تبلیغ کارگر ہو جاتی ہے، وہاں فوراً ایک معاشرتی مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کہیں شوہر اور بیوی میں جدائی پڑ رہی ہے، کہیں باپ اور بیٹے ایک دوسرے سے کٹ رہے ہیں اور کہیں بھائی اور بھائی کے درمیان شادی و غم کی شرکت تک کے تعلقات منقطع ہو رہے ہیں، اور اس پر مزید یہ کہ قادیانیوں کی جتھہ بندی سرکاری دفتروں میں، تجارت میں، صنعت میں، زراعت میں، غرض زندگی کے ہر میدان میں مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما ہے جس سے معاشرتی مسئلے کے علاوہ اور دوسرے مسائل بھی پیدا ہو رہے ہیں۔

قادیانیوں کے سیاسی عزائم

پھر دوسرے گروہوں کے کوئی ایسے سیاسی رجحانات نہیں ہیں جو ہمارے لیے کسی حیثیت سے خطرناک ہوں اور ہمیں مجبور کرتے ہوں کہ ہم فوراً ان کے مسئلے کو حل کرنے کی فکر کریں لیکن قادیانیوں کے اندر بعض ایسے خطرناک سیاسی رجحانات پائے جاتے ہیں جن سے کسی طرح آنکھیں بند نہیں کی جاسکتیں۔ [6]

اس کے بعد سید مودودی، مرزا صاحب کی وہ عبارتیں پیش کرتے ہیں جن میں انہوں نے انگریز حکومت سے اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ اس کے بعد وہ احمدی خلیفہ کی وہ عبارتیں بھی پیش کرتے ہیں جن کے مطابق احمدی حضرات پاکستان کے اندر ایک علیحدہ ریاست بنانے کے عزم کا اظہار ہوتا ہے۔ چند مثالیں یہ ہیں:

میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں، نہ مدینہ میں، نہ روم میں، نہ شام میں، نہ ایران میں، نہ کابل میں، مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لیے دعا کرتا ہوں۔ (تبلیغ رسالت)

یہ تو سوچو کہ اگر تم اس گورنمنٹ کے سائے سے باہر نکل جاؤ تو پھر تمہارا ٹھکانہ کہاں ہے؟ ایسی سلطنت کا بھلا نام تو لو جو تمہیں اپنی پناہ میں لے لے گی۔ ہر ایک اسلامی سلطنت تمہیں قتل کرنے کے لیے دانت پیس رہی ہے کیونکہ ان کی نگاہ میں تم کافر اور مرتد ٹھہر چکے ہو۔ سو تم اس خدادا نعمت کی قدر کرو اور تم یقیناً سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ نے سلطنت انگریزی تمہاری بھلائی کے لیے ہی اس ملک میں قائم کی ہے اور اگر اس سلطنت پر کوئی آفت آئے تو وہ آفت تمہیں بھی نابود کر دے گی۔ (تبلیغ رسالت جلد دہم) [7]

23 جولائی 1948 کو خلیفہ ثانی مرزا بشیر الدین محمود صاحب نے کوئٹہ میں ایک خطبہ دیا جو 13 اگست کو احمدی اخبار "الفضل" میں شائع ہوا۔ اس کے بعض مندرجات یہ ہیں:

برٹش بلوچستان ۔۔۔۔ جو اب پاکی بلوچستان ہے۔۔۔ کی کل آبادی پانچ یا چھ لاکھ ہے۔ یہ آبادی اگرچہ دوسرے صوبوں کی آبادی سے کم ہے مگر بوجہ ایک یونٹ ہونے کے اسے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ دنیا میں جیسے افراد کی قیمت ہوتی ہے، یونٹ کی بھی قیمت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ کی کانسٹی ٹیوشن ہے، وہاں اسٹیٹس سینٹ کے لیے اپنے ممبر منتخب کرتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کسی اسٹیٹ کی آبادی دس کروڑ ہے یا ایک کروڑ ہے۔ سب کی طرف سے برابر ممبر لیے جاتے ہیں۔ غرض پاکی بلوچستان کی آبادی 6-5 لاکھ ہے اور اگر ریاستی بلوچستان کو ملا لیا جائے تو اس کی آبادی 11 لاکھ ہے۔ لیکن چونکہ یہ ایک یونٹ ہے، اس لیے اسے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ زیادہ آبادی کو تو احمدی بنانا مشکل ہے لیکن تھوڑے آدمیوں کو احمدی بنانا کوئی مشکل نہیں۔ پس جماعت اس طرف اگر پوری توجہ دے تو اس صوبے کو بہت جلدی احمدی بنایا جا سکتا ہے۔۔۔۔ اگر ہم سارے صوبے کا احمدی بنالیں تو کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہو جائے گا جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں گے اور یہ بڑی آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔" (اخبار الفضل)[8]

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ احمدیوں کی معاملہ دیگر فرقوں سے مختلف ہے۔ اس وجہ سے پاکستان کی حد تک ان کی تکفیر قانونی سطح پر ضروری تھی کیونکہ یہ مسلمان بن کر مسلمانوں میں اپنے مذہب کی تبلیغ کر رہے ہیں۔

احمدیوں کی تبلیغ

احمدیوں سے متعلق آخری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ یہ حضرات خاص کر یورپ اور افریقہ میں اسلام کی تبلیغ کا غیر معمولی کام کر رہے ہیں، پھر انہیں کافر قرار دینا کیوں ضروری ہے؟ اس کے جواب میں مسلم علماء کہتے ہیں کہ احمدی حضرات اسلام کی نہیں بلکہ احمدیت کی تبلیغ کرتے ہیں۔ ان کی دعوت و تبلیغ کا بنیادی موضوع یہ ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی نبوت کا پرچار کیا جائے۔ ایسا کر کے وہ اسلام کی کوئی خدمت نہیں کر رہے ہوتے بلکہ خالصتاً اپنے مذہب کی خدمت کرتے ہیں۔

اسائن منٹس

- احمدیوں کے لاہوری اور قادیانی فرقوں میں بنیادی اختلافات کیا ہیں؟

- احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا کیوں ضروری ہے؟ اس ضمن میں علامہ اقبال اور مولانا مودودی نے کیا دلائل پیش کیے ہیں؟

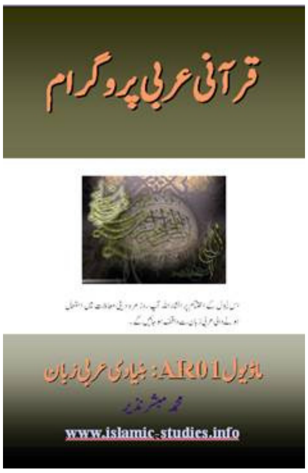

---

[1] محمد علی۔وفات مسیح ونزول مسیح۔ص2۔(acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

[2] محمد علی۔جماعت قادیان اور ہر مسلمان کے لیے لمحہ فکریہ۔ص3۔(acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

[3] Iqbal, Dr. Sir Muhammad. Qadianis and Orthodox Muslims. http://irshad.org/info_m/writings/iqbalpdc.php (ac. 13 Oct 2011)

[4] سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ قادیانی مسئلہ۔ص12۔لاہور: اسلامک پبلی کیشنز (1996)۔(ac. 7 Jan 2011) www.khatm-e-nubuwwat.com

[5] حوالہ بالا۔ص18

[6] حوالہ بالا۔ص18-19

[7] حوالہ بالا۔ص20

[8] حوالہ بالا۔ص23-24۔

باب 8: بہائی مذہب

جس طرح احمدی مذہب برصغیر کے اندر اہل سنت کے اندر سے پیدا ہوا اور اس نے مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کی نبوت کا اقرار کر کے ایک الگ امت کی بنیاد ڈالی، بالکل اسی طرح بہائی مذہب ایران میں اہل تشیع کے اندر پیدا ہوا اور انہوں نے مرزا صاحب کے سینئر ہم عصر بہاء اللہ (1817-1892) کی نبوت کو تسلیم کر کے ایک الگ امت قائم کی۔ احمدیوں کے برعکس بہائیوں نے اسلام سے مکمل طور پر علیحدگی اختیار کر کے اپنا الگ نام رکھا اور خود کو ایک الگ مذہب قرار دیا۔ اس باب میں ہم بہائی مذہب کے اہم عقائد و اعمال اور ان کی تاریخ کا مطالعہ کریں گے۔ جیسے احمدی مذہب کا آغاز 1891 میں مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت سے ہوا، بالکل اسی طرح بہائی مذہب کا آغاز 1863 میں بہاء اللہ صاحب کے دعوی نبوت سے ہوا۔

بہائی مذہب کی تاریخ

جیسا کہ پچھلے باب میں علامہ اقبال کے حوالے سے آپ پڑھ چکے ہیں کہ اسلام سے پہلے ایران اور وسط ایشیا کے علاقے میں یہ مذہبی کلچر موجود تھا کہ کسی آنے والے کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ مجوسی ایک نبی کی آمد کے منتظر تھے۔ اسی طرح یہودی اپنے "مسیحا" کے انتظار میں تھے اور عیسائی حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی دوبارہ تشریف آوری کے منتظر تھے۔ اسلام کے بعد اس صورتحال میں کوئی خاص تبدیلی نہ ہوئی۔ سنی مسلمانوں کی کتب حدیث میں سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی دوبارہ آمد سے متعلق احادیث موجود ہیں جن کا مطالعہ آپ پچھلے ابواب میں کر چکے ہیں۔

اہل تشیع کے ہاں بھی کم و بیش یہی تصور موجود ہے تاہم ان کے ہاں ایک اور تصور بھی موجود ہے جو کہ امام مہدی سے متعلق ہے جس کی تفصیل کا مطالعہ آپ ماڈیول CS01 میں کر چکے ہیں۔ اہل تشیع کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ان کے گیارہویں امام، حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ (232-260/846-874) کے بیٹے امام مہدی تھے جو بچپن میں روپوش ہو گئے تھے۔ وہ اب تک اسی روپوشی کی حالت میں زندہ ہیں اور قرب قیامت میں ان کا ظہور ہو گا۔ اہل سنت کے ہاں بھی بعض احادیث کی بنیاد پر یہ تصور کیا جاتا ہے کہ امام مہدی قیامت کے قریب پیدا ہوں گے اور ایک عادلانہ حکومت قائم کریں گے۔ انہی کی دور میں حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی دوبارہ آمد ہو گی۔ انیسویں صدی عیسوی کے ایران کی صورتحال کچھ ایسی تھی کہ امام مہدی کے ظہور کی پیش گوئیاں کی جا رہی تھیں۔ کچھ ایسی ہی کیفیت عالم اسلام کے دیگر علاقوں جیسے سوڈان اور برصغیر میں بھی تھی۔ انہی حالات میں بہائی مذہب کے بانی بہاء اللہ 1817 میں پیدا ہوئے۔ یہاں ہم ان کی ویب سائٹ www.bahai.us سے ان کے حالات زندگی پیش کر رہے ہیں۔

بہاء اللہ کا اصل نام "مرزا علی حسین" تھا اور ان کے والد شاہ ایران کے وزیر تھے۔ اپنے بچپن ہی سے موصوف مذہب کی طرف راغب

تھے اور غرباء کا خاص خیال رکھا کرتے تھے۔ 1844 میں سید علی محمد باب نامی ایک صاحب نے ایران کے شہر شیراز میں یہ دعوی کیا کہ خدا کا وہ دن قریب آن پہنچا ہے جس کا سبھی مذاہب میں انتظار کیا جارہا ہے۔ انہوں نے اپنی دعوت پورے ایران میں پھیلانا شروع کی جس کے نتیجے میں بابی فرقہ نے جنم لیا۔ "باب" کا تصور یہ تھا کہ ہر شیعہ امام کا ایک باب ہوتا ہے جو ان سے ہدایت حاصل کرکے عوام تک پہنچاتا ہے۔ علی محمد باب نے خود کو امام مہدی کا "باب" قرار دیا۔ یہ تصور بعض شیعہ فرقوں میں پہلے سے موجود تھے۔

بہاء اللہ، باب کی دعوت سے متاثر ہوئے اور انہوں نے بابی فرقہ میں شمولیت اختیار کرلی۔ ان کے علاوہ اس فرقے میں باب کے اور بھی شاگرد تھے جن میں ایک خاتون قرۃ العین طاہرہ (1852-1823) کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ موصوفہ آگے چل کر بہاء اللہ کے مذہب کی سب سے کامیاب مبلغ بنیں۔ طاہرہ ایک بہت بڑے شیعہ عالم ملا صالح کی بہو تھیں۔ وہ روایتی مذہب سے مطمئن نہ تھیں اور اپنے شوہر اور سسر سے بحث کیا کرتی تھیں۔ جب علی محمد باب نے اپنی دعوت پھیلانا شروع کی تو طاہرہ پورے جوش و خروش سے اپنے شوہر سے طلاق لے کر ان کے فرقے میں داخل ہو گئیں۔ وہ فارسی کی بہت بڑی شاعرہ تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ بابی فرقہ کی دعوت پھیلانے میں ان کا کردار سب سے نمایاں ہے۔ باب نے ان کے متعلق یہ اعلان کیا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روح ان میں حلول کر گئی ہے جس کی وجہ سے ایرانی شیعہ عوام ان کے زبردست عقیدت مند ہو گئے۔ خطابت اور شاعری میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ انہوں نے ان اصناف کو اپنے مذہب کی تبلیغ پر صرف کیا۔ کہا جاتا ہے کہ دوران تقریر وہ مجمع کو مبہوط کر دیتیں اور جب وہ اپنے چہرے سے نقاب اٹھاتیں تو بہت سے لوگ بے خودی کی اس کیفیت میں بابی فرقے میں شامل ہو جاتے۔ برصغیر کی فارسی اور اردو شاعری پر بھی ان کے اثرات نمایاں ہیں۔

بابی فرقہ کو اصفہان میں خاصا فروغ حاصل ہوا جب یہاں کے گورنر نے بابی مذہب قبول کرلیا۔ اس فرقہ کی پھیلتی ہوئی دعوت نے شیعہ اور سنی علماء کو اپنی جانب متوجہ کیا۔ انہوں نے اس فرقہ کے نقطہ نظر کا مطالعہ کرکے اس کے نظریات کو کفر قرار دیا۔ اس کے بعد ایرانی حکومت نے کاروائی کی اور علی محمد باب اور ان کے بہت سے ساتھیوں کو گرفتار کرلیا۔ اپنے عقائد سے رجوع نہ کرنے کے سبب باب کو 1850 میں سزائے موت دے دی گئی اور ان کے مریدوں کو آزاد کیا گیا جن میں بہاء اللہ بھی شامل تھے۔

1852 میں بعض بابیوں نے شاہ ایران کو قتل کرنے کی سازش کی۔ بہاء اللہ پر یہ الزام عائد کیا گیا کہ وہ بھی اس سازش میں شریک ہیں اور انہیں گرفتار کرکے تہران کی ایک تنگ و تاریک جیل میں قید کر دیا گیا۔ ان کا دعوی ہے کہ یہاں ان پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ اسی بغاوت کے سلسلے میں قرۃ العین طاہرہ کو بھی گرفتار کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے انہیں یہ پیشکش کی کہ اگر وہ اپنا مسلک چھوڑ دیں تو وہ انہیں ملکہ بنالے گا۔ انہوں نے موت قبول کرلی مگر اپنا مسلک چھوڑنا منظور نہ کیا۔

جیل کی سختیوں کی وجہ سے بہاء اللہ بیمار پڑ گئے اور اسی حالت میں انہیں ایران سے جلاوطن کرکے سلطنت عثمانیہ کے علاقے میں بھیج دیا گیا۔ وہ شدید سردی میں برف پوش پہاڑوں کے درمیان سفر کرکے بغداد پہنچے۔ یہاں بھی باب کے مرید موجود تھے جو ان کے گرد اکٹھے

ہو گئے۔ اس کے بعد دو سال تک بہاء اللہ موجودہ عراق اور ترکی میں کردستان کے علاقے میں روپوش رہے۔ اس روپوشی کو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے کوہ طور اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غار حرا پر جانے سے تشبیہ دی۔ واپس آکر انہوں نے دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔

انیسویں صدی کی سلطنت عثمانیہ میں کافی شاپس کو دانشورانہ ایکٹویٹی میں خاص مقام حاصل تھا۔ یہاں فلسفیانہ اور سیاسی مسائل پر گفتگو ہوا کرتی تھی۔ بہاء اللہ صاحب نے بغداد نے ان کافی شاپس کو اپنی دعوت کا مرکز بنایا۔ شاہ ایران نے سلطنت عثمانیہ پر دباؤ ڈالا کہ بہاء اللہ کی دعوت کے نتیجے میں ایران میں مسائل پیدا ہو رہے ہیں، اس وجہ سے وہ انہیں بغداد سے کہیں دور لے جائیں۔ 1863 میں عثمانی گورنر نے انہیں بغداد سے استنبول جانے کا حکم دیا۔ راستے میں دریائے دجلہ کے کنارے انہوں نے قیام کے دوران اپنے مریدین کو بتایا کہ علی محمد باب نے جس ہستی کی آمد کی پیش گوئی کی تھی، وہ خود بہاء اللہ ہیں۔ کردوں کے علاقے سے گزرتے ہوئے بہاء اللہ ترکی کے شہر سامسن پہنچے جہاں سے وہ بحیرہ اسود میں بذریعہ اسٹیمر استنبول کے لیے روانہ ہوئے۔

استنبول میں چار ماہ قیام کے بعد سلطان ترکی عبد العزیز نے بہاء اللہ کو استنبول سے نکل جانے کا حکم دیا۔ اس کی وجہ بہائی حضرات یہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے مخالفین نے سازش کر کے سلطان کو ان سے بد ظن کر دیا تھا۔ بہاء اللہ نے ایڈرنے (Edirne) شہر میں شدید ترین سردی میں کچھ دن قیام کیا جو کہ اس وقت ترکی کی یورپی سرحد پر واقع ہے۔

اس کے بعد بہاء اللہ ترکی سے نکل کر فلسطین آ پہنچے اور عکۃ شہر میں قیام کیا جو کہ اس وقت اسرائیل اور لبنان کی سرحد پر واقع ہے۔ یہاں سے انہوں نے اپنی دعوت پھیلانے کے لیے پوری دنیا کے بادشاہوں کو خطوط لکھے جس میں انہوں نے ان سب کو اپنی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ ان کی اس دعوت کو کسی بادشاہ نے قبول نہ کیا تاہم عوام میں ان کی دعوت پھیلتی رہی۔ 1892 میں بہاء اللہ نے وفات پائی اور کے شمال میں واقع "بہجی" کے مقام پر دفن ہوئے جو اس وقت بہائی مذہب کا مرکز ہے۔

اس کے بعد ان کے مریدین نے خود کو منظم کر کے اپنی دعوت کو عالم اسلام کے اندر اور باہر پھیلانا شروع کیا۔ بہاء اللہ کے بیٹے عبد البہاء (1844-1921) ان کے جانشین بنے۔ 1908 میں سلطنت عثمانیہ کے زوال کے بعد انہیں کچھ آزادی ملی تو انہوں نے اپنے والد کا مقبرہ تعمیر کروایا اور اپنی دعوت یورپ اور امریکہ میں پہنچانا شروع کی۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے یورپ اور شمالی امریکہ کا سفر بھی کیا۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد فلسطین کے علاقے پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا جنہوں نے عبد البہاء کا بہت اکرام کیا۔ 1921 میں ان کی وفات کے بعد ان کے پوتے شوقی آفندی (1897-1957) بہائی کمیونٹی کے سربراہ بنے۔ انہوں نے بہائی کمیونٹی کو منظم کیا اور اس کے ادارے قائم کیے اور مختلف براعظموں میں اپنی دعوت کو مستحکم کیا۔ اس کے بعد بہائیوں کی سربراہی کا کام ایک ادارے The Universal House of Justice کے سپرد کیا گیا جس کا انتخاب جمہوری طریقے سے ہوتا ہے۔[1]

بہائیوں کی دعوت پھیلتی رہی۔ ان کی دعوت کی کامیابی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ بہائی مذہب میں داخل ہونے کے لیے کسی شخص کو اپنا پچھلا

مذہب چھوڑنا نہیں پڑتا تھا بلکہ وہ اپنے سابقہ مذہب پر قائم رہتے ہوئے بھی بہائی ہو سکتا تھا۔ ایک بہائی ویب سائٹ کے مطابق 1950 تک نوے فیصد بہائیوں کا تعلق ایران سے تھا مگر اب یہ شرح صرف چھ فیصد رہ گئی ہے کیونکہ بہائی مذہب میں دنیا کی تقریباً ہر قوم کے لوگوں نے شمولیت اختیار کر لی ہے۔

بہائی مذہب کے عقائد اور اہم احکام

یہاں ہم بہائی مبلغ موجان مومن کی کتاب A Short Introduction to Baha'i Faith سے بہائی مذہب کے عقائد اور اہم احکام پیش کر رہے ہیں۔

بہائی حضرات توحید، رسالت اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ ان کا بنیادی اختلاف "حلول" اور "ختم نبوت" کے عقیدے پر ہے۔ حلول سے متعلق ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مختلف پیغمبروں کے روپ میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کا مادی ظہور (Manifestation) قرار دیتے ہیں۔ یہ کم و بیش وہی تصور ہے جسے مرزا غلام احمد قادیانی صاحب نے "بروز" کا عنوان دیا ہے تاہم مرزا صاحب اللہ تعالیٰ کے حلول کے شاید قائل نہ تھے بلکہ پیغمبروں کے بروز کے قائل تھے۔

بہائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ نبوت کا سلسلہ جاری ہے اور بہاء اللہ اس سلسلے میں اب تک کے آخری پیغمبر ہیں۔ ان کے بعد بھی وہ نبوت کے سلسلے کو جاری مانتے ہیں۔ بہائی حضرات ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد علیہم الصلوۃ والسلام پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور دیگر مذاہب کے بانیوں جیسے کرشنا، بدھ اور زرتشت کو بھی پیغمبر مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک نبوت و رسالت کا تصور اسلام سے بہت مختلف ہے۔ پیغمبر چونکہ خدا کا مظہر (Manifestation) ہوتا ہے، اس وجہ سے پیغمبر کے ساتھ ان کے ہاں وہی معاملہ کیا جاتا ہے جو کہ مسلمانوں کے ہاں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

بہائی حضرات بہاء اللہ صاحب سے غیر معمولی عقیدت رکھتے ہیں اور اسرائیل میں واقع ان کے مزار پر حاضری کو بڑی سعادت سمجھتے ہیں۔ بہاء اللہ کی تصویر کو ان کے ہاں تقدس حاصل ہے اور اسے عام مقامات پر آویزاں کرنے کو اس کی توہین سمجھا جاتا ہے۔ بہائی حضرات کے نزدیک بہاء اللہ صاحب کا مزار قبلہ کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ اسی کی جانب رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور اسی کا حج ادا کرتے ہیں۔

بہائی وحدت ادیان کے قائل ہیں اور اور تمام انسانوں کے اتحاد پر یقین رکھتے ہیں، اخلاقی اصولوں جیسے عدل، تزکیہ، عفت و عصمت، امانت و دیانت اور انسانی خدمت پر زور دیتے ہیں۔ غصہ اور حسد سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں اور منشیات اور سگریٹ کے استعمال سے منع کرتے ہیں۔ ان کی خوراک میں سبزیوں کو گوشت پر ترجیح دی جاتی ہے۔

بہائی حضرات کی اپنی ایک شریعت ہے جو کہ مسلمانوں کی شریعت سے بہت سے امور میں کلیدی طور پر مختلف ہے۔ ان کے ہاں دین کا ماخذ تمام آسمانی کتب ہیں جن میں بدھ مت، ہندو مت، یہودیت، عیسائیت اور اسلام کی مذہبی کتب شامل ہیں۔ اس کے علاوہ بہاء اللہ کی تصانیف بھی ان کے ہاں دین کے بنیادی مآخذ میں شمار ہوتی ہیں۔ ان کے ہاں میاں بیوی کے علاوہ کسی اور سے جنسی تعلق قائم کرنے کو گناہ کبیرہ سمجھا جاتا ہے۔ شادی ایک مقدس معاہدہ سمجھا جاتا ہے اور طلاق کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔ جہیز کی رقم کو بہاء اللہ نے متعین کر دیا ہے جس سے زائد جہیز نہیں دیا جا سکتا ہے۔

بہائی حضرات کا اپنا ایک کیلنڈر ہے جس میں انیس مہینے ہیں اور ہر مہینے میں کم و بیش انیس ہی دن ہیں۔ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو کسی بھی شہر میں موجود بہائی کمیونٹی ایک مقام پر اکٹھی ہوتی ہے۔ یہاں یہ لوگ اپنے طریقے سے نماز پڑھتے ہیں جو کہ دعاؤں پر مشتمل ہوتی ہے اور اس کے بعد جماعتی امور پر تبادلہ خیال ہوتا ہے۔ اسے انیس دن کی دعوت (Nineteen Day Feast) کہا جاتا ہے۔

ہر شہر کی بہائی کمیونٹی ایک روحانی اسمبلی کا انتخاب کرتی ہے۔ ایک ہی ملک کی تمام روحانی اسمبلیاں مل کر قومی سطح کی اسمبلی کا انتخاب کرتی ہیں۔ اس اسمبلی کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ بہائی کمیونٹی کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرے اور بہائی مذہب کی دعوت کو پھیلائے اور بہائی حضرات کی تعلیم و تربیت کا کام کرے۔ تمام ممالک کی روحانی اسمبلیاں مل کر بہائیت کی مرکزی اسمبلی کا انتخاب کرتی ہیں جسے The Universal House of Justice کہا جاتا ہے۔ یہی ادارہ بہائی حضرات کے مذہبی معاملات میں فائنل اتھارٹی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس ادارے کے احکامات پر عمل کرنا ہر بہائی کی مذہبی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ان کے اجتماعی معاملات باہمی مشورے سے چلتے ہیں۔

بہائی حضرات کی عبادت گاہ کو "مشرق الاذکار" کہا جاتا ہے۔ اب تک کم ہی شہروں میں ان کی عبادت گاہیں قائم ہو سکی ہیں۔ جہاں بہائی کمیونٹی کی تعداد کم ہے، وہاں یہ عبادت کسی ایک ممبر کے گھر میں ادا کر لی جاتی ہے۔ ان کے ہاں روزانہ ایک نماز پڑھنا فرض ہے۔ نماز کی نوعیت دعا اور مراقبہ کی سی ہوتی ہے اور یہ مسلمانوں کی نماز سے یکسر مختلف ہوتی ہے۔ اس میں بہاء اللہ صاحب اور ان کے جانشینوں کی تیار کردہ دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔ مراقبے کو بھی ان کے ہاں خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ بہائی حضرات سال میں انیس دن روزہ بھی رکھتے ہیں جو طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک ہوتا ہے۔

بہائی مذہب میں جو امور حرام ہیں، ان میں جہاد، رہبانیت، گناہوں کا مذہبی راہنما کے سامنے اعتراف، کتابوں کو جلانا، منبر کا استعمال اور اشیاء کو ناپاک سمجھنا شامل ہیں۔ شراب اور دیگر منشیات، جوا، بھیک، اسلحہ لے کر چلنا اور ہم جنس پرستی کو بھی ان کے ہاں گناہ سمجھا جاتا ہے۔[2]

اسائن منٹس

- بہائی اور احمدی مذاہب کے نظریات اور اعمال میں اہم فرق بیان کیجیے۔

- بہائیت اور احمدیت کے ارتقاء میں کن تاریخی عوامل نے اہم کردار ادا کیا ہے؟

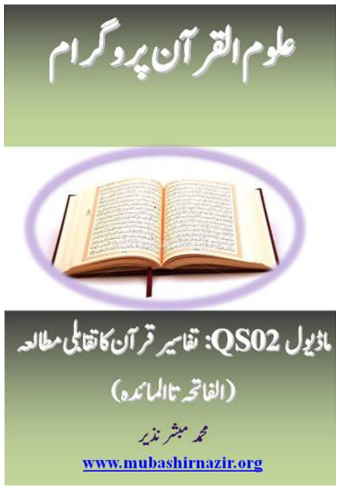

تعمیر شخصیت

اپنی نمازوں کا خیال رکھیے۔ ان کے بارے میں پرسش ہو گی۔

[1] Baha'i International Community. Baha'u'llah: Promised One of All Ages. www.bahai.us (ac. 20 Apr 2011)

[2] Moojan Momen. A Short Introduction to Baha'i Faith. www.northill.demon.co.uk (ac. 20 Apr 2011)

باب 9: نیشن آف اسلام

"نیشن آف اسلام" اس اعتبار سے ایک منفرد فرقہ ہے کہ اس کا آغاز و ارتقاء ایسی سرزمین پر ہوا جہاں مسلمان ہمیشہ اقلیت میں رہے ہیں۔ پندرہویں صدی عیسوی کے اواخر میں جب امریکہ دریافت ہوا تو یورپ کی مختلف اقوام نے وہاں جا کر اپنی نو آبادیاں قائم کیں اور اس عمل میں مقامی باشندوں کی بڑی تعداد کا صفایا کر دیا۔ جب امریکہ میں بڑے پیمانے پر زرعی زمینیں آباد کرنے کا عمل شروع ہوا تو انہی یورپی اقوام نے بڑی تعداد میں افریقہ سے غلام لانا شروع کیے۔ ان مظلوم افریقی افراد کا باقاعدہ جنگلی جانوروں کے طریقے پر شکار کیا جاتا اور انہیں جہازوں میں بھر بھر کر امریکہ لایا جاتا جہاں ان سے غیر انسانی طریقے پر مشقت لی جاتی اور انہیں کوئی سہولت حاصل نہ ہوتی۔ انسانی تاریخ کے اس عظیم ترین ظلم کی تفصیل کا مطالعہ آپ مصنف کی کتاب "اسلام میں ذہنی و جسمانی غلامی کے انسداد کی تاریخ" میں کر سکتے ہیں۔

جہاں دنیادار گورے افریقی غلاموں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے رہے، وہاں عیسائی پادریوں نے کوشش کی کہ ان کے ساتھ سلوک کو بہتر بنایا جائے اور اس طریقے سے انہیں اپنے مذہب کی طرف مائل کیا جائے۔ ان افریقی غلاموں میں بہت سے مسلمان بھی تھے۔ ان میں سے بہت سوں نے یا ان کی نسلوں نے تو عیسائیت قبول کر لی مگر بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنا مذہبی تشخص برقرار رکھا۔ ممتاز پاکستانی نژاد امریکی ماہر بشریات (Anthropologist) پروفیسر اکبر ایس احمد صاحب نے 2010 میں شائع ہونے والی اپنی کتاب Journey into America میں ایسے متعدد افریقی امریکیوں سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اسلام کی بعض تعلیمات کو اب تک زندہ رکھا ہوا ہے۔ سپیلو جزیرے کے سفر کے دوران ان کی ملاقات ایک افریقی امریکی گائیڈ خاتون کورنیلیا بیلی سے ہوئی جنہوں نے اپنے لکڑ دادا کے لکڑ دادا بلالی محمد کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک ڈائری انہیں دکھائی جس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہوئی تھی اور دعائیں، اذان اور وضو کا طریقہ لکھا تھا۔ بیلی نے انہیں بتایا کہ یہ عمل ان کے خاندان میں اب تک جاری ہیں۔[1]

نیشن آف اسلام (NOI) کی تاریخ

اٹھارہویں صدی میں امریکہ میں غلامی کے خاتمے کی تحریک شروع ہوئی جو ڈیڑھ دو سو برس کی جدوجہد کے بعد 1860 کے عشرے میں کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ غلامی کے خاتمے کے باوجود سیاہ فام امریکیوں کی اکثریت شدید غربت کا شکار رہی جس کے نتیجے میں ان کے ہاں جرائم پنپتے رہے اور ان کے نوجوان منشیات کا شکار ہوتے رہے۔ شدید غربت کے باعث سیاہ فام، امریکی معاشرے سے کٹے رہے اور ان کی اخلاقی حالت بھی تباہ ہی رہی۔ اس موقع پر ان کے اندر متعدد اصلاحی تحریکیں پیدا ہوئیں جنہوں نے ان کے اندر کئی فرقوں کو جنم دیا۔ ان سیاہ فاموں میں سے جن کے آباؤ اجداد مسلمان رہے تھے، ان کے ہاں بھی اصل اسلام کی تعلیمات کا وجود نہ ہونے کے برابر رہ

گیا تھا۔

سیاہ فام امریکی چار سو برس سے سفید فاموں کے ظلم و ستم کا شکار رہے تھے۔ اگرچہ سفید فاموں کے اندر سے ہی کویکرز (Quakers) کی وہ اصلاحی تحریک پیدا ہوئی تھی جس نے آگے چل کر سیاہ فاموں کو غلامی سے نجات دلائی تھی اور امریکہ کے فاؤنڈنگ فادرز نے نسل پرستی کے خلاف شقیں امریکی آئین میں شامل کی تھیں، تاہم سفید فاموں کا ایک بڑا طبقہ اب تک نسل پرست ہے اور سفید نسل کے سوا دنیا کی بقیہ تمام نسلوں سے نفرت کرتا ہے۔ اس نسل پرستی نے سیاہ فاموں کے اندر جوابی نسل پرستی (Counter Racism) کو جنم دیا۔

1930 کے عشرے میں عظیم معاشی ڈپریشن کے نتیجے میں امریکہ میں غربت میں اضافہ ہوا جس کے نتیجے میں سیاہ فام آبادی، جو پہلے ہی غریب تھی، مزید غربت اور بھوک کا شکار ہو گئی۔ ویلس ڈی فرڈ محمد (c. 1877-1934) ایک سیاہ فام سیلز مین تھے جنہوں نے اس زمانے میں سیاہ فام آبادی کو اکٹھا کیا اور انہیں منظم کر کے ان کی اصلاح کی طرف توجہ کی۔ ویلس 1934 میں اچانک غائب ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ امریکی ایجنسیوں نے انہیں ہلاک کر دیا تھا۔ ان کے ایک شاگرد علی جاہ محمد (1897-1975) تھے جنہوں نے 1935 میں "نیشن آف اسلام (NOI)" کی بنیاد رکھی۔

علی جاہ محمد نے یہ دعوی کیا کہ ویلس ڈی فرڈ کی صورت میں خدا زمین پر اتر آیا تھا اور انہیں ساڑھے تین سال تک تعلیم دینے کے بعد دنیا سے واپس چلا گیا ہے۔ انہوں نے خود کو اللہ کا پیغمبر قرار دیا۔ ان کا دعوی یہ تھا کہ عیسائی اور یہودی جس مسیحا کے منتظر ہیں، وہ وہی ہیں اور حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی آمد ثانی بھی انہی کی شکل میں ہوئی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے پورے امریکہ میں اپنی پیغمبری کی تبلیغ کرنا شروع کر دی۔ ان کا بنیادی ہدف سیاہ فام آبادی تھی۔ علی جاہ محمد کی اہلیہ ٹائی نیٹا محمد لکھتی ہیں:

> 1931 میں ماسٹر (ویلس ڈی فرڈ) نجات کے عظیم سچ کی دعوت دے رہے تھے جب ڈیٹرائٹ میں انہیں ایک شخص ملا جس کا نام علی جاہ پول تھا۔ انہوں نے خدائی نمائندہ کے طور پر اس کا انتخاب کیا تاکہ وہ اپنے کھوئے اور پائے ہوئے بندوں تک سچائی اور روشنی پہنچانے کے مشکل کام کو انجام دے سکیں۔ ساڑھے تین برس تک انہوں نے عزب مآب علی جاہ محمد کو دن رات خدا کی حقیقت کی خفیہ دانش کی تعلیم دی، جس میں [زمین کے] اصل باشندوں [یعنی سیاہ فام] بارے میں خفیہ معلومات بھی تھیں۔ یہ وہی لوگ تھے جو کہ اس زمین پر تہذیب کے ابتدائی بانی تھے اور جنہیں خدائی تخلیق کی ابتدا سے ہی اشیاء کی فطری ترتیب کا علم تھا۔
>
> جب ماسٹر 1934 میں چلے گئے تو عزت مآب علی جاہ محمد نے 1975 تک ذہنی اور روحانی طور پر مردہ لوگوں کو زندگی دینے کے لیے ان تھک محنت کرتے رہے۔ عزت مآب علی جاہ محمد نے ماسٹر [ویلس ڈی فرڈ] کو اس سوال کا جواب قرار دیا جس کا انتظار مختلف ناموں سے دنیا دو ہزار برس سے کر رہی ہے، جس کا نام مسیحا، عیسی علیہ السلام کی آمد ثانی، یہواہ، خدا اور خدا کا بیٹا ہے۔ جب علی جاہ محمد نے ان [ویلس ڈی فرڈ] سے پوچھا کہ وہ کون ہیں تو انہوں نے بتایا کہ وہ ہی "مہدی" ہیں۔ انہوں نے 1933 میں اپنا نام ماسٹر ویلس فرڈ محمد رکھا تاکہ وہ اس معنی کا اظہار کر سکیں کہ ایک نئے ملینیم کی صبح وہ سچائی اور انصاف کی بنیاد پر قائم امن اور نیکی کے ایک نئے ورلڈ آرڈر کی بنیاد رکھ سکیں اور اس کے ذریعے ظالموں کا خاتمہ کر کے زمین کو جنت میں تبدیل کر سکیں۔[2]

علی جاہ محمد اور ان کے ساتھیوں نے سیاہ فاموں کی معاشی حالت سدھارنے پر بہت توجہ دی۔ انہوں نے متعدد عبادت گاہیں، زرعی فارم، ہاؤسنگ کمپلیکس اور کاروبار قائم کیے جن میں سیاہ فاموں کو ملازمتیں دی گئیں۔ منشیات کے عادی سیاہ فاموں کی اصلاح کی کوشش کی گئی، طوائفوں سے پیشہ چھڑوایا گیا، خواتین کو باحیا لباس پہننے کی تلقین کی گئی اور سیاہ فاموں کو امریکی معاشرے میں حقوق دلوانے کی جدوجہد کی گئی۔ انہوں نے اپنی عبادت گاہوں کو مسجد یاMosqueہی کا نام دیا۔ NOI میں سفید فاموں کے خلاف ایک خاص نفرت پائی جاتی تھی اور یہ حضرات سیاہ فام نسل کی برتری کے قائل تھے۔

1950 کے عشرے میں امریکہ میں مسلم دنیا سے امیگرنٹس کی آمد شروع ہوئی۔ اس وقت تک امریکہ میں "اسلام" اور "نیشن آف اسلام" کو یکساں معنوں میں لیا جاتا تھا اور "مسلم" کا مطلب NOI کا ممبر سمجھا جاتا تھا۔ ان نئے امیگرنٹ مسلمانوں کا واسطہ جب NOI سے پڑا تو انہیں اس نئے فرقے کے عقائد جان کر شدید حیرت ہوئی۔ کچھ ایسا ہی معاملہ NOI کے ممبران کا تھا جن کا اسلام، بقیہ دنیا کے اسلام سے یکسر مختلف تھا۔

علی جاہ محمد کے ایک قریبی ساتھی مالکم ایکس تھے جو کہ علی جاہ کے نظریات کے پرجوش مبلغ تھے۔ انہوں نے اپنی آپ بیتی میں جو واقعات لکھے ہیں، ان کے مطابق نیشن آف اسلام کے ایک اندرونی خلفشار اور کچھ اسکینڈلز کے سبب وہ1960 کے عشرے میں ان سے دور ہوتے چلے گئے۔ انتہائی ذہنی انتشار سے تنگ آکر انہوں نے 1964 میں حج کا فریضہ ادا کیا تو انہیں اندازہ ہوا کہ وہ اب تک جس اسلام کی تبلیغ کرتے آئے ہیں، وہ بقیہ مسلمانوں کے اسلام سے بہت مختلف ہے۔ مسلمانوں کے یہاں جیسے نماز ادا کی جاتی ہے، نیشن آف اسلام میں ایسا کچھ نہیں تھا۔ دنیا بھر سے آئے ہوئے مسلمانوں نے ان کے ساتھ جس گرمجوشی، بے غرضی اور محبت کا سلوک کیا، اس نے ان کے ذہن پر بہت گہرے اثرات مرتب کیے۔ لکھتے ہیں:

> اس مقدس سرزمین پر گزرا ہوا ہر گھنٹہ مجھے اس قابل بناتا رہا کہ میں امریکہ میں سیاہ اور سفید کے درمیان معاملے کے بارے میں نئے روحانی زاویے دریافت کر سکوں۔ امریکی نیگرو کو نسل پرستی کا الزام نہیں دیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ تو امریکی سفید فاموں کی چار سو سالہ نسل پرستی کا جواب دے رہا ہے۔ یہ نسل پرستی امریکہ کو خودکشی کے راستے پر لے جا رہی ہے۔ اپنے تجربات کی بنیاد پر مجھے یقین ہے کہ سفید فاموں کی نوجوان نسل جو ابھی کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھ رہی ہے، اس نوشتہ دیوار کر پڑھ لے گی اور ان میں سے بہت سے سچائی کے اس روحانی راستے پر چل نکلیں گے جو نسل پرستی کی تباہ کاریوں سے امریکہ کے بچاؤ کے لیے آخری آپشن کے طور پر باقی بچا ہے۔
>
> مجھے اس درجے میں کبھی عزت نہ دی گئی تھی اور نہ ہی میں نے کبھی خود میں اس درجے میں عجز و انکسار محسوس کیا تھا۔ کوئی سوچ سکتا ہے کہ ایک امریکی نیگرو پر کن نعمتوں کی بارش ہو گئی تھی؟ چند رات پہلے، ایک شخص (ڈاکٹر عبدالرحمن عزام جو اس وقت کے گورنر مکہ شہزادہ فیصل کے مشیر تھے) جو امریکہ میں سفید فام سمجھا جاتا ہے، وہ اقوام متحدہ کا سفیر ہے اور بادشاہوں کا ساتھی ہے، اس نے مجھے اپنا ہوٹل سوئٹ اور بستر سونے کے لیے دیا۔[3]

میرے حج نے مجھ میں وسعت نظری پیدا کر دی۔ اس نے مجھے سوچنے کے نئے زاویے دیے۔ مقدس سرزمین پر دو ہفتوں میں میں نے وہ دیکھا جو انتالیس سال میں امریکہ میں نہ دیکھ سکا۔ میں نے دیکھا کہ تمام نسلوں اور رنگوں کے لوگ، نیلی آنکھوں اور سنہرے بالوں والوں سے لے کر

افریقہ کے سیاہ جلد والے لوگ ایک حقیقی بھائی چارے اور اتحاد میں بندھے ہیں۔ یہ ایک ہیں اور ایک خدا کی عبادت کر رہے ہیں۔ ان میں کوئی نسل پرست نہیں اور نہ ہی کوئی مذہب مخالف ہے۔ انہیں تو یہ تک معلوم نہیں کہ ان الفاظ کا معنی کیا ہے۔

ماضی میں میں سفید فاموں کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا تھا۔ اس کا مجھے کوئی افسوس نہیں کیونکہ اس وقت میں یہ نہیں جانتا تھا کہ بعض سفید لوگ مخلص بھی ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو ایک سیاہ فام کے ساتھ بھائی بن کر رہ سکتے ہیں۔ حقیقی اسلام نے مجھے سمجھا دیا کہ سفید فاموں کو ایک ہی قطار میں کھڑا کر کے مطعون کرنا اتنا ہی غلط ہے جتنا کہ نسل پرست سفید فام، ہم سیاہ فاموں کو ایک ہی قطار میں کھڑا کر کے کرتے ہیں۔ ہاں، مجھے اب یقین آ گیا ہے کہ بعض امریکی سفید فام اس اندھی نسل پرستی کے خاتمے کے لیے کوشاں ہیں جو اس ملک کو تباہی کی جانب لے جا رہی ہے۔[4]

امریکہ واپس آ کر میلکم ایکس نے اپنا نام ملک شہباز رکھا اور اپنے نظریات کا اظہار کرنا شروع کیا۔ انہوں نے سفید فام نسل کے بارے میں سیاہ فاموں کی نفرت کو نشانہ تنقید بنایا اور کہا کہ میں نے حج کے دوران سفید فام مسلمانوں کو بھی دیکھا ہے اور انہیں اتنا ہی مخلص پایا ہے جتنے سیاہ فام مسلمان ہوتے ہیں۔ 1965 میں وہ ایک مجمع کے سامنے تقریر کرتے ہوئے ایک انجانی گولی کا شکار ہو گئے۔ اس وقت تک NOI کے اندر ایک طبقہ ایسا پیدا ہو چکا تھا جو کہ اصل اسلام کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔

1975 میں علی جاہ محمد فوت ہوئے تو ان کے بیٹے وارث دین محمد (1933-2008) ان کے جانشین ہوئے۔ وارث، مالکم ایکس کے نظریات سے متاثر تھے۔ انہوں نے NOI کو اسلام کے قریب لانے کی کوشش کی۔ انہوں نے NOI کا نام تبدیل کر کے "امریکن مسلم مشن" رکھا اور اس میں سفید فام اور امیگرنٹ مسلمانوں کے داخلے کی اجازت دی۔ انہوں نے اسلام کے پانچ ارکان کلمہ شہادت، نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کو NOI میں داخل کیا۔ کہا جاتا ہے کہ امریکہ کی تاریخ میں یہ واحد واقعہ ہے جب اتنی بڑی تعداد میں لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ انہوں نے سفید فاموں کے خلاف نفرت کا بھی خاتمہ کرنے کی بھرپور جدوجہد کی۔ اکبر احمد لکھتے ہیں:

امام وارث دین کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے تنہا افریقی امریکی کمیونٹی کو سیاہ فام قوم پرست اسلام سے ہٹا کر امریکی شناخت دی۔ آج لاکھوں کی تعداد میں افریقی امریکی مسلمان، دین دار مسلم ہونے کے ساتھ ساتھ امریکی بھی ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلمان ہونے کے ساتھ امریکی ہونے کو ہم آہنگ کیا جا سکتا ہے۔ یہ کامیابی صرف وارث دین محمد کا کارنامہ ہے۔۔۔۔

امام وارث دین اب نیشن آف اسلام کو روایتی سنی اسلام کے قریب لانے کی کوششوں میں مشغول ہیں۔ انہوں نے اپنے والد اور نیشن آف اسلام کے دیگر ممبروں کی تشریحات کو مسترد کر دیا ہے۔ انہوں نے سیاہ فاموں کے علیحدگی پسند نظریات کو مسترد کر دیا ہے جو کہ نسل پرستی اور تعصب پر مبنی تھے۔ انہوں نے یعقوب کا حوالہ دینا ختم کر دیا ہے اور ان کا یہی عمل سفید فاموں کے خلاف پھیلائی گئی نفرت کی مذہبی وجوہات کو ختم کر دیتا ہے۔ امام کہتے ہیں کہ سفید فام (مسلم) بھی ان کے دینی بھائی ہیں۔ وہ اپنی کمیونٹی میں قرآن مجید سکھانے اور اس کی تلاوت پر زور دیتے ہیں اور اسلامی علماء کی ایک نئی کھیپ تیار کر رہے ہیں۔

حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کی شخصیت اور تاریخ پر زور دیتے ہوئے، امام وارث دین نے (انگریزی میں) بلالین کا لفظ شامل کیا ہے۔ اس طرح افریقی امریکی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانے میں بلال کی مثال سے فخر محسوس کرتے ہیں۔[5]

1979 میں ان کے ساتھی لوئیس فرخان(b. 1933) ان سے اس بات پر الگ ہو گئے کہ انہوں نے اپنے والد کے نظریات کو ترک کر دیا تھا۔ لوئیس نے NOI کے نام کو دوبارہ زندہ کیا اور انہی عقائد و نظریات کی تبلیغ شروع کی، جسے علی جاہ محمد پیش کرتے آئے تھے۔ اب اس وقت صورتحال یہ ہے کہ لوئیس فرخان کی NOI اپنے سابقہ عقائد پر قائم ہے جبکہ وارث دین محمد کی جماعت اسلام کے قریب آ رہی ہے۔

نیشن آف اسلام (NOI) کے عقائد

لوئیس فرخان کی NOI کی آفیشل ویب سائٹ پر ان کے عقائد یہ بیان کیے گئے ہیں:

ہم ایک خدا پر ایمان رکھتے ہیں جس کا نام اللہ ہے۔

ہم قرآن مجید اور خدا کے تمام انبیاء علیہم السلام پر نازل کردہ صحیفوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ بائبل سچی ہے مگر ہمارا ایمان یہ بھی ہے کہ اس میں تغیرات کر دیے گئے ہیں۔ اس کی از سر نو تشریح کی جانی چاہیے تاکہ انسانیت ان جھوٹی باتوں کے نرغے میں نہ آئے جو اس میں داخل کر دی گئی ہیں۔

ہم اللہ کے پیغمبروں اور ان کے صحائف پر ایمان رکھتے ہیں۔

ہم مردوں کے دوبارہ اٹھائے جانے پر ایمان رکھتے ہیں مگر یہ اٹھایا جانا جسمانی طور پر نہیں بلکہ ذہنی طور پر ہو گا۔ ہمارا ایمان ہے کہ سیاہ فاموں کو اس نفسیاتی زندگی کی سب سے زیادہ ضرورت ہے، اس وجہ سے انہیں سب سے پہلے اٹھایا جائے گا۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہم ہی اللہ تعالی کے پسندیدہ بندے ہیں کیونکہ یہ لکھا جا چکا ہے کہ اللہ تعالی دھتکارے ہوئے اور قابل نفرت لوگوں کو منتخب کرے گا۔ امریکہ کے سیاہ فاموں کے علاوہ کوئی بھی اس بات پر ہمیں پورا اترتا نظر نہیں آتا۔ ہم نیک لوگوں کے دوبارہ اٹھائے جانے پر ایمان رکھتے ہیں۔

ہم جزا و سزا پر ایمان رکھتے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ خدا کی وحی کے مطابق سب سے پہلے یہ جزا و سزا امریکہ میں ہو گی۔

ہمارا ایمان ہے کہ تاریخ میں یہ وہ وقت ہے جب سیاہ فام اور سفید فام امریکیوں کو الگ کر دینا چاہیے۔ ہمارا ایمان ہے کہ سیاہ فاموں کو اس نام [نیگرو] سے بھی اور حقیقی طور پر بھی آزاد کر دینا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے ان ناموں سے آزاد کر دینا چاہیے جو دور غلامی میں ان کے آقاؤں نے رکھے تھے، وہ نام جو کہ آقاؤں نے اپنے غلاموں کو دیے تھے۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر ہم حقیقتاً آزاد ہیں تو ہمیں اپنا نام خود رکھنا چاہیے یعنی زمین کے سیاہ فام لوگ۔

ہم سب لوگوں کے لیے عدل پر یقین رکھتے ہیں خواہ وہ خدا کے نام پر ہو یا نہ ہو۔ ہمارا ایمان ہے کہ دوسرے بھی بحیثیت انسان برابر عدل کے حقدار ہیں۔ ہم ایک قوم کے تمام ممبران کی برابری پر یقین رکھتے ہیں۔ ہم اس بات کو نہیں مانتے کہ ہم "آزاد کردہ غلام" کی حیثیت سے اپنے سابق آقاؤں کے برابر ہیں [بلکہ ہم ہر طرح ان کے برابر ہیں۔] ہم امریکی شہریوں کی آزادی کا احترام کرتے ہیں اور ان کے قوانین کا بھی احترام کرتے ہیں جن کے ذریعے اس قوم کو چلایا جا رہا ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ [سفید فام امریکیوں کی جانب سے] مل جل کر رہنے کی پیشکش منافقانہ ہے۔۔۔ہم سمجھتے ہیں کہ اس دھوکے کا مقصد سیاہ فاموں کو یہ احساس دلانے سے روکنا ہے کہ اس قوم کے سفید فاموں سے ان کی علیحدگی کا وقت اب آ چکا ہے۔ اگر سفید فام، نیگروؤں کے ساتھ دوستی کے اس دعوی میں سچے ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ امریکہ کو اپنے غلاموں کے ساتھ تقسیم کر لیں۔۔۔

ہمارا ایمان ہے کہ ہم جو خود کو نیک مسلمان کہتے ہیں، ان جنگوں میں شریک نہ ہوں گے جس میں انسانوں کی جان جائے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ اس قوم [امریکہ] کو ہمیں ان جنگوں میں حصہ لینے پر مجبور کرنا چاہیے جس میں ہمیں تو کچھ حاصل نہ ہو گا۔ ہاں اگر امریکہ ہمیں الگ علاقہ دے دے تو پھر ہمیں کچھ فائدہ ہے جس کے لیے ہم جنگ کریں۔

ہمارا ایمان ہے کہ ہماری خواتین کی بھی اسی طرح عزت اور حفاظت ہونی چاہیے جیسی دیگر اقوام کی خواتین کی ہوتی ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ انسانی شکل میں ماسٹر ویلس فرڈ محمد کی شکل میں جولائی 1930 میں ظاہر ہوا جو کہ عیسائیوں کے وہی "مسیح" اور مسلمانوں کے وہی "مہدی" ہیں جن کا وہ انتظار کر رہے تھے۔ ہمارا مزید ایمان ہے کہ اللہ ہی خدا ہے اور اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور وہ ایک ایسی پر امن عالمی حکومت قائم فرمائے گا جس میں ہم امن کے ساتھ اکٹھے رہ سکیں گے۔[6]

نیشن آف اسلام اور اسلام میں اہم فرق یہ ہیں:

- NOI کے ممبران کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی ویلس ڈی فرڈ محمد کی شکل میں دنیا میں اترا اور علی جاہ محمد اس کے پیغمبر ہیں۔ اس کے بالکل برعکس مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ کوئی شخص خدائی کا دعوی نہیں کر سکتا اور حلول کا عقیدہ بالکل غلط ہے۔ حلول کے عقیدے کو مسلمان اللہ تعالی کی توہین سمجھتے ہیں۔ مسلمان ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی نہیں مانتے ہیں۔
- NOI کے ماننے والے اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ سیاہ فام نسل دنیا کی افضل ترین نسل ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ سیاہ فام انسان ہی اصل انسان تھا۔ اس کے لیے وہ قرآن مجید کی اس آیت کو پیش کرتے ہیں جس کے مطابق اللہ تعالی نے آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو سیاہ مٹی سے پیدا کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک سائنس دان یعقوب نے کچھ خاص جینیاتی تجربات کر کے سفید فام نسل تیار کی۔ ان میں سے بعض تو سفید فام نسل کو نیلی آنکھوں والا شیطان کہتے ہیں۔
- NOI کے حلقوں میں احمدیوں کے لاہوری فرقہ کے بانی مولانا محمد علی کا ترجمہ قرآن، مجموعہ حدیث اور دیگر کتب ذوق و شوق سے پڑھی جاتی ہیں۔
- NOI کے ممبران پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں جو کسی حد تک مسلمانوں کی نماز سے مشابہ ہوتی ہے۔ ان کی عبادت گاہیں، جنہیں وہ مسجد کہتے ہیں، چرچ کی طرز کی ہوتی ہیں جس میں بنچوں پر بیٹھ کر عبادت کی جاتی ہے۔ بعض عبادت گاہوں میں جمعہ کی بجائے اتوار کے دن ان کے اجتماعات ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں رمضان کے روزے رکھتے جاتے ہیں۔ ان کے حلقوں میں کچھ مخصوص تہوار منائے جاتے ہیں جن میں 26 فروری کو ویلس فرڈ محمد کا یوم پیدائش، 7 اکتوبر کو علی جاہ محمد کا یوم پیدائش، اور 16

اکتوبر کو "یوم توبہ" منایا جاتا ہے۔

- خوراک کے معاملے میں ان کے ہاں علی جاہ محمد کی کتاب How to Eat to Live? بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کے ہاں بھی خنزیر کا گوشت حرام سمجھا جاتا ہے اور شراب اور تمباکو نوشی سے بھی پرہیز کیا جاتا ہے۔ سبزیوں پر مشتمل خوراک کھانے کو ترجیح دی جاتی ہے۔

اسائن منٹس

- اسلام اور نیشن آف اسلام میں بنیادی فرق کیا ہے؟
- احمدیت، بہائیت اور نیشن آف اسلام کے نظریات میں بنیادی فرق کیا ہیں؟

تعمیر شخصیت

قرآن ہمیں اپنے وعدوں اور معاہدوں کو پورا کرنے کا حکم دیتا ہے۔

---

[1] Ahmed, Akbar. Journey into America: The Challenge of Islam. P. 157-168. Washington: Brookings Institute Press (2010).

[2] http://www.noi.org/about.shtml . (ac. 18 Oct 2011)

[3] Malcolm X. The Autobiography of Malcolm X. P. 213. http://files.embedit.in/embeditin/files/bg6ouDQfUe/1/file.pdf. (ac. 5 Sep 2012)

[4] Ibid. P. 225

[5] Ahmed. Op.cit. P. 174

[6] http://www.noi.org/about_beliefs_and_wants.shtml. (ac. 20 Apr 2011)

باب 10: ماڈیول CS03 کا خلاصہ

ذیل میں ہم ایک چارٹ پیش کر رہے ہیں جس میں اب تک ہم نے مسلم معاشرے سے علیحدہ ہونے والے گروہوں کے مین اسٹریم مسلمانوں سے اختلاف کا جو مطالعہ کیا ہے، اس کا ایک خلاصہ آ جائے گا۔

	اسلام	احمدی	بہائی	نیشن آف اسلام
خدا	اللہ تعالی	اللہ تعالی	اللہ تعالی نے بہاء اللہ میں حلول کیا	خدا، ویلس ڈی فرڈ کی شکل میں ظاہر ہوا
پیغمبر	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	مرزا غلام احمد قادیانی	بہاء اللہ	علی جاہ محمد
حلول کا عقیدہ	اسلام کے بالکل مخالف ہے	مرزا صاحب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز مانتے ہیں	خدا کا پیغمبروں میں حلول مانتے ہیں	ویلس ڈی فرڈ میں خدا کا حلول مانتے ہیں
ختم نبوت	نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے	نبوت کا سلسلہ جاری ہے	نبوت کا سلسلہ جاری ہے	نبوت کا سلسلہ جاری ہے
نماز	قیام، رکوع، سجود، قعدہ پر مشتمل نماز	مسلمانوں کی طرح	اپنی دعائیں اور اپنا طریقہ ہے	اپنی دعائیں اور اپنا طریقہ ہے
روزہ	رمضان	رمضان	بہائی کیلنڈر کا تیسرا مہینہ	رمضان
نسل پرستی	سخت مخالفت	سخت مخالفت	سخت مخالفت	سیاہ فام نسل کی برتری
عبادت گاہ کا نام	مسجد	مسجد	مشارق الاذکار	مسجد
تنظیم	کوئی مرکزی تنظیم نہیں	مرکزی تنظیم ہے	مرکزی تنظیم ہے	مرکزی تنظیم ہے
عیسی علیہ السلام کی آمد ثانی	ابھی آئیں گے	مرزا صاحب ہیں	بہاء اللہ ہیں	ویلس ڈی فرڈ ہیں

اگلا ماڈیول

اس ماڈیول میں ہم نے ان گروہوں کے نظریات کا مطالعہ کیا ہے جو انکار سنت اور انکار ختم نبوت کے معاملات میں امت مسلمہ کی وسیع اکثریت سے اختلاف رائے رکھتے ہیں جس کی وجہ سے مسلمان بالعموم انہیں اسلام کے دائرے سے خارج سمجھتے ہیں۔

اگلے ماڈیول میں انشاء اللہ ہم فقہی مکاتب فکر کا مطالعہ کریں گے۔

تعمیر شخصیت اپنے آخرت کے کیریئر کے بارے میں محتاط رہیے اور دنیا میں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کیجیے۔

ببلیوگرافی

1. قرآن مجید
2. حاکم نیشاپوری۔ **المستدرک علی الصحیحین**۔ http://www.almeshkat.net/books/ (ac. 3 Oct 2011)
3. محمد بن اسماعیل بخاری(194-256/810-870)۔ **الجامع الصحیح**۔ http://www.almeshkat.net/books/ (ac. 3 Oct 2011)
4. محمد بن عیسی الترمذی(209-279/824-892)۔ **السنن**۔ http://www.almeshkat.net/books/ (ac. 3 Oct 2011)
5. مسلم بن حجاج(204-261/819-875)۔ **الجامع الصحیح**۔ http://www.almeshkat.net/books/ (ac. 3 Oct 2011)
6. ابن ماجہ۔ **السنن**۔ http://www.almeshkat.net/books/ (ac. 3 Oct 2011)
7. احمد بن حنبل۔ **المسند**۔ http://www.almeshkat.net/books/ (ac. 3 Oct 2011)
8. مالک بن انس۔ **الموطا**۔ http://www.almeshkat.net/books/ (ac. 3 Oct 2011)

قدیم اہل علم کی کتب

9. ابن عبدالبر۔جامع بیان العلم وفضله (عربی)۔ بیروت: دار ابن جوزی۔ www.waqfeya.com (ac. 17 Oct 2011)
10. عبدالوہاب الشعرانی۔الیواقیت الجواهر في بيان عقائد الأكابر (عربی)۔ www.archive.net (ac. 15 Apr 2011)
11. محی الدین ابن عربی۔الفتوحات المكية (عربی)۔ www.al-mostafa.com (ac. 15 Apr 2011)
12. شمس الدین ذہبی۔تذكرة الحفاظ (عربی)۔ www.waqfeya.com (ac. 17 Oct 2009)

مسلمانوں کی کتب

13. ارشاد الحق اثری۔ **احادیث صحیح بخاری و مسلم میں پرویزی تشکیک کا علمی محاسبہ**۔ فیصل آباد: ادارۃ العلوم الاثریہ۔
www.kitabosunnat.com (ac. 11 Oct 2011)
14. جامعہ علوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن۔ **کیا ذکری مسلمان ہیں؟** کراچی: مکتبہ بینات۔
15. حمزہ مدنی۔ **علم حدیث میں اسناد و متن کی تحقیق کے اصول**(2008)۔ www.kitabosunnat.com (ac. 11 Oct 2011)
16. خالد محمود۔ **آثار الحدیث**۔ لاہور: دار المعارف(1995)
17. زبیر علی زئی۔ **بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ**۔ لاہور: مکتبہ اسلامیہ (2008) (ac. 11 Oct 2011) www.kitabosunnat.com
18. سید ابوالاعلی مودودی۔ **تفہیم القرآن: ضمیمہ ختم نبوت**۔ لاہور: اسلامک پبلی کیشنز۔ www.quranurdu.com (ac. 30 Sep 2007)
19. سید ابوالاعلی مودودی۔ **سنت کی آئینی حیثیت**۔ لاہور: اسلامک پبلی کیشنز۔ www.quranurdu.com (ac. 30 Sep 2007)
20. سید ابوالاعلی مودودی۔ **قادیانی مسئلہ**۔ لاہور: اسلامک پبلی کیشنز (1996)۔ www.khatm-e-nubuwwat.com (ac. 7 Jan 2011)
21. سید ابوالحسن علی ندوی۔ **اسلامی مزاج و ماحول کی تشکیل و حفاظت میں حدیث کا بنیادی کردار**۔ کراچی: مجلس نشریات اسلام۔
www.scribd.com (ac. 20 May 2011)

.22 سید ابوالحسن علی ندوی۔ **قادیانیت: مطالعہ وجائزہ**۔ کراچی: مجلس نشریات اسلام۔ www.khatm-e-nubuwwat.com (ac. 7 Jan 2011)

.23 صفی الرحمن مبارکپوری۔ **انکار حدیث: حق یا باطل**۔ راولپنڈی: تنظیم الدعوۃ الی القرآن والسنۃ۔ www.kitabosunnat.com (ac. 11 Oct 2011)

.24 عاشق الٰہی بلند شہری۔ **فتنہ انکار حدیث اور اس کا پس منظر**۔ کراچی: ادارہ اسلامیات۔ http://www.haqqforum.com (ac. 13 Oct 2011)

.25 عبد الرحمن کیلانی۔ **آئینہ پرویزیت**۔ لاہور: مکتبۃ السلام(2004)۔ www.kitabosunnat.com (ac. 11 Oct 2011)

.26 عبد الروؤف ظفر۔ **علوم الحدیث**۔ لاہور: نشریات(2006)۔ www.kitabosunnat.com (ac. 16 March 2011)

.27 عبد الغفار حسن۔ **من أضاليل القاديانيه** (عربی)۔ www.khatm-e-nubuwwat.com (ac. 7 Jan 2011)

.28 عبد السلام رستمی۔ **انکار حدیث سے انکار قرآن تک**۔ ریاض: دار السلام۔ www.kitabosunnat.com (ac. 11 Oct 2011)

.29 عبد اللہ معمار امرتسری۔ **محمدیہ پاکٹ بک**۔ دیوبند: شاہی کتب خانہ(1999)۔ www.kitabosunnat.com (ac. 15 Apr 2011)

.30 عبید اللہ اسعدی۔ **اصول حدیث: غور وفکر کے چند اہم گوشے**۔ حیدر آباد دکن: المعہد العالی الاسلامی۔

.31 غازی عزیر۔ **انکار حدیث کا نیا روپ: اصلاحی اسلوب تدبر حدیث**۔ لاہور: مکتبہ قدوسیہ(2009) www.kitabosunnat.com (ac. 15 Sep 2011)

.32 غلام جیلانی برق۔ **تاریخ حدیث**۔ لاہور: ادارہ مطبوعات سلیمانی (2009)۔ www.kitabosunnat.com (ac. 16 March 2011)

.33 اللہ وسایا۔ **تحریک ختم نبوت 1953**۔ ملتان: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت www.khatm-e-nubuwwat.com (ac. 7 Jan 2011)

.34 اللہ وسایا۔ **تحریک ختم نبوت 1974**۔ ملتان: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔ www.khatm-e-nubuwwat.com (ac. 7 Jan 2011)

.35 مجلس التحقیق الاسلامی۔ **جواب اصول ومبادی**۔ www.kitabosunnat.com (ac. 11 Oct 2011)

.36 محمد ابراہیم کمیرپوری۔ **قربانی کی شرعی حیثیت اور پرویزی دلائل پر تبصرہ**۔ کراچی: مکتبہ سلفیہ(2004)۔ www.kitabosunnat.com (ac. 11 Oct 2011)

.37 محمد الیاس برنی۔ **مقدمہ قادیانی مذہب**۔ ملتان: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔ www.khatm-e-nubuwwat.com (ac. 7 Jan 2011)

.38 محمد انور شاہ کشمیری۔ **خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم**۔ ملتان: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔ www.khatm-e-nubuwwat.com (ac. 7 Jan 2011)

.39 محمد ایوب دہلوی۔ **انکار حدیث کیوں؟** لاہور: المیزان (2005)

.40 محمد تقی عثمانی (اردو ترجمہ: سعود اشرف عثمانی)۔ **حجیت حدیث**۔ لاہور: ادارہ اسلامیات(1991) www.ahlehaq.org (ac. 13 Oct 2011)

.41 محمد تقی عثمانی (ترجمہ: سعود اشرف عثمانی)۔ **حجیت حدیث**۔ لاہور: ادارہ اسلامیات (1991) http://www.e-iqra.info/sunna-and-hadith.html (ac. 13 Oct 2011)

.42 محمد حنیف ندوی۔ **مطالعہ حدیث**۔ لاہور: علم وعرفان پبلشرز (1999) www.kitabosunnat.com (ac. 11 Oct 2011)

.43 محمد دین قاسمی۔ **جناب غلام احمد پرویز کے نظام ربوبیت پر ایک نظر**۔ لاہور: بیت الحکمت(2007)۔ www.kitabosunnat.com (ac. 11 Oct 2011)

.44 محمد رفیع عثمانی۔ **سنت کا مقام اور فتنہ انکار حدیث**۔ لاہور: بیت العلوم(2002) http://www.e-iqra.info/sunna-and-hadith.html (ac. 13 Oct 2011)

.45 محمد رفیع عثمانی۔ **کتابت حدیث: عہد رسالت اور عہد صحابہ میں**۔ کراچی: ادارہ المعارف (2008) rahesunnat.wordpress.com/ (ac. 13 Oct 2011)

.46 محمد سرفراز خان صفدر۔ **انکار حدیث کے نتائج**۔ گوجرانوالہ: مکتبہ صفدریہ (2004) (ac. 13 Oct 2011) http://www.sarfarazsafdar.org

.47 محمد شفیع۔ **ختم نبوت**۔ کراچی: ادارۃ المعارف۔ (ac. 7 Jan 2011) www.khatm-e-nubuwwat.com

.48 محمد طیب۔ **حدیث رسول کا قرآنی معیار**۔ لاہور: ادارہ اسلامیات (1977)

.49 محمد متین خالد۔ **ربوہ و قادیان: جو ہم نے دیکھا**۔ لاہور: انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف تحفظ ختم نبوت (2008)

.50 محمد متین خالد۔ **قادیانی راسپوٹینوں کا عبرت ناک انجام**۔ ملتان: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔ (ac. 7 Jan 2011) www.khatm-e-nubuwwat.com

.51 محمد متین خالد۔ **قادیانیت کی عریاں تصویریں**۔ لاہور: انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف تحفظ ختم نبوت (2008) www.khatm-e-nubuwwat.com (ac. 7 Jan 2011)

.52 محمد یحیٰ گوندلوی۔ **ضعیف اور موضوع روایات**۔ سیالکوٹ: جامعہ تعلیم القرآن والحدیث (2006)۔ (ac. 16 March 2011) www.kitabosunnat.com

.53 محمد یوسف لدھیانوی۔ **انکار حدیث کے نتائج**۔ لاہور: المیزان (2004) (ac. 13 Oct 2011) www.ahlehaq.org

.54 محمد طاہر عبد الرزاق۔ **جو ختم نبوت پر فدا تھے**۔ ملتان: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔ (ac. 7 Jan 2011) www.khatm-e-nubuwwat.com

.55 محمد طاہر عبد الرزاق۔ **قادیانیت؟** ملتان: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔ (ac. 7 Jan 2011) www.khatm-e-nubuwwat.com

.56 محمد طاہر عبد الرزاق۔ **ہم نے قادیان میں کیا دیکھا؟** ملتان: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔ (ac. 7 Jan 2011) www.khatm-e-nubuwwat.com

.57 مسعود احمد۔ **تفہیم اسلام** (1987)۔ (ac. 15 Jan 2011) www.kitabosunnat.com

.58 **منکرین حدیث اور مسئلہ تقدیر**۔ (ac. 11 Oct 2011) www.kitabosunnat.com

.59 ولی حسن خان ٹونکی۔ **فتنۂ انکار حدیث**۔ کراچی: المعین ٹرسٹ۔ (ac. 13 Oct 2011) http://www.e-iqra.info/sunna-and-hadith.html

.60 ہفت روزہ اعتصام۔ **حجیت حدیث نمبر**۔ (2010) (ac. 11 Oct 2011) www.kitabosunnat.com

.61 Ahmed, Akbar. ***Journey into America: The Challenge of Islam.*** Washington: Brookings Institute Press (2010).

.62 Azami, Mustafa. ***Isnad and its Significance***. www.scribd.com (ac. 13 Oct 2011)

.63 Azami, Mustafa. ***Studies in Hadith Methodology and Literature***. www.scribd.com (ac. 13 Oct 2011)

.64 Iqbal, Dr. Sir Muhammad. ***Islam and Ahmadism.*** Lahore: Sh. Muhammad Ashraf Publishers (1980)

.65 Iqbal, Dr. Sir Muhammad. ***Qadianis and Orthodox Muslims.*** http://irshad.org/info_m/writings/iqbalpdc.php (ac. 13 Oct 2011)

.66 Phillips, Bilal. ***Usool Hadith*** http://www.kalamullah.com/Books/Usool%20al-Hadith.pdf (ac. 13 Oct 2011)

منکرین حدیث کی کتب

.67 عزیز اللہ بوہیو۔ **فتنہ انکار قرآن، کب اور کیسے؟** نوشہرو فیروز: سندھ ساگر اکیڈمی۔

.68 غلام احمد پرویز۔ **برق طور**۔ لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ۔ (ac. 6 May 2008) www.tolueislam.com

.69 غلام احمد پرویز۔ **تصوف کی حقیقت**۔ لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ۔ (ac. 6 May 2008) www.tolueislam.com

.70 غلام احمد پرویز۔ **سلیم کے نام**۔ لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ۔ (ac. 6 May 2008) www.tolueislam.com

71. غلام احمد پرویز۔ **شعلہ مستور**۔ لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ۔ (ac. 6 May 2008) www.tolueislam.com

72. غلام جیلانی برق۔ **دو اسلام**۔ لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ۔ (ac. 6 May 2008) www.aboutquran.com

73. محمد اسلم جیراج پوری۔ **مقام حدیث**۔ لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ۔ (ac. 8 Apr 2011) www.scribd.com

74. Abdul Wadood. ***Conspiracies against the Quran.*** Lahore: Khalid Publishers. www.tolueislam.com (ac. 11 Oct 2011)

75. Ahmed, Shabbir. ***A Selection of Hadith.*** www.ourbeacon.com (ac. 11 Oct 2011)

76. Ahmed, Shabbir. ***The Criminals of Islam.*** www.ourbeacon.com (ac. 11 Oct 2011)

77. Asadi, M. ***The Hadith Conspiracy and the Distortion of Islam.*** www.ourbeacon.com (ac. 11 Oct 2011)

78. Ghazali, Abdus Sattar. ***Meaning of Salat and Zakat.*** www.tolueislam.com (ac. 11 Oct 2011)

79. Latif, Syed Abdul. ***Reorientation of Islamic Thought.*** www.scribd.com (ac. 10 Oct 2011)

80. Parwez, Ghulam Ahmed. ***As-Salaat (Gist).*** www.tolueislam.com (ac. 11 Oct 2011)

81. Parwez, Ghulam Ahmed. ***The Actual Status of Hadith.*** www.tolueislam.com (ac. 11 Oct 2011)

احمدیوں کی کتب

82. بشارت احمد بقا۔ **قادیانی مسئلہ اور لاہوری گروپ کی تنقیدی حیثیت کا جائزہ**۔ (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

83. بشارت احمد۔ **آئینہ غلو و اختلافات**۔ لاہور: احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (1941)۔ (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

84. خواجہ کمال الدین۔ **ضرورت الہام** (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

85. خواجہ محمد عبد اللہ اور غلام احمد پرویز۔ **امت میں کشف و الہام کا مقام**۔ (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

86. دوست محمد شاہد۔ **تاریخ احمدیت**۔ قادیان: نظارت نشر و اشاعت (acc. 2 July 2010) www.alislam.org

87. عزیز کاشمیری۔ **مسیح کشمیر میں**۔ سری نگر: روشنی پبلی کیشنز۔ (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

88. محمد علی۔ **آخری نبی**۔ لاہور: احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (1941)۔ (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

89. محمد علی۔ **جماعت احمدیہ کے دو فریق اور حضرت بانی سلسلہ پر تبدیلی عقیدہ کے الزام کی تردید**۔ (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

90. محمد علی۔ **جماعت قادیان اور ہر مسلمان کے لیے لمحہ فکریہ**۔ (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

91. محمد علی۔ **ضرورت مجدد**۔ دہلی: احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

92. محمد علی۔ **فیصلہ کا صحیح طریقہ: قادیانی جماعت اور جماعت احمدیہ لاہور**۔ (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

93. محمد علی۔ **مغرب میں تبلیغ اسلام**۔ (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

94. محمد علی۔ **میاں محمود احمد صاحب پر ان کے مریدین کے الزامات اور بریت کا نرالا طریق**۔ (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

95. محمد علی۔ **نبی یا محدث: سلسلہ احمدیہ کے مصنفین کے نزدیک بانی سلسلہ کا کیا مقام تھا؟** (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

96. محمد علی۔ **وفات مسیح ناصری** (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

97. محمد علی۔ **وفات مسیح و نزول مسیح**۔ (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

98. مرزابشیر الدین محمود۔ **سلسلہ احمدیہ**۔ قادیان(1939) (acc. 2 July 2010) www.alislam.org

99. مرزابشیر الدین محمود۔ **سیرت المہدی**۔ قادیان (acc. 2 July 2010) www.alislam.org

100. مرزابشیر الدین محمود۔ **سیرت مسیح موعود**۔ ربوہ: مجلس خدام الاحمدیہ (acc. 2 July 2010) www.alislam.org

101. مرزاطاہر احمد (مرتبہ: امۃ الباری ناصر)۔ **مجالس عرفان**۔ (acc. 2 July 2010) www.alislam.org

102. مرزاطاہر احمد۔ **سوانح فضل عمر**۔ لاہور: فضل عمر فاؤنڈیشن (acc. 2 July 2010) www.alislam.org

103. مرزاطاہر احمد۔ **عرفان ختم نبوت**۔ (acc. 2 July 2010) www.alislam.org

104. مرزاغلام احمد قادیانی۔ **ازالہ اوہام**۔ (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

105. مرزاغلام احمد قادیانی۔ **آسمانی فیصلہ**۔ قادیان: انوار احمدیہ پریس(1901)۔(acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

106. مرزاغلام احمد قادیانی۔ **اعجاز احمدی**۔ قادیان: مطبع ضیاء الاسلام(1902)۔ (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

107. مرزاغلام احمد قادیانی۔ **النداء من وحی السماء**۔ (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

108. مرزاغلام احمد قادیانی۔ **ایک غلطی کا ازالہ**۔ (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

109. مرزاغلام احمد قادیانی۔ **براہین احمدیہ**۔ امرتسر: سفیر ہند پریس(1880) (acc. 2 July 2010) www.alislam.org

110. مرزاغلام احمد قادیانی۔ **تریاق القلوب**۔ قادیان: مطبع ضیاء الاسلام(1902)۔ (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

111. مرزاغلام احمد قادیانی۔ **توضیح المرام: مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا**۔ قادیان: مطبع ضیاء الاسلام(1897)۔ (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

112. مرزاغلام احمد قادیانی۔ **سچائی کا اظہار**۔ قادیان: مطبع ضیاء الاسلام(1903)۔ (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

113. مرزاغلام احمد قادیانی۔ **گورنمنٹ انگریزی اور جہاد**۔ قادیان: مطبع ضیاء الاسلام(1900)۔ (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

114. مرزاغلام احمد قادیانی۔ **مسیح ہندوستان میں**۔ لاہور: احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

115. مرزامسرور احمد۔ **شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں**۔ Surrey: Islam International Publications Ltd (2004) www.alislam.org (acc. 2 July 2010)

116. ملک عبدالرحمن خادم۔ **احمدیہ پاکٹ بک**۔ ربوہ: مجلس خدام الاحمدیہ (acc. 2 July 2010) www.alislam.org

117. نورالدین۔ **فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب**۔ ربوہ: الشرکۃ الاسلامیہ۔ (acc. 2 July 2010) www.alislam.org

118. الٰہی بخش۔ **جماعت احمدیہ میں تفرقہ کے اصل اسباب**۔ (acc. 11 Apr 2011) www.aaiil.org

119. Ali, Muhammad. ***A Brief Sketch of the Ahmadiyya Movement.***. www.aaiil.org (acc. 11 Apr 2011)

120. Ali, Muhammad. ***Contribution to Islamic Thought***. www.aaiil.org (acc. 11 Apr 2011)

121. Ali, Muhammad. ***Dr. Muhammad Iqbal and Maulana Abul Kalam Azad on the Ahmadiyyah Movement***. Lahore: Ahmadiya Anjuman Isha'at Islam. www.aaiil.org (acc. 11 Apr 2011)

122. Ali, Muhammad. ***Hazrat Mirza Ghulam Ahmad (the Promised Messiah) and the Finality of Prophethood***. Lahore: Ahmadiya Anjuman Isha'at Islam. www.aaiil.org (acc. 11 Apr 2011)

123. Ali, Muhammad. ***History and Doctrine of the Babi Movement***. Ohio: Ahmadiyawww Anjuman Isha'at Islam Lahore. www.aaiil.org (acc. 11 Apr 2011)

124. Ali, Muhammad. ***The Split***. Lahore: Coloured Printing Press (1918). www.aaiil.org (acc. 11 Apr 2011)

125. Aziz, Zahid. ***Claim and Status of Hazrat Mirza Ghulam Ahmad.*** www.muslim.org (acc. 11 Apr 2011)

126. Aziz, Zahid. ***The Ahmadiyyah Movement of Lahore..*** www.aaiil.org (acc. 11 Apr 2011)

127. Khan, Zafrulla. ***Hadrat Maulawi Nur-ud-Din.*** Surrey: The London Mosque www.alislam.org (acc. 2 July 2010)

بہائیوں کی کتب

128. Baha'i International Community. ***Baha'u'llah: Promised One of All Ages.*** www.bahai.us (ac. 20 Apr 2011)

129. Baha'i International Community. ***What we believe?*** www.bahai.us (ac. 20 Apr 2011)

130. Moojan Momen. ***A Short Introduction to Baha'i Faith.*** www.northill.demon.co.uk (ac. 20 Apr 2011)

نیشن آف اسلام کی کتب

131. A Brief History on the origin of The Nation of Islam in America. www.noi.org/about.shtml (ac. 18 Oct 2011)

132. An Historic Look at the Most Honorable Elijah Muhammad. http://www.noi.org/about_the_honorable_elijah_muhammad.shtml (ac. 18 Oct 2011)

133. Bio Sketch of The Honorable Minister Louis Farrakhan. http://www.noi.org/about_the_honorable_louis_farrakhan.shtml (ac. 18 Oct 2011)

134. Branch, Taylor. ***The Anointed Son.*** www.beliefnet.com/Faiths/Islam/2003/09/The-Anointed-Son.aspx#ixzz1K4HoIGuM (ac. 20 Apr 2011)

135. Magida, Arthur J. ***A Thin Green Line.*** www.beliefnet.com/Faiths/Nation-of-Islam/A-Thin-Green-Line.aspx?p=2#ixzz1K4KE4TTl (ac. 20 Apr 2011)

136. Malcolm X. The Autobiography of Malcolm X. P. 213. http://files.embedit.in/embeditin/files/bg6ouDQfUe/1/file.pdf. (ac. 5 Sep 2012)

137. ***What is Nation of Islam?*** www.beliefnet.com/Faiths/Nation-of-Islam/index.aspx#ixzz1K4IhOQQI (ac. 20 Apr 2011)